فہرست مضامین

باب نمبر ۱:

تخلیق انسانیت اور بعثت انبیاء علیہم السلام

اللہ تعالیٰ نے سیّدنا آدم علیہ السلام کو اپنے ہاتھ سے مٹی سے پیدا کیا اور انسانی شکل دے کر اس میں روح پھونکی، تو تمام فرشتوں کو انھیں سجدہ کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ سب نے بات مان لی اور اطاعت کی، لیکن ابلیس نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا:

﴿ وَ لَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ۖ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۝ ﴾ (الاعراف: ۱۱)

''اور ہم نے تمھیں پیدا کیا، پھر تمھاری صورت بنائی، پھر فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو، تو ابلیس کے علاوہ تمام نے سجدہ کیا، وہ سجدہ کرنے والوں میں سے نہ ہوسکا۔''

تخلیق انسانیت کا مقصد:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ؕ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَ يَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَ نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَ نُقَدِّسُ لَكَ ؕ قَالَ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ ﴾ (البقرہ: ۳۰)

''اور جب تیرے ربّ نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں ایک نائب بنانے والا ہوں تو انہوں نے کہا کہ (اے اللہ!) کیا تو اس میں ایسے آدمی کو نائب بنائے گا جو اس میں فساد پھیلائے گا اور خونریزی کرے گا، اور ہم تو تیری تسبیح اور حمد و ثنا بیان رہتے ہیں۔ (اللہ نے) کہا: جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔''

اس آیت کریمہ میں بنی آدم پر ایک طرح کے احسان کا ذکر ہے کہ اللہ نے انہیں پیدا

کرنے سے پہلے فرشتوں کے سامنے ان کا ذکر کیا اور ان کی فضیلت بیان کی، یعنی فرمایا کہ میں ایک ایسی قوم پیدا کرنا چاہتا ہوں جس کی ایک نسل دوسری نسل کے بعد آتی رہے گی۔ فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ علم خاص سے سمجھ لیا ہوگا کہ وہ زمین میں فساد کرے گا اور خون بہائے گا۔ یہ بات یادرکھنی چاہیے کہ فرشتوں کی یہ عرض بطور اعتراض تھی؛ نہ بنی آدم سے حسد کے طور پر تھی کہ پروردگار! ایسی مخلوق کے پیدا کرنے میں کون سی حکمت ہے؟ اگر عبادت مقصود ہے تو عبادت ہم کرتے ہی ہیں، تسبیح وتقدیس وتحمید ہر وقت ہماری زبانوں پر ہے اور پھر فساد وغیرہ سے پاک ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے ان کے سوال کا جواب دیا کہ باوجود اس کے فساد کے، پھر بھی جن مصلحتوں اور حکمتوں کی بنا پر پیدا کر رہا ہوں، انہیں میں ہی جانتا ہوں، تمہارا علم ان تک نہیں پہنچ سکتا۔ میں جانتا ہوں کہ ان میں انبیاء اور رسول ہوں گے۔ ان میں صدیق اور شہید ہوں گے۔ ان میں عابد، زاہد،، اولیاء، ابرار، نیکوکار، قرب بارگاہ، علماء، صلحا، متقی، پرہیزگار، خوف الٰہی، حب باری تعالیٰ رکھنے والے بھی ہوں گے۔ میرے احکام کی بسروچشم تعمیل کرنے والے، میرے نبیوں کے ارشاد پر لبیک پکارنے والے بھی ہوں گے۔ (تفسیر ابن کثیر: ۱/۱۲۶۔۱۲۷ ملخصًا)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۝۵۶ ﴾ (الذاريات: ۵۶)

''اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔''

دوسرے مقام پر فرمایا کہ وہ ذات اس سے بہت ہی بلند و بالا ہے کہ وہ کسی چیز کو بے کار پیدا کرے۔ اس نے تو تمھیں محض اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ۝۱۱۵ ﴾

(المؤمنون: ۱۱۵)

''کیا تم یہ گمان کیے بیٹھے ہو کہ ہم نے تمہیں بے کار پیدا کیا ہے، اور تم ہماری طرف دوبارہ لوٹائے نہیں جاؤ گے۔''

شیطان نے آدم علیہ السلام کو لغزش میں مبتلا کر دیا:

جب اللہ کے حکم پر تمام فرشوں نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا، اس سجدہ سے مقصود آدم علیہ السلام کی تعظیم تھی یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو عزت دے دی، پھر ان کی بیوی کو ان کی پسلی سے پیدا کیا، تاکہ آدم ان کے ذریعے سکون حاصل کریں، اور اللہ نے اپنی نعمت ان پر تمام کر دی کہ دونوں کو حکم دیا کہ جنت میں رہیں اور اس کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوں۔

﴿ وَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا ۠ وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ ﴾ (البقرہ:۳۵)

''اور ہم نے کہا: اے آدم! تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو، اور اس میں جتنا چاہو اور جہاں سے چاہو کھاؤ اور اس درخت کے قریب مت جاؤ، ورنہ ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔''

ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿ اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى ﴾ (طٰہٰ:۱۱۸ تا ۱۱۹)

''اللہ نے آدم سے کہا کہ جنت میں نہ تمہیں بھوک لگے گی اور نہ تم ننگے ہو گے، نہ تمہیں پیاس لگے گی اور نہ گرمی۔''

اللہ تعالیٰ نے سیّدنا آدم علیہ السلام کے لیے جنت کی ہر نعمت مباح کر دی، سوائے اس درخت کے جس کا کھانا اللہ نے ان کے لیے ممنوع قرار دے دیا، تاکہ ان کے لیے اس ممنوع درخت کو کھانے کا کوئی عذر باقی رہ جائے۔ اور یہ ممانعت اللہ کی طرف سے ان کا امتحان تھا۔

چنانچہ ابلیس نے جب انہیں اس حال میں دیکھا تو اس کے حسد کی آگ بھڑک اُٹھی اور ان کے ساتھ مکر وفریب کی سوچ لی، تاکہ وہ وہ جن نعمتوں سے بہرہ مند ہو رہے ہیں، اور جو خوبصورت لباس زیب تن کئے ہوئے ہیں ان سے چھن جائے، چنانچہ اس نے اللہ کے خلاف افترا پردازی کرتے ہوئے کہا کہ تمہارے ربّ نے تمہیں اس درخت سے اس لیے منع کیا ہے کہ

اگر اسے کھالو گے تو تم فرشتے بن جاؤ گے، پھر کھانے پینے کی محتاج نہیں رہے گی یا تمہیں موت لاحق نہیں ہوگی اور جنت میں ہمیشہ ہمیش کے لیے رہو گے۔ اور ابلیس نے انہیں اپنی صداقت کا یقین دلانے کے لیے ذاتِ باری تعالیٰ کی قسم کھا کر کہا کہ میں تم دونوں کا انتہائی خیر خواہ ہوں جبھی یہ راز تمہیں بتا دیا ہے۔

﴿ فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَاوٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَ قَالَ مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ۝ وَ قَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ۝ ﴾

(الاعراف: ۲۰۔۲۱)

''شیطان نے ان دونوں کے دل میں وسوسہ پیدا کیا، تا کہ ان کے بدن کا جو حصہ ایک دوسرے سے پوشیدہ تھا اسے دونوں کے سامنے ظاہر کردے، اور کہا کہ تمھارے ربّ نے تمھیں اس درخت سے اس لیے منع کیا ہے کہ کہیں تم دونوں فرشتہ نہ بن جاؤ، یا جنت میں ہمیشہ رہنے والوں میں سے نہ بن جاؤ۔ اور ان دونوں کے سامنے خوب قسمیں کھائیں کہ میں تم دونوں کا بے حد خیر خواہ ہوں۔''

شیطان نے دونوں کو دھوکہ دے کر بلندی سے پستی میں پہنچا دیا۔ یعنی کہ اس نے ان دونوں کو ارتکاب معصیت کی ہمیت دلائی، چنانچہ جب انھوں نے اس شجرۂ ممنوعہ کو شیطان کے دھوکے میں آ کر کھالیا، تو اس نافرمانی کا انجام فوراً ہی ان کے سامنے آ گیا کہ ان کے لباس ان کے جسموں سے الگ ہوئے تو جنت کے درختوں کے پتے لے لے کر اپنے جسموں پر چپکانے لگے تا کہ اپنی پردہ پوشی کریں۔ تب اللہ نے ان سے کہا، کیا میں نے تمھیں اس درخت کے کھانے سے نہیں روکا تھا، اور کہا نہیں تھا کہ شیطان تم دونوں کا کھلا دشمن ہے۔

﴿ فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ ۚ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَ طَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ؕ وَ نَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَ اَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ ﴾ (الاعراف: ۲۲)

''پس اُس نے دونوں کو دھوکہ دے کر اپنے جال میں پھانس لیا، پس جب دونوں نے اس درخت کو چکھا تو ان کی شرمگاہیں دکھائی دینے لگیں اور دونوں اپنے جسم پر جنت کے پتے چسپاں کرنے لگے، اور ان دونوں کے ربّ نے انھیں پکارا کہ کیا میں نے تمھیں اس درخت سے نہیں روکا تھا، اور کہا نہیں تھا کہ بے شک شیطان تم دونوں کا کھلا دشمن ہے۔''

آدم علیہ السلام کی توبہ، اور اللہ کا عطا کردہ معافی نامہ:

اس وقت انھوں نے اپنے ربّ سے کلمات سیکھے اور ان کے ذریعے توبہ کی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کر لی۔

﴿ فَتَلَقّٰٓی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ۝ ﴾

(البقرہ:۳۷)

''آدم نے اپنے ربّ سے چند کلمات سیکھے، تو اللہ نے ان کی توبہ قبول کر لی، بے شک وہی توبہ قبول کرنے والا بڑا مہربان ہے۔''

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ''فَتَلَقّٰٓی آدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمَاتٍ'' کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ آدم علیہ السلام نے کہا: یاربّ! کیا تو نے مجھے اپنے ہاتھ سے نہیں بنایا؟ اللہ نے کہا: ہاں، آدم نے کہا: اگر میں توبہ کروں اور اپنی حالت درست کرلوں، تو کیا تو مجھے دوبارہ جنت میں لوٹا دے گا؟ اللہ نے کہا: ہاں۔ [1]

معافی نامہ کا متن:

وہ کلمات جو اللہ نے آدم علیہ السلام کو سکھائے تا کہ ان کے ذریعہ اپنی توبہ کا اعلان کریں، یہ دعا تھی:

﴿ رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ٚ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ۝ ﴾

(الاعراف:۲۳)

---

[1] تفسیر طبری: ۱/۵۴۳.

''اے ہمارے رب! ہم نے اپنے اوپر بہت ظلم کیا، اور اگر تو نے ہمیں معاف نہ کیا اور ہمارے حال پر رحم نہ کیا تو ہم بے شک خسارہ پانے والوں میں سے ہوں گے۔''

سفرِ ارضی اور ہدایت اور ضلالت کے رستے:

اللہ تعالیٰ نے آدم وحوا علیہما السلام سے خطاب فرمایا کہ اب تم زمین پر رہو گے، اور ہم تمھاری طرف ہدایت اُتاریں گے، تو جو میری بھیجی گئی ہدایت کی اتباع کرے گا، اسے نہ دنیا میں کسی کھوئی ہوئی چیز کا غم ہوگا، اور نہ آخرت میں اپنے انجام کے بارے میں کوئی خوف لاحق ہوگا۔ ارشاد فرمایا:

﴿ قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴾ (البقرہ:۳۸)

''ہم نے کہا: تم سب اس سے نیچے جاؤ، پھر اگر تمھیں میری طرف سے ہدایت آئے، تو جو لوگ میری ہدایت کی پابندی کریں گے، انھیں نہ تو کوئی خوف لاحق ہوگا اور نہ ہی وہ کسی غم میں مبتلا ہوں گے۔''

اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى ﴾ (طٰہٰ:۱۲۳)

''جو میری ہدایت کو مانے گا وہ نہ دنیا میں گمراہ ہوگا اور نہ آخرت میں اسے بدنصیبی لاحق ہوگی۔''

اور جو لوگ کفر کی راہ اختیار کریں گے اور ہماری آیتوں کو جھٹلائیں گے، اُن کا ٹھکانہ جہنم ہوگا، جہاں وہ لوگ ہمیشہ کے لیے رہیں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴾ (البقرہ:۳۹)

''اور جو لوگ کفر کریں گے اور ہماری نشانیوں کو جھٹلائیں گے وہی لوگ جہنم والے ہوں گے، اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔''

اولادِ آدم بڑھی، دنیا میں پھیلی اور پوری دنیا کی قابل سکونت زمین میں بس گئی اور مختلف قبیلوں، قوموں اور خاندانوں میں بٹ گئی:

﴿ يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۝۱۳ ﴾

(الحجرات:۱۳)

''اے لوگو! ہم نے تمھیں مرد اور عورت کے ملاپ سے پیدا کیا ہے، اور ہم نے تمھیں قوموں اور قبیلوں میں اس لیے بانٹ دیا ہے تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے معزز وہ ہیں جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہیں، بے شک اللہ بڑا جاننے والا، ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے۔''

سلسلہ بعثت انبیاء و رسل علیہم السلام:

آدم علیہ السلام اور تمام انسانیت کو اللہ ربّ العزت نے فطرتِ اسلام پر تخلیق کیا۔ آدم علیہ السلام کے بعد مدتوں لوگ اسی شریعت حقہ پر قائم اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کرتے رہے۔ پھر شیطان مردود نے انہیں گمراہ کیا اور غیر اللہ کی عبادت کرنے لگے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ وَ اَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ وَ مَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۚ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ وَ اللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۲۱۳ ﴾ (البقرة:۲۱۳)

''پہلے سبھی لوگ ایک دین پر قائم تھے (پھر مرورِ زمانہ کے ساتھ ان میں اختلاف ہوگیا) تو اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو مبعوث کیا، جن کا کام لوگوں کو جنت کی خوشخبری دینا، اور عذابِ نار سے ڈرانا تھا، اور ان کے ساتھ برحق کتابیں نازل کیں، تا کہ اللہ لوگوں کے درمیان اُس بات میں فیصلہ کردے جس میں انہوں نے آپس میں

اختلاف کیا، اور اُس میں اختلاف ان لوگوں نے کیا جنہیں کتاب دی گئی تھی، اور کھلی نشانیاں آ جانے کے باوجود صرف باہم دشمنی اور عناد کی وجہ سے اختلاف کیا، تو اللہ نے اپنے فضل وکرم سے اہل ایمان کی اس مختلف فیہ بات میں حق کی طرف رہنمائی کی، اور اللہ جسے چاہتا ہے سیدھی راہ کی ہدایت دیتا ہے۔''

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مفسر قرآن سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول مروی ہے کہ:

((کَانَ بَیْنَ نُوْحٍ وَّ آدَمَ عَشْرَۃُ قُرُوْنٍ، کُلُّھُمْ عَلٰی شَرِیْعَۃٍ مِنَ الْحَقِّ، فَاخْتَلَفُوْا، فَبَعَثَ اللّٰہُ النَّبِیِّیْنَ مُبَشِّرِیْنَ وَ مُنْذِرِیْنَ.)) [1]

''آدم اور نوح علیہما السلام کے درمیان دس صدیوں کی مدت تھی۔ اس پوری مدت میں لوگ ایک ہی شریعت حقہ پر قائم رہے، پھر ان کے درمیان مرور زمانہ کے ساتھ اختلاف واقع ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو بشیر ونذیر بنا کر بھیجا۔''

سب سے پہلے انسان، سب سے پہلے نبی:

آدم علیہ السلام سب سے پہلے انسان ہونے کے ساتھ ساتھ سب سے پہلے نبی بھی تھے۔ چنانچہ سیّدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے پوچھا: کہ اے اللہ کے رسول! کیا آدم علیہ السلام نبی تھے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((کَانَ آدَمُ نَبِیًّا مُکَلَّمًا کَانَ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ نُوْحٍ عَشَرَۃَ قُرُوْنٍ وَکَانَتِ الرُّسُلُ ثَلَاثَمِائَۃٍ وَخَمْسَۃَ عَشَرَ.)) [2]

''ہاں! نبی تھے جو اللہ سے ہم کلام ہوئے۔ آدم اور نوح (علیہما السلام) کے درمیان دس صدیوں کی مدت تھی۔ اور تین سو پندرہ رسول تھے۔''

اس کے بعد اللہ تعالیٰ پے در پے انبیاء ورسل کو ان کی اقوام کی طرف بھیجتا رہا۔

---

[1] مستدرك حاکم: ۲/ ۵۶۴۔ ۵۷۴۔ تفسیر طبری: ۲/ ۱۹۴۔ سلسلة الصحیحة: ۷/ ۸۵۴۔ حاکم، ذہبی اور محدث البانی نے اسے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

[2] سلسلة الصحیحة، رقم: ۲٦٦۸.

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا ؕ كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَّجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ ۚ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۴۴﴾﴾ (مؤمنون: ۴۴)

''پھر ہم نے پے در پے اپنے رسول بھیجے، جب بھی کسی جماعت کے پاس اس کا رسول آیا، انہوں نے اسے جھٹلایا، تو ہم بھی انہیں یکے بعد دیگرے ہلاک کرتے گئے اور اُنہیں کہانیاں بناتے گئے، پس ایمان نہ لانے والوں سے دنیا پاک ہوتی گئی۔''

اولادِ آدم علیہ السلام میں سے پہلے رسول سیّدنا نوح علیہ السلام:

اولادِ آدم علیہ السلام میں سے پہلے رسول سیّدنا نوح علیہ السلام ہیں۔ صحیح بخاری کی حدیث شفاعت میں ہے۔ کہ لوگ نوح علیہ السلام کے پاس آکر کہیں گے کہ اے نوح! بیشک آپ زمین والوں کی طرف اللہ کے سب سے پہلے رسول ہیں۔ [1]

علامہ سندھی رقمطراز ہیں: اس سے مراد یہ ہے کہ نوح علیہ السلام سب سے پہلے رسول ہیں جو کفار کو ایمان کی دعوت دینے کے لیے بھیجے گئے تھے۔ ان سے پہلے آدم وشیث وادریس علیہم السلام کفار کی طرف نہیں بلکہ مومنوں کو شریعت سکھانے کے لیے بھیجے گئے تھے کیونکہ نوح علیہ السلام سے پہلے کفر کا وجود نہ تھا۔ [2]

اور علامہ مبارکپوری رحمہ اللہ نے ایک اور اشکال کا ذکر کیا ہے۔ کہتے ہیں: کہ سیّدنا نوح علیہ السلام زمین والوں کی طرف سب سے پہلے رسول ہیں، تو یہ حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت والی حدیث سے متعارض ہے جس میں آیا ہے کہ مجھ سے پہلے انبیاء صرف اپنی قوموں کی طرف بھیجے جاتے تھے۔ اور میں تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ پھر ازالۂ تعارض کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ نوح علیہ السلام تو اپنی قوم ہی کی طرف مبعوث تھے۔ آپ کی اصل بعثت میں عموم نہیں تھا۔ البتہ یہ ہوا کہ طوفان نوح میں ہلاک ہونے کے بعد پوری دنیا میں جو لوگ باقی رہ گئے تھے ان کی قوم ہی

---

[1] صحيح بخاری، كتاب أحاديث الأنبياء، رقم: ۳۳۴۰.

[2] شرح سنن ابن ماجه: ۴/۵۲۵.

کے باقی ماندہ لوگ تھے۔(تحفۃ الاحوذی:۳/۲۹۷)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖۤ اِنِّیْ لَكُمْ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ۝۲۵﴾ (ھود:۲۵)

''اور بے شک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا (انہوں نے ان سے کہا کہ) میں تو تمہیں اللہ کے عذاب سے کھل کر ڈرانے والا ہوں۔''

اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کی ہدایت کے لیے سیّدنا ہود علیہ السلام کو مبعوث کیا تھا، جو انہی میں سے تھے۔ یہ لوگ بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ سیّدنا ہود علیہ السلام نے ان سے کہا: اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی عبادت کرو جس کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔ اور تم جو اسے چھوڑ کر بتوں کی پرستش کرتے ہو تو یہ بہت بڑی افترا پردازی ہے، اس لیے کہ اللہ نے تمہیں کبھی نہیں کہا کہ اس کے بجائے اپنے ہاتھوں سے تراشے ہوئے بتوں کی عبادت کرو۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿وَاِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ ۝۵۰﴾ (ھود:۵۰)

''اور قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو بھیجا، انہوں نے کہا، اے میری قوم! تم اللہ کی عبادت کرو، اس کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں ہے، تم لوگ اللہ پر صرف افترا پردازی کرتے ہو۔''

مدائن حجر جو تبوک اور مدینہ منورہ کے درمیان واقع تھا۔ صالح علیہ السلام ہود علیہ السلام کے سو سال کے بعد وہاں مبعوث ہوئے۔ انہوں نے بھی اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ تم لوگ صرف اللہ کی عبادت کرو جس کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں ہے، جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا ہے اور تمہیں زمین میں آباد کیا، اور اسے آباد رکھنے کی تمہارے اندر صلاحیت ودیعت کی اس لیے تم لوگ شرک سے توبہ کرو اور اللہ کی طرف رجوع کرو، اللہ بڑا ہی قریب ہے اور اپنے بندوں کی دعاؤں کو قبول فرماتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ

غَيْرُهٗ ؕ هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ؕ اِنَّ رَبِّيْ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ ﴿۶۱﴾ (ھود: ۶۱)

''اور ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا، انہوں نے کہا: اے میری قوم! تم اللہ کی عبادت کرو، اس کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں ہے، اس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا، اور اس میں تمہیں آباد کیا، تو تم اس سے مغفرت طلب کرو، پھر اس کی جناب میں توبہ کرو، بے شک میرا ربّ قریب ہے اور دُعا قبول کرتا ہے۔''

اہل مدین کی طرف شعیب علیہ السلام مبعوث ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ اِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ بِخَيْرٍ وَّاِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ ﴿۸۴﴾ وَيٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۸۵﴾ بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ﴿۸۶﴾ (ہود: ۸۴-۸۶)

''اہل مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا، انہوں نے کہا: اے میری قوم! تم اللہ کی عبادت کرو، اس کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں ہے، اور ناپ تول میں کمی نہ کرو، میں تمہیں خوشحال دیکھ رہا ہوں، اور بے شک میں تمہارے بارے میں ایسے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں جو ہر چیز کو اپنے احاطے میں لے لے گا۔ اور اے میری قوم! تم عدل وانصاف کے ساتھ ناپ تول پورا کیا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دیا کرو، اور زمین میں فساد پھیلانے والے بن کر نہ رہو۔ اگر تم مومن ہو تو اللہ کا دیا جو حلال مال بچ جائے، وہ تمہارے لیے بہتر ہے، اور میں تم لوگوں کا نگہبان نہیں ہوں۔''

اسی طرح انبیاء ورسل علیہم السلام اللہ تعالیٰ یکے بعد دیگرے خاص اقوام کی طرف بھیجتا رہا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ

وَاَوْحَيْنَاۤ اِلٰۤى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَعِيْسٰى وَاَيُّوْبَ وَيُوْنُسَ وَهٰرُوْنَ وَسُلَيْمٰنَ ۚ وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴿۱۶۳﴾ وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ؕ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ﴿۱۶۴﴾﴾ (النسآء:۱۶۳۔۱۶۴)

''بے شک ہم نے آپ پر وحی اتاری ہے، جیسے نوح اور ان کے بعد کے دوسرے انبیاء پر اُتاری تھی، اور جیسے ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کی اولاد اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان پر وحی اتاری تھی، اور ہم نے داود کو زبور دیا تھا۔ اور ہم نے ایسے رسول بھیجے جن کے حالات ہم نے اس کے قبل آپ کو (بذریعہ وحی) بتادیئے ہیں، اور ایسے بھی رسول بھیجے جن کے حالات ہم نے آپ کو نہیں بتائے ہیں، اور اللہ نے موسیٰ سے کلام کیا۔''

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے ان پچیس انبیاء کے نام ذکر کیے ہیں، جن کے نام اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان کیے ہیں، اکثر و بیشتر انبیاء کے نام معلوم نہیں ہیں۔ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے جن انبیاء کا نام لے کر ذکر کیا ہے۔ وہ یہ ہیں:

آدم، ادریس، نوح، ہود، صالح، ابراہیم، لوط، اسماعیل، اسحاق، یعقوب، یوسف، ایوب، شعیب، موسیٰ، ہارون، یونس، داود، سلیمان، الیاس، الیسع، زکریا، یحییٰ اور عیسیٰ علیہم السلام۔

اسی طرح بہت سے مفسرین کے نزدیک ذوالکفل بھی نبی ہیں۔ سلسلۂ نبوت و رسالت ہمارے آخری پیغمبر سیّد الانبیاء والمرسلین جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمًا ﴿۴۰﴾﴾ (الأحزاب: ۴۰)

''محمد تم لوگوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، وہ تو اللہ کے رسول اور انبیاء کے سلسلے کو ختم کرنے والے ہیں، اور اللہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔'' (تفسیر ابن کثیر: ۲/ ۲۹، بتعدیل)

یہ آیت کریمہ نص صریح ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ اور جب کوئی نبی نہیں تو پھر بدرجۂ اولیٰ کوئی رسول بھی نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ رسالت کا مقام نبوت سے اعلیٰ ہے کیونکہ ہر رسول نبی ہے لیکن ہر نبی رسول نہیں ہوتا۔

بعثت انبیاء کا مقصد:

اللہ تعالیٰ نے انبیاء اس لیے مبعوث کیے تا کہ وہ ایمان والوں کو جنت کی خوشخبری دیں اور کافر کو عذابِ نار سے ڈرائیں، تا کہ قیامت کے دن انسانوں کے پاس اللہ کے سامنے احتجاج کرنے کے لیے کوئی بہانا باقی نہ رہے، کہ اے اللہ! تو نے ہماری ہدایت کے لیے رسول کیوں نہیں بھیجے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿١٦٥﴾ لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَاۤ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿١٦٦﴾﴾ (النسآء: ۱۶۵۔۱۶۶)

''ہم نے ایسے انبیاء بھیجے جو جنت کی خوشخبری دینے والے اور جہنم سے ڈرانے والے تھے، تا کہ رسولوں کی بعثت کے بعد، لوگوں کے پاس اللہ کے خلاف کوئی حجت نہ باقی رہے، اور اللہ بڑا زبردست اور بڑی حکمتوں والا ہے۔ (یہ کفار نہیں مانتے تو نہ مانیں) لیکن اللہ اس وحی کی شہادت دیتا ہے جو اس نے آپ پر اُتاری ہے، اس نے اسے اپنے علم کے مطابق اُتارا ہے، اور فرشتے بھی گواہی دیتے ہیں، اور اللہ بحیثیت گواہ کافی ہے۔''

صحیحین میں سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ عزوجل سے زیادہ کسی کو (بندوں کا) معافی مانگنا پسند نہیں۔''[1]

اس لیے اس نے جنت کی خوشخبری دینے اور جہنم سے ڈرانے کے لیے انبیاء مبعوث کیے، تا کہ لوگ انبیاء کی تعلیمات کو اپنا کر، اور اپنے گناہوں کی معافی مانگ کر اللہ کی رضا کے حقدار بن جائیں۔

[1] صحیح مسلم، کتاب التوبة، رقم: ۶۹۹۱ و ۶۹۹۴۔ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، رقم: ۴۶۳۴.

باب نمبر ۲:

دین اسلام میں توحید کی اہمیت

توحید کا معنی ومفہوم:

توحید کا مادہ ''وحد'' ہے اور اس کے مصادر ''وحدًا''، ''وحدۃً''، ''حِدَۃً'' اور ''وُحُوْدًا'' آتے ہیں۔

توحید کا لغوی معنی ومفہوم ہے: ''اپنی ذات میں ایک ہونا، منفرد ہونا، یکتا ہونا، اکیلا ہونا۔ اور جو ہستی اپنی ذات میں ایک ہو، منفرد ہو، یکتا ہو، اُسے ''وَحِیْد''، ''وَحْدٌ'' یا ''وَحِد'' کہتے ہیں۔

اصطلاحِ شرع میں ''توحید'' یہ ہے کہ اللہ کو اس کی ذات اور صفات میں یکتا وتنہا مان کر اُس کی عبادت کرنا (کسی اور کو اُس کی صفات الوہیت اور عبادت میں شریک نہ ٹھہرانا۔)

المغنی المرید: ۱/۱۳

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ ''حجۃ اللہ البالغۃ'' میں توحید کی شرح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''توحید کے چار بنیادی اور اساسی عقیدے ہیں:

۱: واجب الوجود اور ازلی اور ابدی صرف اللہ کی ذات ہے۔

۲: عرش، آسمانوں، زمین اور تمام جواہر کا خالق اللہ ہے۔ ان دو عقیدوں سے نہ مشرکین عرب نے اور یہود ونصاریٰ نے اختلاف نہیں کیا۔

۳: آسمانوں، زمین اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کا مدبر، متصرف اور منتظم صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

۴: عبادت اور پرستش کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ ان آخری دو عقیدوں میں باہمی تلازم ہے اور ان دونوں عقیدوں میں بہت سے گروہوں نے اختلاف کیا ہے۔ [1]

توحید کی ضرورت:

ہر انسان کو چاہیے کہ وہ اپنی اولاد کی صحیح تعلیم و تربیت کے ذریعے نشوونما کرے تاکہ بچہ جب بڑا ہو تو عقیدۂ توحید پر گامزن ہو اور دین اسلام کا سچا پیروکار بنے۔ اپنے مسائل کا حل اسی دین اسلام میں تلاش کرے۔ کیونکہ یہی اللہ کا وہ سچا اور مکمل دین ہے جس میں کوئی کجی نہیں، کوئی کمی نہیں۔ لیکن اکثر لوگ اس حقیقت سے ناواقف ہیں، اور یہی وجہ ہے کہ وہ اس صحیح، سچے اور مکمل دین کو چھوڑ کر ادیانِ باطلہ کے پیروکار بن کر ضلالت و گمراہی کے سمندروں میں غرقاب ہو گئے ہیں۔

توحید کی اہمیت:

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا عقیدہ ایمان کا جزوِ اعظم اور دین اسلام کا اصل الاصول ہے۔ عبادات و معاملات اور اعمال و اخلاق یعنی تمام اعمالِ صالحہ کی روح ہے، اگر توحید نہیں تو ایمان و اسلام بھی نہیں، بغیر توحید کے تمام عبادات و معاملات مردود، رائیگاں اور بے ثمر ہوں گے۔

یہ عقیدہ اس قدر اہمیت کا حامل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی نشر و اشاعت اور افہام و تفہیم کی خاطر ایک لاکھ سے زیادہ پیغمبر اور سینکڑوں کتب اور صحیفے نازل فرمائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْۤ اِلَیْهِ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ۝ ﴾ (الأنبياء:۲۵)

''اور ہم نے آپ سے پہلے جو رسول بھی بھیجا، اس پر یہی وحی نازل کی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے، لہٰذا تم سب میری ہی عبادت کرو۔''

سیّد الانبیا محمد رسول اللہ ﷺ پر چونکہ سلسلۂ نبوت و رسالت ختم کرنا تھا اس لیے آپ کی بعثت اور تنزیل قرآن سے سارے دین اسلام کی عموماً اور اسلام کے اس بنیادی عقیدے کی خصوصاً تکمیل فرما دی۔ قرآنِ مجید کا ۱/۳ حصہ اسی اہم مسئلہ توحید سے متعلق ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ﴾ (الإخلاص:۱)

''اے نبی! کہہ دیجیے کہ اللہ ایک ہے۔''

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

❶ حجة الله البالغة، القسم الأول، باب التوحيد.

﴿ وَ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴾ (البقرة:۱۶۳)

''اور تم سب کا معبود ایک اللہ ہے، اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، وہ نہایت مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔''

مذکورہ آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ اس کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، وہ اپنی ذات، اسماء وصفات اور افعال میں اکیلا ہے، کوئی اُس کا شریک نہیں، اس کے علاوہ کوئی خالق و مدبر نہیں۔ اس لیے عبادت کی تمام صورتیں صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں۔

اس آیت کریمہ میں توحید کی اجمالی دلیل بیان کرنے کے بعد اس سے اگلی آیت کریمہ میں تفصیلی دلائل کا ذکر فرمایا یعنی اللہ تعالیٰ نے اس مسئلہ توحید کو دلائل عقل و نقل، آیاتِ آفاق والنفس اور نظائر وامثال سے فرمایا ہے یعنی انسان کو دعوت فکر دی ہے کہ ذرا ان نشانیوں میں غور تو کرو، کیا یہ اللہ کے وجود اور اس کے قادر مطلق ہونے کے دلائل نہیں ہیں؟

آسمان کی بلندی، اس کی وسعت و پنہائی، اس میں چاند، سورج اور ستاروں کی دنیا، زمین کی پستی، اس کا ہموار ہونا، اس کے پہاڑ، اس کے سمندر، اس کی آبادیاں، اور گوناں گوں نفع بخش چیزیں، دن اور رات کی باضابطہ گردش، گرمی، سردی، موسم کا اعتدال، لیل و نہار کا چھوٹا اور بڑا ہونا، کشتیوں اور جہازوں کا سمندروں میں انواع واقسام کے سامان لے کر چلنا، سمندروں اور ہواؤں کا اس کے لیے مسخر ہونا، آسمان سے بارش کا نزول، جس سے مردہ زمین زندہ ہوجاتی ہے، اور مختلف انواع واقسام کے نباتات اور کھانے کی چیزوں کی تخلیق، زمین میں مختلف الانواع جانور اور حضرت انسان کے لیے ان کی تسخیر، ہواؤں کا چلنا، ٹھنڈی، گرم، جنوبی، شمالی، شرقی اور غربی ہواؤں کا تنوع، اور بادلوں کا وجود جو بارش کا پانی اٹھا کر اللہ کے حکم سے دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچتے رہتے ہیں۔

یقیناً یہ ساری چیزیں اللہ کے وجود اور اس کی قدرت مطلقہ پر دلالت کرتی ہیں، اور ہر صاحب عقل وخرد کے لیے اللہ پر ایمان لانے کے لیے یہ نشانیاں کامل ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَ النَّهَارِ وَ الْفُلْكِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَ بَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَّ تَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ وَ السَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴾

(البقرہ: ۱۶۴)

''بے شک آسمان وزمین کی تخلیق، لیل ونہار کی گردش اور اُن کشتیوں میں جو سمندر میں لوگوں کے لیے نفع بخش سامان لے کر چلتی ہیں، اور اُس بارش میں جسے اللہ آسمان سے بھیجتا ہے، اور جس کے ذریعہ وہ مردہ زمین میں جان ڈالتا ہے، اور جس زمین پر اللہ نے تمام قسم کے جانوروں کو پھیلا دیا ہے، اور ہواؤں کے رخ بدلنے میں، اور اس بادل میں جسے اللہ آسمان وزمین کے درمیان مسخر کیے ہوتا ہے، اصحابِ عقل وخرد کے لیے بہت ساری نشانیاں ہیں۔''

سورۃ بنی اسرائیل کے ابتدا میں جہاں دین اسلام کا خلاصہ بیان کیا گیا ہے، وہاں ابتدا ﴿ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ﴾ (بنی اسرائیل: ۲۲) ''اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو شریک نہ بناؤ'' سے کی گئی ہے، پھر احکاماتِ دینیہ کو بیان کرنے کے بعد آخر میں ارشاد فرمایا:

﴿ ذٰلِكَ مِمَّاۤ اَوْحٰۤى اِلَیْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ وَ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ﴾

(بنی اسرائیل: ۳۹)

''یہ سب حکمت کی وہ باتیں ہیں جو آپ کے ربّ نے آپ کو بذریعہ وحی عطا کی ہیں، اور آپ اللہ کے ساتھ دوسرے معبود کو شریک نہ ٹھہرائیے۔''

فائدہ: ......اس سے ایک لطیف اشارہ اس طرف بھی ہے کہ دین کی ابتدا بھی کلمہ توحید ''لا

اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' سے اور انتہا بھی توحید پر ہے۔

توحید کی اقسام:

توحید کو تین درجوں میں تقسیم کیا گیا ہے:

۱: توحید الوہیت

۲: توحید ربوبیت

۳: توحید الاسماوالصفات

اوّل۔توحید الوہیت:

توحید الوہیت کا مطلب یہ ہے کہ جملہ عبادات میں اللہ تعالیٰ کو اکیلا مانا جائے، اور کسی طرح کی عبادت غیر اللہ لیے نہ کی جائے۔

یاد رہے کہ یہی وہ توحید ہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے جن وانس کو تخلیق کیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمانِ عالی شان ہے:

﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴾ (الذاريات: ٥٦)

''اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔''

عبادت کے جملہ مراسم، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، صدقات، رکوع وسجود، نذر ونیاز، طواف واعتکاف، دعاوپکار، استعانت واستغاثہ، اطاعت وغلامی، فرمانبرداری اور پیروی صرف ایک اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں۔ ان چند میں سے کسی ایک میں بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک ٹھہرانا ''شرك في العبادة'' یا ''شرك في الالوهية'' کہلائے گا۔

پس شرک کی تعریف یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی غیر کی بھی کس طرح کی پرستش کی جائے۔ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

((اَلْمُشْرِكُ الَّذِيْ عَبَدَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا آخَرَ)) [1]

''مشرک وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی غیر کی بھی کسی طرح کی عبادت کرے۔''

دوم۔توحید ربوبیت:

توحید ربوبیت یہ ہے کہ اس بات کا اقرار کرنا کہ اللہ تعالیٰ ہی خالق، رازق، زندہ کرنے

❶ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ الرعد۔

والا، موت دینے والا ہے، اور وہی سارے جہاں کا کارساز ہے جس کی آسمانوں اور زمین میں حکومت ہے، اور اس قسم کی توحید کا اقرار واعتراف اس فطرت کا تقاضا ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کو پیدا فرمایا ہے، حتی کہ مشرکین جن کے درمیان رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے، وہ بھی اس کا اقرار کرتے تھے اور اس کے منکر نہ تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿ (یونس: ۳۱)

''یعنی آپ پوچھیے کہ تمہیں آسمان اور زمین سے روزی کون پہنچاتا ہے، یا کانوں اور آنکھوں کا مالک کون ہے، اور کون زندہ کو مردہ سے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے، اور کون تمام اُمور کی دیکھ بھال کرتا ہے، وہ جواب میں یہی کہیں گے کہ اللہ۔ تو آپ کہئے کہ پھر تم لوگ شرک سے کیوں نہیں بچتے ہو۔''

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿ وَ لَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ﴾ (الزخرف: ۹)

''اور اگر آپ ان مشرکین سے پوچھیں کہ آسمان وزمین کس نے بنائے ہیں، تو ضرور کہیں گے، ان کو غالب جاننے والے نے پیدا کیا ہے۔''

مگر دہریے اور کیمونسٹ اور جن کا بھی ذہن ان کی تعلیمات سے آلودہ ہے، وہ یہ سمجھتے ہیں کہ انسان اور یہ کائنات اور اس میں موجودہ سب چیزیں خود بخود پیدا ہوگئی ہیں، نیچر ہی ان کا خالق ہے، لیکن وہ اس پر عقل سلیم کو آمادہ نہ کر سکے، اور علت العلل کے نام سے الٰہی صفات کو

انہیں تسلیم کرنا پڑا۔

ہندومت میں تصورِ خدا:

گیتا میں ایک مقام پر لکھا ہے:

''وہ بھگوان پیدا ہی نہیں ہوا وہ امر ہے اور وہ ساری کائنات کا مالک ہے۔'' ❶

اُپنشد بھی ہندوؤں کے مقدس منابع میں شمار ہوتے ہیں۔ان میں سے ایک اشلوک ملاحظہ فرمایئے:

''وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔'' ❷

ہندومت کی مذہبی کتابوں میں سے وید سب سے زیادہ مقدس سمجھے جاتے ہیں۔اہم وید چار ہیں:

ا۔رگ وید۔ ۲۔یجر وید۔ ۳۔سام وید۔ ۴۔اتھر وید

یجر وید میں ایک جگہ درج ہے:

''اس کا کوئی عکس کوئی تمثال نہیں ہے۔ اس کی شان بلاشبہ بلند ہے، ہر درخشندہ وتابندہ شے اسی کے دم سے باقی ہے جیسے سورج وغیرہ۔ وہ مجھے دکھی نہ کرے۔ یہی میری دعا ہے۔ چونکہ وہ نازائیدہ (اَن جنا) ہے اس لیے وہ ہماری پرستش کے لائق ہے۔'' ❸

اتھر وید میں ہے:

''یقینا خدا عظیم ہے۔'' ❹

سکھ مذہب میں تصورِ خدا:

کوئی بھی سکھ اپنے مذہب کے مطابق خدا کی بہترین تعریف ''مول منتر'' (سکھ مذہب کے بنیادی عقائد کا مجموعہ) کے حوالے سے ہی کرسکتا ہے جو گرو گرنتھ صاحب کے آغاز میں موجود ہے جو کہ گرو گرنتھ صاحب کی پہلی جلد کا پہلا منتر ہے جو ''جاپو جی'' کہلاتا ہے:

''ایک ہی خدا وجود رکھتا ہے وہی حقیقی خالق ہے جو خوف اور نفرت سے آزاد ہے وہ

نازائیدہ اور لازوال ہے وہ قائم بالذات (جوخود سے ہو) عظیم اور رحیم ہے۔''

❶ بھگوت گیتا، باب ۱۰، اشلوک ۳.
❷ چھنڈو گیا اُپنشد باب ۶، حصہ ۲، اشلوک ۱.
❸ یجر از دیوی چند ایم اے صفحہ: ۳۷۷
❹ اتھروید، کتاب ۲۰، باب ۵۸، اشلوک ۳

زرتشتی مذہب میں تصورِ خدا:

زرتشتی مذہب میں خدا کو ''اہورامزدا'' کے نام سے جانا جاتا ہے۔ ''اہورا'' کا مطلب ''آقا اور خداوند'' کے ہیں اور ''مزدا'' کے معانی دانائے بزرگ اور دانائے کل کے ہیں۔ پس ''اہورامزدا'' کے معنی ''خدائے علیم وخبیر'' کے ہیں۔ ''اہورامزدا'' ہوبہو وحدہ لاشریک خدا کی ترجمانی کرتا ہے۔

دساتیر ❶ کے مطابق خدا کی صفات:

۱: وہ ایک ہے۔
۲: کوئی اُس جیسا نہیں۔
۳: وہ ابتدا اور انتہا کی حدود سے باہر ہے۔
۴: اس کے ماں باپ ہیں نہ بیوی بچے۔
۵: وہ جسم اور صورت سے ماورا ہے۔
۶: آنکھیں اُسے دیکھتی ہیں نہ خیال اسے تصور میں لاسکتا ہے۔
۷: وہ تمہارے ہر تصور اور تخیل سے بالاتر ہے۔
۸: وہ تمہاری ذات سے بھی زیادہ تمہارے قریب ہے۔ ❷

ہم نے سامی مذاہب سے ہٹ کر غیر سامی مذاہب میں سے تصور الٰہ العالمین کا تجزیہ پیش کیا ہے، تاکہ معلوم ہوجائے کہ اس قسم کی توحید کا انکار کم ہی لوگوں نے کیا ہے، اور وہ بھی تکبر وعناد کی وجہ سے ظاہری طور پر کیا ہے، ورنہ دل سے وہ بھی اس کا اعتراف کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَ جَحَدُوْا بِهَا وَ اسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّ عُلُوًّا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ

❶ دساتیر لگ بھگ سولہ کتابوں کے مجموعے کا نام ہے جسے آذر کیوان کے پیروکاروں نے عہد صفویہ میں تالیف کیا۔ آذر

کیوان زرتشت مذہب کے بڑے عالموں میں سے تھا جس نے اپنے مریدوں کے ایک گروہ کے ساتھ ہندوستان آ کر ایک مذہبی فرقے کی بنیاد ڈالی جو زرتشتی مذہب، اسلام، ہندومت اور عیسائیت کا امتزاج ہے۔ دساتیر میں آذر کیوان فرقے کے عقائد درج ہیں۔

❷ بحوالہ: مجھے ہے حکم اذاں۔از ڈاکٹر ذاکر نائیک۔

عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴾ (النمل:۱۴)

''اور ان نشانیوں کا انہوں نے ظلم وسرکشی کی وجہ سے انکار کر دیا، حالانکہ ان کا باطن ان کی صداقت کا یقین کر چکا تھا۔ پس آپ دیکھیں کہ فسادیوں کا کیا انجام ہوتا ہے۔''

سوم۔توحید اسما وصفات:

توحید اسما وصفات یہ ہے کہ قرآن وسنت سے ثابت شدہ تمام صفاتِ الٰہیہ پر ایمان لایا جائے اور انہیں بلا تکییف وتمثیل اور بلا تحریف وتعطیل مانا جائے، فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ﴾ (الاعراف:۱۸۰)

''اور اللہ کے بہت ہی اچھے نام ہیں، پس تم لوگ اسے انہی ناموں کے ذریعہ پکارو۔''

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿ قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ﴾

(بنی اسرائیل:۱۱۰)

''آپ کہہ دیجیے! کہ تم لوگ اللہ کو اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر پکارو، جس نام سے چاہو اُسے پکارو، تمام بہترین نام اسی کے لیے ہیں۔''

نیز فرمایا:

﴿ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَّهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴾ (الشوریٰ:۱۱)

''کوئی چیز اُس کے مانند نہیں اور وہ خوب سننے والا، دیکھنے والا ہے۔''

﴿ فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ﴾ (النحل:۷۴)

''پس تم اللہ کے لیے مثال بیان نہ کرو۔''

اسماوصفات کے متعلق چند اہم اصول وقواعد

پہلا اصل:

اللہ تعالیٰ کے اسماوصفات کے متعلق واردنصوص کتاب وسنت کو ان کی ظاہری دلالت پر باقی رکھا جائے۔ ان میں کسی قسم کا تغیر اور تبدیلی کی جسارت نہ کی جائے۔ کیونکہ معنی ظاہر کو تبدیل کرنا، اللہ تعالیٰ پر بلاعلم بات کرنے کے مترادف ہے، جو کہ شرعی طور پر حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْیَ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَ اَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّ اَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَالَا تَعْلَمُوْنَ﴾ (الاعراف:۳۳)

''آپ کہیے کہ میرے ربّ نے تمام ظاہر وپوشیدہ بدکاریوں کو، اور گناہ اور ناحق سرکشی کو حرام کر دیا ہے، اور یہ بھی حرام کر دیا ہے کہ تم لوگ اللہ کا شریک ایسی چیزوں کو ٹھہراؤ جن کی عبادت کی اللہ نے کوئی دلیل نہیں اتاری ہے، اور یہ بھی کہ تم اللہ کے بارے میں ایسی باتیں کرو جن کا تمہیں علم نہیں۔''

دوسرا اصل:

اس اصل کے تحت چند فروعات ہیں جن کے بیان سے پورا قاعدہ سمجھ آ جائے گا۔

پہلی فرع: اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء غایت درجہ اچھے اور پیارے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَیًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى﴾

(بنی اسرائیل:۱۱۰)

''آپ کہہ دیجیے کہ تم لوگ اللہ کو اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر پکارو، جس نام سے

چاہو اسے پکارو، تمام بہترین اور اچھے نام اسی کے لیے ہیں۔"

دوسری فرع: اللہ تعالیٰ کے اسماء کسی معین عدد میں محصور نہیں ہیں۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَ لَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا﴾ (الکہف:۱۰۹)

"آپ کہیے کہ میرے ربّ کے کلمات لکھنے کے لیے سارا سمندر روشنائی بن جائے، تو میرے ربّ کے کلمات ختم ہونے سے پہلے سمندر خشک ہوجائے گا، چاہے مدد کے لیے ہم اسی جیسا اور سمندر لے آئیں۔"

تیسری فرع: اللہ تعالیٰ کے تمام اسمائے حسنیٰ توقیفی ہیں، یعنی ان کا اثبات محض قرآن وحدیث کی دلیل پر موقوف ہے، لہٰذا اس سلسلہ میں نص شرعی پر ہی اکتفا کیا جائے گا۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ﴾ (بنی اسرائیل:۳۶)

"اور جس بات کا آپ کو علم نہ ہو اس کے پیچھے مت لگیے۔"

چوتھی فرع: اللہ تعالیٰ کے بعض اسماء متعدی ہوتے ہیں اور بعض غیر متعدی۔

۱۔متعدی اسما:

متعدی اسماء کے متعلق درج ذیل تین چیزوں کا اثبات ضروری ہے۔

۱: اللہ تعالیٰ کا ہر نام اُس کی ذات پر دلالت ہے۔

۲: اور اللہ تعالیٰ کا ہر نام اس صفت پر دلالت کرتا ہے جو اس کے نام کے ضمن میں موجود ہے۔

۳: اللہ تعالیٰ کے اس نام کا اثر اس کی مخلوق پر تعدی کرتا ہے۔مثلاً صفت "الرحمٰن" ہے، یہ عقیدہ رکھا جائے کہ وہ اپنے جس بندے پر چاہے رحمت کا نزول فرماتا ہے۔

۲۔غیر متعدی اسما:

غیر متعدی اسما میں مذکورہ تین چیزوں میں سے صرف پہلی دو کا اثبات کیا جائے گا، آخری کا نہیں، مثلاً: السیّد اسما اللہ میں سے ہے، لیکن یہ اسم مخلوق کی طرف متعدی نہیں ہے۔اس کا تعلق

محض ذاتِ باری تعالیٰ سے ہے۔

تیسرا اصل:

اس قاعدہ اور اصل کو سمجھنے کے لیے چند فروعات کا مفہوم انتہائی ضروری ہے۔

پہلی فرع: اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کمال اور مدح پر مشتمل ہیں، ان میں کسی قسم کا کوئی عیب اور نقص نہیں ہے۔ مثلاً: صفت ''الحیاۃ''، ''العلم''، ''القدرۃ'' وغیرہ ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى ﴾ (النحل:۶۰)

''اور اللہ کے لیے سب سے عمدہ اور اعلیٰ صفت ہے۔''

دوسری فرع: اللہ تعالیٰ کی صفات دو قسموں پر ہیں: (۱) ثبوتیہ۔ (۲) سلبیہ۔

۱۔ صفاتِ ثبوتیہ:

اللہ تعالیٰ کی وہ صفات جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے لیے ثابت فرمایا ہے، صفاتِ ثبوتیہ کہلاتی ہیں۔ مثلاً: صفت ''الحیاۃ''، ''العلم''، ''النزول''، ''الوجہ'' وغیرہ۔

پس ان صفات کو اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت کرنا انتہائی ضروری ہے، کما یلیق بجلالہ۔ شانہ

۲۔ صفاتِ سلبیہ:

صفاتِ سلبیہ، وہ صفات ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات سے نفی کر دی ہے۔ ان صفات کی اللہ تعالیٰ کی ذات سے نفی کرنا اور ان کی ضد پر جرائم اس ذاتِ باری تعالیٰ کے لیے ثابت تسلیم کرنا انتہائی ضروری ہے، مثلاً: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَ تَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ ﴾ (الفرقان:۵۸)

''اور آپ ہمیشہ زندہ رہنے والے پر بھروسہ کیجیے، جسے موت نہیں آئے گی۔''

اب ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے موت کی نفی کی جائے، اور اس کے ساتھ ساتھ موت کی ضد صفت ''حیاۃ'' کو اللہ تعالیٰ کے لیے بدرجہ اتم ثابت و تسلیم کیا جائے۔

تیسری فرع: صفاتِ ثبوتیہ کی دو قسمیں ہیں: (۱) ذاتیہ۔ (۲) مغلیہ۔

ا۔صفاتِ ذاتیہ:

صفاتِ ذاتیہ سے مراد اللہ تعالیٰ کی وہ صفات ہیں جن سے وہ ہمیشہ سے ہمیشہ کے لیے متصف ہے، کبھی انقطاع نہیں آیا، جیسے صفت ''سمع'' اور ''بصر'' وغیرہ۔

۲۔صفاتِ فعلیہ:

صفاتِ فعلیہ سے مراد وہ صفات ہیں، جن کا صدوراس کے ارادے پر موقوف ہے، چاہے تو وہ فعل انجام دے اور چاہے تو نہ دے۔ مثلاً صفت ''المجئ'' اور ''الکلام'' وغیرہ۔

چوتھی فرع: ان صفات کے متعلق تین بنیادی اصولوں کا خیال رکھنا ضروری ہے:

ا: اللہ تعالیٰ تمام صفات حقیقی ہیں، ان کی تاویل جائز نہیں۔ مثلاً: اللہ تعالیٰ کے لیے صفت ''ید'' ثابت ہے، تو اس کو حقیقت پر محمول کیا جائے گا، اس کی تاویل ''قدرت'' کے معنی میں کرنا درست نہیں۔

۲: اللہ تعالیٰ کی کسی صفت کی تکییف (کیفیت بیان کرنا) جائز نہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ﴾ (النحل: ۷۴)

''پس تم لوگ اللہ کے لیے مثالیں نہ بیان کرو۔''

۳: اللہ تعالیٰ کی صفات عالیہ، مخلوقات کی صفات کے مشابہ اور مماثل نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَّهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴾ (الشوریٰ: ۱۱)

''کوئی چیز اس کے مانند نہیں، اور وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔''

تمثیل اور تکییف میں فرق:

تمثیل: سے مراد یہ ہے کہ کسی صفت کی اس کے مماثل کے ساتھ مقید کر کے کیفیت بیان کی جائے، مثلاً کوئی شخص یوں کہے کہ اللہ کا ہاتھ انسان کے ہاتھ جیسا ہے۔

تکییف: کا معنی یہ ہے کہ کسی صفت کی اس کے مماثل سے مقید کیے بغیر کیفیت بیان کی

جائے، مثلاً کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے نزول الی سماء الدنیا کی بغیر تشبیہ وتمثیل کے، کسی معین کیفیت کا تخیل کرے۔

تمثیل اور تکییف کا حکم:

تمثیل اور تکییف باطل ونا جائز ہے۔ امام مالک، سفیان بن عیینہ اور عبداللہ بن مبارک رحمہم اللہ فرماتے ہیں: ''أَمِرُّوْهَا بِلَا كَيْفٍ''

''ان صفات کی کیفیت بیان کیے بغیر بیان کرو۔''

یہی وجہ ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان ''اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى'' کا کیا معنی ہے؟ تو آپ نے جواباً فرمایا:

((اَلْاِسْتِوَاءُ مَعْلُوْمٌ وَالْكَيْفِيَّةُ مَجْهُوْلٌ وَالْاِيْمَانُ بِهِ وَاجِبٌ)) [1]

''استوا معلوم ہے، اس کی کیفیت نا معلوم ہے اور اس پر ایمان لانا واجب ہے۔''

عقیدہ طحاویہ میں عرش کے متعلق مرقوم ہے:

((وَالْعَرْشُ وَالْكُرْسِيُّ حَقٌّ، وَهُوَ مُسْتَغْنٍ عَنِ الْعَرْشِ وَمَا دُوْنَهُ مُحِيْطٌ بِكُلِّ شَيْءٍ وَفَوْقَهُ.)) [2]

''عرش اور کرسی کا وجود حق ہے، اللہ تعالیٰ عرش اور اس کے علاوہ ہر چیز سے بے نیاز ہے، ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے اور ہر چیز کے اوپر ہے۔''

شیخ الحنفیۃ ابوالیسر بزدوی رقمطراز ہیں:

''ہاتھ اور چہرے کا اثبات ہمارے نزدیک حق ہے، اس کی اصل واضح ہے۔ وصف اور کیفیت غیر واضح ہے۔ معتزلہ نے کیفیت کو جہالت کی بنا پر اصل کو قبول نہ کیا، اور ان صفات کی تعطیل کر کے معطلہ ہو گئے۔'' [3]

---

[1] سیر أعلام النبلا: ۸/ ۱۰۰، ۱۰۶

[2] عقیدہ طحاویہ، ص: ۵۶، طبعة المکتب الاسلامی۔

[3] شرح الفقہ الاکبر للقاری، ص: ۹۳

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ غنیۃ الطالبین میں لکھتے ہیں:

((لَا یَجُوْزُ وَصْفُهُ بِاَنَّهُ فِیْ كُلِّ مَكَانٍ بَلْ یُقَالُ: اِنَّهُ فِی السَّمَآءِ عَلَی الْعَرْشِ كَمَا قَالَ: اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی))

''اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ کہنا کہ ہر جگہ ہے، جائز نہیں۔ بلکہ یہ کہا جائے کہ وہ آسمان میں عرش پر ہے۔ جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: کہ رحمٰن عرش پر مستوی ہوا۔''

ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

((اِنَّ الْغَضَبَ وَالرِّضَی الَّذِیْ یُوْصَفُ اللهُ بِهٖ مُخَالِفٌ لِمَا یُوْصَفُ بِهِ الْعَبْدُ وَاِنْ كَانَ كُلٌّ مِنْهَا حَقِیْقَةً، فَاِنَّ صَرْفَ الْقُرْآنِ عَنْ ظَاهِرِهٖ وَحَقِیْقَتِهٖ بِغَیْرِ مُوْجَبٍ حَرَامٌ.)) [1]

''اللہ تعالیٰ کی صفت غصہ اور راضی ہونا، بندے کے غصہ اور راضی ہونے کے مخالف ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کیونکہ قرآن مجید کو اس کے ظاہری اور حقیقی معنی سے بغیر کسی دلیل کے پھیرنا حرام ہے۔''

عبداللہ بن ابی الھذیل رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا، کہ کیا آپ کو یہ علم پہنچا کہ جو اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے، وہ اس سے خوش ہوتا ہے۔ سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''لَا بَلْ یَضْحَكُ'' ''نہیں بلکہ اللہ ربّ العزت ہنستا ہے۔'' [2]

امام زہری اور مکحول کہتے ہیں کہ جن احادیث میں اللہ تعالیٰ کی صفات کا ذکر ہے، اُن کو اُسی طرح قبول کرو۔ [3]

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے منقول ہے:

((وَنُقِرُّ بِاَنَّ اللهَ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی مِنْ غَیْرِ اَنْ یَّكُوْنَ لَهٗ

---

[1] شرح الفقه الاكبر، ص: ۹۶ [2] الإبانة: ۳/ ۱۱۱.

[3] شرح أصول إعتقاد أهل السنة والجماعة للالكائي: ۳/ ۴۳۱.

حَاجَةٍ وَاسْتَقَرَّ عَلَيْهِ وَهُوَ حَافِظُ الْعَرْشِ وَغَيْرِ الْعَرْشِ مِنْ غَيْرِ احْتِيَاجٍ)) [1]

''اور ہم اقرار کرتے ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ عرش پر اس کے محتاج ہونے کے بغیر مستوی اور مستقر ہے، اور وہی عرش اور غیر عرش کا بغیر احتیاج وضرورت کے محافظ بھی ہے۔

چوتھا اصل:

گمراہ فرقوں معطّلہ اور مؤوّلہ وغیرہ پر ردّ کا طریقہ۔

ان لوگوں پر ردّ کا طریقہ یہ ہے کہ ان سے کہا جائے۔

۱: تمہارا یہ قول ظاہر نصوص کے خلاف ہے۔

۲: طریقہ سلف کے خلاف ہے۔

۳: اور تمہارے مذہب کی صحیح دلیل سے تائید بھی نہیں ہوتی۔

۴: اور ابوالحسن اشعری، جن کی طرف یہ عقیدہ منسوب کیا جاتا ہے، وہ خود اس عقیدے سے رجوع کر کے سلف صحابہ اور تابعین وائمہ کرام کے عقیدے کے معتقد ہو گئے تھے۔

توحید کی شروط

توحید کی سات شروط ہیں کہ جن کی عدم موجودگی میں توحید کا وجود نہیں ہوگا۔ بعض اہل علم نے ان شروطِ سبعہ کو ایک شعر میں جمع کر دیا ہے:

عِلْمٌ يَقِيْنٌ وَإِخْلَاصٌ وَ صِدْقُكَ مَعَ
مَحَبَّةٍ وَ إِنْقِيَادٍ وَالْقُبُوْلُ لَهَا

سطور ذیل میں ان کو مختصراً مگر جامع انداز میں بیان کر دیا جاتا ہے:

۱۔ علم:

توحید باری تعالیٰ کی گواہی دینے والے شخص کے لیے انتہائی ضروری ہے کہ وہ اس بات

---

[1] إيضاح الدليل في حجج أهل التأويل: ۱/ ۹۷۔ خلاصة علم الكلام: ۱/ ۹.

سے اچھی طرح واقف ہو کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبودِ برحق نہیں، ہر قسم کی عبادت کے لائق وہی ذاتِ باری تعالیٰ ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ (محمد:۱۹)

''پس اے میرے نبی! آپ جان لیجئے کہ بے شک اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں ہے۔''

اس آیت کریمہ کو دلیل بناتے ہوئے امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح کتاب العلم میں باب قائم کیا ہے: ''بَابٌ: اَلْعِلْمُ قَبْلَ الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ''...... ''اس بات کا بیان کہ علم کا درجہ قول وعمل سے پہلے ہے۔''

اور سورۃ ابراہیم میں بھی لوگوں کو حکم دیا کہ وہ اللہ عزوجل کی وحدانیت کا علم حاصل کریں، کیونکہ علم، توحید کے لیے ایسی شرط ہے جس سے انسان کا یقین محکم ہوجاتا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿هَٰذَا بَلَاغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنذَرُوا بِهِ وَلِيَعْلَمُوا أَنَّمَا هُوَ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ وَلِيَذَّكَّرَ أُولُو الْأَلْبَابِ ﴿٥٢﴾﴾ (ابراھیم: ۵۲)

یہ لوگوں کے لیے اللہ کا پیغام ہے، اور تاکہ انہیں اس کے ذریعہ ڈرایا جائے، اور تاکہ وہ جان لیں کہ بے شک اللہ اکیلا معبود ہے، اور تاکہ عقل والے نصیحت حاصل کریں۔''

مزید برآں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ مَاتَ وَهُوَ يَعْلَمُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ.)) [1]

''جو شخص اس حال میں مرگیا کہ وہ اس بات کا علم رکھتا تھا کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے تو وہ آدمی جنت میں داخل ہوگا۔''

اس حدیث نبوی علی صاحبہا التحیۃ والسلام سے بھی قطعیت کے ساتھ ثابت ہوتا ہے کہ توحید کے لیے ''علم'' کی شرط انتہائی ضروری ہے۔

[1] مسند احمد: ۵/ ۲۲۹۔ صحیح ابن حبان: ۱/ ۳۶۹۔ رقم: ۲۰۳۔ سلسلة الصحيحة، رقم: ۲۲۷۸۔

۲۔یقین:

توحید کا معنی ومفہوم جاننے کے بعد اس عقیدہ پر دل سے یقین رکھنا کہ ''تمام عبادات کے لائق محض ذاتِ باری تعالیٰ ہے'' اوراس میں ذرا بھی تردّد نہ کرنا توحید کی دوسری شرط ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا:

﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝۱۵ ﴾

(الحجرات: ۱۵)

''یقینا مومن وہ ہیں جو اللہ اوراس کے رسول پر ایمان لائے، پھر شک میں مبتلا نہیں ہوئے، اوراپنے مال ودولت اوراپنی جانوں کے ذریعے اللہ کی راہ میں جہاد کیا، وہی لوگ سچے ہیں۔''

سیّدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:

((مَا مِنْ نَفْسٍ تَمُوْتُ وَهِيَ تَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ يَرْجِعُ ذٰلِكَ اِلٰى قَلْبِ مُؤْمِنٍ اِلَّا غَفَرَ اللّٰهُ لَهَا .)) [1]

''جو شخص اس حال میں مرا کہ وہ یقین کے ساتھ گواہی دیتا تھا کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، اور میں اللہ کا رسول ہوں تو اللہ اس کے گناہوں کو معاف کردے گا۔''

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

((اَلْيَقِيْنُ الْاِيْمَانُ كُلُّهُ.))

''یقین سارا ایمان ہے۔''

۳۔اخلاص:

توحید کی تیسری شرط اخلاص ہے، اخلاص کا مطلب یہ ہوگا کہ عبادت، دین خالصتاً اللہ تعالیٰ کے لیے ہو، اس میں ریا، اوراغراض دنیا کا عمل دخل نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[1] فتح الباری: ۱/۴۸.

﴿وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ حُنَفَآءَ﴾ (البینة:۵)

''اور انہیں صرف یہی حکم دیا گیا ہے کہ وہ اللہ کی عبادت کریں، اس کے لیے عبادت کو خالص کر کے، یکسو ہو کر۔''

سیّدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، یقیناً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ شَهِدَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصًا فِيْ قَلْبِهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ.))

''جس شخص نے ''لا الٰہ الا اللہ'' کی شہادت اخلاص قلب سے دی، وہ جنت میں داخل ہوگا۔''

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اصل الاسلام شہادتین ہے، پس جس نے عبادت میں نمود و نمائش کو طلب کیا، اس نے توحید کا یقین نہیں کیا۔''

۴۔ صدق:

صدق کا مطلب یہ ہے کہ توحید کے مفاہیم و مطالب کو سمجھنے، یقین کرنے اور اخلاص پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ ان اُمور میں صدق سے کام لے، مگر جو شخص محض زبان سے تو اقرار کرتا ہے لیکن ان اُمور میں صدق سے کام نہیں لیتا، تو وہ منافق ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۚ﴾ (المنفقون:۱)

''اے میرے نبی! جب آپ کے پاس منافقین آتے ہیں تو کہتے ہیں، ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، اور اللہ جانتا ہے کہ آپ بے شک اس کے رسول ہیں، اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافقین بے شک جھوٹے ہیں۔''

یعنی منافقین زبان سے آپ کی رسالت کا اقرار کرتے تھے، لیکن ان کے دل آپ کی رسالت کی تصدیق نہیں کرتے تھے، یعنی اُن کا باطن اُن کے ظاہر کے خلاف تھا تو اُنہیں ان کے

(1) صحیح ابن حبان: ۱/۲۸۰، رقم: ۲۰۰۔ سلسلة الصحیحة، رقم: ۳۳۵۵

اقرار وشہادت میں جھوٹا قرار دیا گیا۔لہٰذا صدق وسچائی توحید میں امر لازم ہے۔اور وہ صدق ایسا ہو جو کذب کے سراسر منافی ہو۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِىْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴾ (الزمر: ۳۳)

''اور جو رسول سچی بات لے کر آیا، اور جن لوگوں نے اس بات کی تصدیق کی، وہی لوگ اللہ سے ڈرنے والے ہیں۔''

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''الصدق'' سے مراد ''کلمہ توحید'' ہے۔[1]

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

((مَا مِنْ اَحَدٍ تَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلَ اللّٰهِ صِدْقًا مِنْ قَلْبِهٖ اِلَّا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ.))[2]

''جو شخص سچے دل سے اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں۔اللہ اس کو جہنم کی آگ پر حرام کر دیتا ہے۔''

۵۔محبت:

جو شخص عقیدۂ توحید کا حامل ہو اسے چاہیے کہ وہ اس عقیدہ سے محبت کرے، کیونکہ توحید کی معرفت محبت کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ﴾ (البقرة: ۱۶۵)

''اور بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو دوسروں کو اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں، اور اُن سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی اللہ سے ہونی چاہیے اور اہل ایمان اللہ سے بے حد محبت کرتے ہیں۔''

سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

---

[1] تفسیر ابن کثیر: ۴/۴۸۴۔الدر المنثور: ۷/۱۹۷۔تفسیر طبری: ۱۱/۴.

[2] صحیح بخاری، کتاب العلم، رقم: ۱۲۸.

((ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ بِهِنَّ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ وَمَنْ كَانَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا، وَمَنْ أَحَبَّ عَبْدًا لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلّٰهِ، وَمَنْ يَكْرَهُ أَنْ يَعُوذَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْقَذَهُ اللّٰهُ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُلْقٰى فِي النَّارِ.)) [1]

''جس شخص میں یہ تین خصلتیں ہوں گی وہ ایمان کا مزہ پالے گا: ایک یہ کہ وہ شخص جسے اللہ اور اس کا رسول ماسوا سے زیادہ عزیز ہوں۔ اور دوسرے یہ کہ جو کسی بندے سے محض اللہ ہی کے لیے محبت کرے۔ اور تیسرے یہ کہ جسے اللہ نے کفر سے نجات دی ہو، پھر دوبارہ کفر اختیار کرنے کو ایسا بُرا جانے جیسے آگ میں گر جانے کو بُرا جانتا ہے۔''

یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جو شخص اللہ کی حدود کا پاس نہ رکھے، وہ اللہ سے محبت کے دعوے میں قطعی سچا نہیں ہے۔'' [2]

ابو یعقوب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''کوئی بھی شخص جو اللہ عزوجل سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے، لیکن اللہ کے احکامات بجا نہیں لاتا، تو اس کا دعویٰ باطل ہے، اور جو اللہ سے محبت کا دم بھرتا ہے لیکن اللہ سے نہیں ڈرتا تو وہ مغرور ہے۔'' [3]

٦۔ تابع داری:

تابع داری اور اطاعت شعاری توحید کی شروط میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَ اَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَ اَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ﴾ (الزمر: ۵۴)

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الایمان، رقم: ۱۲۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم: ۱۶۵.

[2] جامع العلوم والحکم، ص: ۳۹۷.

[3] جامع العلوم والحکم، ص: ۳۹۷۔ الحلیة: ۱/ ۳۵۶.

''اورتم سب اپنے رب کی طرف رجوع کرو، اور اُسی کی اطاعت و بندگی میں لگے رہو، اس سے قبل کہ تم پر عذاب نازل ہوجائے، پھر کسی کی جانب سے تمہاری مدد نہ کی جائے۔''

بلکہ اسلام درحقیقت اپنے جوارح کو اللہ کی توحید کے ساتھ اطاعت شعار بنانے کا نام ہے، اور یہ سب سے مضبوط سہارا ہے۔ ارشاد فرمایا:

﴿ وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗٓ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ﴾

(لقمان: ۲۲)

''اورجس نے اللہ کے سامنے سرتسلیم خم کر دیا، درآنحالیکہ وہ نیکوکار ہو، تو اس نے مضبوط سہارا تھام لیا۔''

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ''اَلْعُرْوَةُ الْوُثْقٰى'' سے مراد ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' کلمہ توحید ہے۔''[1]

۷۔ قبول کرنا:

کلمہ توحید ''لا الٰہ الا اللہ'' کے مطالب ومعانی کو سمجھنے کے ساتھ ساتھ اسے قبول کرنا بھی توحید کی شرط لازم ہے، تکبر اور کینہ کی بنا پر یا تساہل کی وجہ سے عبادت کو ردّ نہ کیا جائے، وگرنہ قبول کی شرط منفقود ہوجائے گی، اور توحید ناقص ہوگی، اللہ تعالیٰ نے کفار کی یہی خرابی بیان فرمائی ہے کہ:

﴿ اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۙ يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ وَيَقُوْلُوْنَ اَىِٕنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ۝ ﴾ (الصافات: ۳۵، ۳۶)

''اُن سے جب کہا جاتا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے تو کبر وغرور کا اظہار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ کیا ہم ایک مجنون شاعر کی باتوں میں آکر اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں۔''

کلمہ توحید کو قبول کرنے والے شخص کو رسول اللہ ﷺ نے کامیابی اور نجات کی بشارت دی

[1] تفسیر طبری: ۲۱۹/۱۰.

ہے، چنانچہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ قَبِلَ مِنِّیْ الْكَلِمَةَ الَّتِیْ عَرَضْتُهَا عَلَى عَمِّیْ فَرَدَّهَا عَلَیَّ ، فَهِیَ لَهُ نَجَاةٌ.)) [1]

''جس نے مجھ سے کلمہ ''توحید'' قبول کرلیا تو یہ کلمہ اس کی نجات کا ذریعہ بن جائے گا، اس کلمہ کو میں نے اپنے چچا پر بھی پیش کیا تھا، لیکن اس نے اسے ردّ کردیا تھا۔''

❀❀❀❀

---

[1] مسند احمد: ۱/۶، رقم: ۲۰۔ کشف الأستار: ۱/۹۔ مسند ابو یعلی: ۱/۲۱، رقم: ۲۴۰۔ شیخ شعیب نے اسے شواہد کی بنا پر ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

باب نمبر ۳:

دین اسلام میں شرک کی مذمت

شرک کیا ہے؟

شرک توحید کی ضد ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات اور عبادت میں کسی غیر کو حصہ دار سمجھنا شرک کہلاتا ہے۔ علامہ ابن القیم رحمہ اللہ شرک کی حقیقت بیان کرتے ہیں کہ:

وَالشِّرْكَ فَاحْذَرْهُ فَشِرْكٌ ظَاهِرٌ

ذَاالْقِسْمِ لَيْسَ بِقَابِلِ الْغُفْرَانِ

وَهُوَ اتِّخَاذُ النِّدِّ لِلرَّحْمٰنِ

اَيًّا كَانَ مِنْ حَجَرٍ وَّمِنْ اِنْسَانٍ

يُدْعَوْهُ اَوْ يُرْجَوْهُ ثُمَّ يَخَافُهُ وَيُحِبُّهُ كَمَحَبَّةِ الدَّيَّانِ [1]

''شرک سے بچو، شرک کی ایک قسم ظاہر و باہر ہے، اور وہ بخشے جانے کے قابل نہیں ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک ٹھہرایا جائے خواہ پتھر ہو یا انسان۔ اسی طرح کہ مصیبت کے وقت اس کو مدد کے لیے پکارا جائے یا اس سے نفع پہنچانے کی امید کی جائے، یا غیبی طور پر ضرر پہنچانے کا خوف کیا جائے یا اس کے ساتھ اللہ کی طرح محبت کی جائے۔''

حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((اَلشِّرْكُ هُوَ اَنْ تَجْعَلَ لِلّٰهِ نِدًّا، اَوْ تَعْبُدَ مَعَهُ غَيْرَهُ مِنْ حَجَرٍ اَوْ بَشَرٍ، اَوْ شَمْسٍ،

---

[1] القصیدة النونیة، ص: ۱۷۰، طبع ھند سنة ۱۳۵٦ھ.

أَوْ قَمَرٍ، أَوْ جِنِّيٍ، أَوْ نَجْمٍ، أَوْ مَلَكٍ، أَوْ شَيْخٍ أَوْ غَيْرِ ذَلِكَ.)) [1]

''شرک یہ ہے کہ تو کسی کو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرائے، یا اس کے عبادت کرنے کے ساتھ ساتھ تو کسی غیر مثلاً پتھر، انسان، سورج، چاند، نبی، جن، ستارے، فرشتے یا کسی شیخ کی عبادت کرنا شروع کر دے۔''

مفسر قرآن، سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

((اَلْمُشْرِكُ الَّذِیْ عَبَدَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا غَيْرَهُ.)) [2]

''مشرک وہ ہے جو اللہ کے ساتھ دوسرے کسی معبود کی عبادت کرے۔''

شرک کے ثمرات

(۱) شرک سب سے بڑا ظلم ہے:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴾ (لقمان: ۱۳)

''بے شک شرک ظلم عظیم ہے۔''

صحیح بخاری میں سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب آیت ﴿ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ ﴾ ''جنھوں نے ایمان کو ظلم سے نہیں ملایا، وہی احسن اور راہِ راست پر ہیں۔'' اتری تو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بڑی مشکل آن پڑی اور انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، یا رسول اللہ! ہم میں سے وہ کون ہے جس نے ایمان کو ظلم سے نہیں ملایا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ظلم سے مراد عام گناہ نہیں، بلکہ ظلم سے مراد وہ ظلم ہے جو جناب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ بیٹے! ﴿ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴾ (لقمان: ۱۳) ''شرک بہت بڑا ظلم ہے۔'' [3]

---

[1] تذکرۃ أولی الأبصار فی معرفۃ الکبائر، ص: ۱۹. [2] صحیح بخاری، کتاب تفسیر القرآن، سورۃ الرعد.

[3] صحیح بخاری، کتاب التفسیر، رقم: ۴۷۷۶.

(۲) میدانِ جنگ میں مشرک کا خون اور مال حلال ہے:

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَإِذَا انسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدتُّمُوهُمْ وَخُذُوهُمْ وَاحْصُرُوهُمْ وَاقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ﴾ (التوبہ:۵)

''پس جب ان کے مہینے گزر جائیں تو مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کرو، اور انھیں گرفتار کرلو اور انھیں گھیر لو، اور ہر گھات میں لگنے کی جگہ پر ان کی تاک میں بیٹھے رہو۔''

اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ، فَإِذَا قَالُوهَا عَصَمُوا مِنِّي دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا.)) [1]

''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک لڑتا رہوں جب تک وہ ''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ'' کا اقرار نہ کرلیں، اور جب وہ اس کا اقرار کرلیں تو مجھ سے اپنے خون اور مال محفوظ کرلیں گے، مگر اس کے حق کے ساتھ۔''

(۳) مشرک کے تمام اعمال اور بھلائیاں اکارت ہوجاتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اٹھارہ انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر خیر کرنے کے بعد ارشاد فرمایا:

﴿وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ (الانعام:۸۸)

''اور اگر وہ شرک کرتے تو ان کے اعمال ضائع ہوجاتے۔''

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں شرک کی ہیبت ناکی اور اس کی خطرناکی کو بیان کیا گیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ زمر آیت (۶۵) میں فرمایا ہے:

﴿وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ﴾

''آپ کو اور آپ سے پہلے تمام انبیاء کو بذریعہ وحی بتایا گیا ہے کہ آپ نے شرک کیا تو آپ کا عمل ضائع ہوجائے گا۔'' [2]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الایمان، رقم: ۲۵. [2] تفسیر ابن کثیر: ۲/ ۲۶۰.

اللہ تعالیٰ نے مشرک کی ایک انتہائی عجیب مثال بیان کی جس کے ذریعہ اس کی ضلالت و گمراہی، ہلاکت و بربادی اور راہِ حق سے انتہائی دوری کی عکاسی کی گئی ہے۔ ارشاد فرمایا:

﴿ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ﴾ (الحج: ٣١)

''اور جو شخص اللہ کے ساتھ کسی کو شریک بناتا ہے وہ گویا آسمان سے گرتا ہے تو چڑیاں اسے فضا میں ہی اُچک لیتی ہیں یا تیز ہوا اُسے کسی دور دراز جگہ پر پھینک دیتی ہے۔''

(۴) شرک کی مغفرت نہیں ہوگی:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا ﴾ (النساء: ٤٨)

''بے شک اللہ اس بات کو معاف نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک بنایا جائے اور اُس کے علاوہ گناہوں کو جس کے لیے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے۔''

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۭ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ﴾ (النساء: ١١٦)

''بے شک اللہ اپنے ساتھ شرک کیے جانے کو معاف نہیں کرتا، اور اس کے علاوہ گناہوں کو جس کے لیے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے، اور جو شخص اللہ کے ساتھ شریک کرتا ہے، وہ گمراہی میں بہت دور تک چلا جاتا ہے۔''

(۵) مشرک ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں پڑا رہے گا:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ۭ وَمَا

لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿ (المائدہ:۷۲)

''بے شک جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک ٹھہرائے گا تو اللہ نے اُس پر جنت حرام کر دی ہے، اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے، اور ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔''

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ مَاتَ وَهُوَ يَدْعُوْا لِلّٰهِ نِدًّا دَخَلَ النَّارَ.)) [1]

''جو شخص اس حالت میں مرا کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک ٹھہراتا تھا، تو وہ جہنم کی آگ میں داخل ہوگا۔''

(۶) شرک کے لیے سفارش نہیں ہوگی:

اگر بغرض محال کوئی نبی یا فرشتہ اُس دن ان کے لیے سفارش بھی کرے گا تو وہ ان کے کام نہیں آئے گی۔ دوسرے لفظوں میں، وہ شفاعت کے اہل نہیں ہوں گے، اس لیے اللہ تعالیٰ کسی نبی یا فرشتہ کو ان کے لیے سفارش کرنے کی اجازت ہی نہیں دے گا، اس لیے کوئی ایسی سفارش نہیں پائی جائے گی جو انھیں نفع پہنچائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ ﴾ (المدثر:۴۸)

''پس (اُس وقت) شفاعت کرنے والوں کی شفاعت ان کے کام نہیں آئے گی۔''

سیّدنا نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کے لیے سفارش کی، تو یہ سفارش نہ صرف نامقبول ٹھہری، بلکہ خود سفارش سے ہی منع کر دیا گیا، کیونکہ وہ مشرک تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ فَلَا تَسْئَلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنِّيْۤ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴾

(ھود:۴۸)

''پس آپ ایسا سوال نہ کیجیے جس کا آپ کو کوئی علم نہ ہو، میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ نادانوں میں سے نہ ہو جایئے۔''

یہی حال اپنے مشرک باپ کے لیے سیّدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی شفاعت کا ہوگا۔ چنانچہ

[1] صحیح بخاری، کتاب التفسیر، رقم: ۴۴۹۷.

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''ابراہیم کہیں گے: اے رب! تو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ مجھے قیامت کے روز رسوانہیں کرے گا، لیکن اس رسوائی سے بڑھ کر اور کیا رسوائی ہو سکتی ہے کہ میرا باپ تیری رحمت سے دور ہے؟'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''میں نے جنت کو کافروں پر حرام کر دیا ہے۔'' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''پھر کہا جائے گا کہ اے ابراہیم! تمہارے قدموں کے نیچے کیا چیز ہے؟ وہ دیکھیں گے تو ایک ذبح کیا ہوا جانور خون میں لتھڑا وہاں پڑا ہوگا، چنانچہ اسے پاؤں سے پکڑ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔'' [1]

عصر حاضر میں چند شرکیہ اُمور

اب سطور ذیل میں مسلم ممالک میں پھیلے ہوئے شرک کے چند نمونے پیش خدمت قارئین ہیں، ممکن ہے کہ کوئی راہ بھٹکا صراطِ مستقیم پر آ جائے اور ہماری اور اُس کی بخشش و نجات کا سامان ہو جائے۔

(۱) قبر پرستی:

فوت شدہ اولیاء کی ذات سے ضرورتوں اور حاجات کی بار یابی اور مصائب کے حل کی تلاش اور مدد و تعاون طلب کرنے کی غرض سے ان کی قبروں پر آنا قبر پرستی ہے۔ جس سے رسول اللہ ﷺ نے بایں الفاظ منع فرمایا:

((لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَاءِهِمْ مَسَاجِدَ.)) [2]

''یہودیوں اور عیسائیوں پر اللہ کی لعنت ہو، انھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔''

نیز ارشاد فرمایا:

((أَلَا وَإِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوْا يَتَّخِذُوْنَ قُبُوْرَ اَنْبِيَاءِهِمْ مَسَاجِدَ، أَلَا فَلَا

---

[1] صحیح بخاری، کتب احادیث الانبیاء، رقم: ۳۳۵۰.

[2] صحیح بخاری، کتاب الصلاۃ، رقم: ۴۳۵.

تَتَّخِذُوْا الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ فَاِنِّیْ أَنْهَاكُمْ عَنْ ذٰلِكَ.)) ❶

''خبردار! تم سے پہلے کے لوگوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا رکھا تھا، اس لیے خبردار! تم بھی قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنالینا۔''

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((وَالَّذِيْنَ يَزُرُوْنَ قُبُوْرَ الْأَنْبِيَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ وَيَحُبُّوْنَ اِلَيْهِمْ لِيَدْعُوْهُمْ وَلِيَسْأَلُوْهُمْ أَوْ لِيَعْبُدُوْهُمْ وَيَدْعُوْهُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ هُمْ مُشْرِكُوْنَ.)) ❷

''جو لوگ انبیاء علیہم السلام اور صالحین کی قبروں کی زیارت کرنے کے لیے آتے ہیں، اور وہ اس غرض سے آتے ہیں کہ انھیں پکاریں اور ان سے سوال کریں یا ان کی عبادت کی غرض سے آتے ہیں تو وہ مشرک ہیں۔''

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں انبیاء کی تصویروں، بزرگوں کی قبروں اور درختوں تک کی پرستش ہوتی تھی۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ:

''لات ایک صالح آدمی تھا جو حاجیوں کو ستو پلایا کرتا تھا۔'' ❸

مزید برآں حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

''لات ایک سفید رنگ کا پتھر تھا، جس پر مکان بنا ہوا تھا، پردے لٹکے ہوئے تھے، اور وہاں مجاور رہتے تھے اور اس کے گرد حد مقرر کی ہوئی تھی۔'' (تفسیر ابن کثیر: ۴/ ۲۶۷)

ابن جریر نے لکھا ہے کہ:

''عزیٰ مکہ اور طائف کے درمیان ایک درخت تھا، جس پر عظیم الشان عمارت بنی ہوئی تھی، اور اس میں پردے لٹکے ہوئے تھے۔ فتح مکہ کے بعد ان سب قبوں اور تکیوں کو گرا دیا گیا اور ایسے درختوں کو کٹوا دیا گیا۔'' ❹

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ:

---

❶ صحیح مسلم، کتاب المساجد، رقم: ۱۱۸۸.
❷ الرد علی الأخنائی، ص: ۵۲.
❸ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، رقم: ۴۸۵۹.
❹ تفسیر طبری: ۴/ ۲۶۷.

''قبیلہ انصار کے کچھ لوگ منات کا احرام باندھتے تھے۔ منات ایک بت تھا جو مکہ اور مدینہ کے درمیان رکھا ہوا تھا۔'' ❶

(۲) غیر اللہ کے لیے نذر و نیاز:

اللہ کے علاوہ کسی کے لیے بھی نذر و نیاز کرنا شرک ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے:

((مَنْ نَذَرَ أَنْ یُطِیْعَ اللّٰہَ فَلْیُطِعْهُ، وَمَنْ نَذَرَ اَنْ یَّعْصِیَ اللّٰہَ فَلَا یَعْصِهِ.)) ❷

''جو شخص یہ نذر مانے کہ وہ کسی معاملہ میں اللہ کی اطاعت کرے گا تو اُسے اپنی یہ نذر پوری کرنی چاہیے، اور جو شخص ایسی نذر مانے جو اللہ کی نافرمانی پر منتج ہو تو اس کو پورا کرکے اللہ کا نافرمان نہ بنے۔''

علامہ حصفکی نے الدر المختار میں لکھا ہے:

((وَاعْلَمْ اَنَّ الَّذِیْ یَقَعُ لِلْاَمْوَاتِ مِنْ اَکْثَرِ الْعَوَامِ وَمَا یُؤْخَذُ مِنَ الدَّرَاهِمِ وَالشَّمْعِ وَالزَّیْتِ وَنَحْوِهَا اِلَی ضَرَائِحِ الْاَوْلِیَاءِ الْکِرَامِ تَقَرُّبًا إِلَیْهِمْ فَهُوَ بِالْاِجْمَاعِ بَاطِلٌ وَحَرَامٌ.)) ❸

''جان لو کہ اکثر لوگ مردہ بزرگوں کے نام پر جو نذریں، نیازیں دیتے ہیں، اور جو روپے پیسے، تیل اور چراغ وغیرہ بطورِ نذر کے مزارات اولیاء پر تقرب کی غرض سے لائے جاتے ہیں، یہ سب کچھ بالاجماع باطل اور حرام ہے۔''

مولانا عبدالحی لکھنوی رقم طراز ہیں:

''غیر اللہ کی نذر و منت حرام ہے اور منذور وغیرہ شیرینی ہو یا رخونی ہر امیر و فقیر پر اس کا کھانا حرام ہے۔'' ❹

---

❶ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، رقم: ۴۸۶۱.

❷ مسند احمد: ۲۰۸/۶۔ شیخ شعیب نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

❸ الدر المختار: ۱۵۵/۱.

❹ فتاوی عبدالحی لکھنوی.

(٣) غیر اللہ کے لیے ذبح کرنا:

کتاب اللہ میں چار مقامات پر غیر اللہ کے لیے ذبح کو حرام کیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ۚ﴾ (البقرة: ١٧٣)

''اللہ نے تم پر مردہ، خون، سور کا گوشت اور اس جانور کو حرام کر دیا ہے جیسے غیر اللہ کے نام سے ذبح کیا گیا ہو۔''

ابن جریر طبری نے بعض سلف سے ''وَمَا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ'' کی تفسیر ''مَا ذُبِحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ'' نقل فرمائی ہے۔ [1]

اسی طرح علامہ سیوطی نے مفسر قرآن سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ''وَمَا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ'' کی تفسیر ''مَا ذُبِحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ'' نقل فرمائی ہے۔ [2]

اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ.)) [3]

''اللہ تعالیٰ لعنت کرے اس شخص کو جس نے غیر اللہ کے لیے ذبح کیا۔''

تفسیر نیشاپوری میں مرقوم ہے:

((اَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ لَوْ اَنَّ مُسْلِمًا ذَبَحَ ذَبِيْحَةً وَقَصَدَ بِهَا التَّقَرُّبَ إِلَى غَيْرِ اللّٰهِ صَارَ مُرْتَدًّا وَذَبِيْحَتُهُ ذَبِيْحَةُ مُرْتَدٍ.)) [4]

''یعنی علمائے کرام کا اس پر اجماع ہے کہ ذبح کیا کسی نے کوئی ذبیحہ اور قصد کیا اسی ذبح سے تقرب غیر اللہ کا، تو وہ شخص مرتد ہو جائے گا، اور اس کا ذبیحہ مرتد کے مانند ہوگا۔''

---

[1] تفسیر طبری: ٢/ ٩٠.

[2] تفسیر الدر المنثور: ٢/ ١٣٢۔ طبعة مركز مجمع للبحوث والدراسات.

[3] صحیح مسلم، کتاب الأضاحی، رقم: ٥١٢٥.

[4] بحوالہ فتاویٰ عزیزی، ص: ٥٣٧. فتح البیان: ١/ ٢٤٠.

(۴) جادوٹونہ اور کہانت:

جادو کفر، اور سات ہلاک کرنے والے کبیرہ گناہوں میں اس کا شمار ہے، اور یہ نفع کے بجائے ہمیشہ نقصان ہی دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَيَتَعَلَّمُونَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ﴾ (البقرہ: ۱۰۲)

''اور وہ لوگ ایسی چیزیں سیکھتے ہیں جو ان کے لیے فائدے کی بجائے نقصان دہ ہیں۔''

﴿وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ﴾ (البقرۃ: ۱۰۲)

''اور سلیمان نے کفر نہیں کیا، بلکہ شیطانوں نے کفر کیا وہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے، اور وہ چیزیں بھی جو بابل کے دو فرشتوں ہاروت و ماروت پر نازل کی گئی تھیں، اور سکھانے سے پہلے وہ متنبہ کر دیتے تھے کہ ہم فتنہ ہیں، لہٰذا اس کو مت کرو۔''

کہانت بھی کفریہ اور شرکیہ اُمور میں سے ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ أَتٰى كَاهِنًا اَوْ عَرَّافًا فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُوْلُ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا اُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ.)) [1]

''جو شخص کسی کاہن یا نجومی کے پاس آیا، اور اس کے اقوال کی تصدیق کی تو اس نے محمد ﷺ پر نازل شدہ شریعت کا انکار کیا۔''

سیّدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جزیرۂ عرب کو اللہ تعالیٰ نے شرک سے پاک اور صاف کر دیا ہے، تا آنکہ علوم نجوم ان کی گمراہی کا سبب بن جائے۔'' [2]

---

[1] مسند احمد: ۴۲۹/۲۔ شیخ شعیب نے اسے ''حسن'' کہا ہے۔

[2] مجمع الزوائد: ۱۱۴/۹۔ علامہ ہیثمی نے اس کی نسبت طبرانی اوسط اور ابو یعلیٰ کی طرف کی ہے، اور کہا ہے کہ ابو یعلیٰ کی سند ''حسن'' ہے۔

(۵) حادثات اور انسانی زندگی پر ستاروں کی تاثیر کا عقیدہ:

انسانی زندگی پر ستاروں کی تاثیر کا عقیدہ بھی شرکیہ عقیدہ ہے۔ اہل عرب کا یہ خیال تھا کہ ستاروں کی ایک منزل کے گرنے اور دوسری کے اُبھرنے کے ساتھ بارش برستی ہے۔ چنانچہ وہ انہی منازل کی طرف بارش کی نسبت کیا کرتے تھے، اور کہا کرتے تھے: " مُطِرْنَا بِنَوْءِ كَذَا " ہمیں فلاں ستارے یا فلاں منزل (نچھتر) سے بارش دی گئی ہے۔" [1]

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس شرکیہ عقیدہ کی تردید میں ارشاد فرمایا:

﴿وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ ۝﴾ (الواقعہ: ۸۲)

"اور تم اپنے حصے میں یہی لیتے ہو کہ جھٹلاتے پھرو۔"

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((وَ تَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ يَقُوْلُ شُكْرَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ، يَقُوْلُوْنَ مُطِرْنَا بِنَوْءِ كَذَا وَكَذَا وَبِنَجْمِ كَذَا وَكَذَا.)) [2]

"تم اللہ کی نعمتوں کے مقابلہ میں اظہارِ شکر کا یہ طریقہ اپناتے ہو کہ تم اس نعمت کے من جانب اللہ ہونے کا انکار کرتے ہو (اور کہتے ہو) کہ ہمیں فلاں ستارے یا فلاں نچھتر سے بارش دی گئی ہے۔"

پس معلوم ہوا کہ بارش کی نسبت اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ستاروں کی طرف کرنا اسبابِ شرک میں سے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے: "میری اُمت جاہلیت کے چار کام ترک نہیں کرے گی (ان میں سے ایک ہے) "اَلْاِسْتِسْقَاءُ بِالنُّجُوْمِ " [3]

---

[1] تیسیر العزیز الحمید، ص: ۴۵۱.

[2] سنن ترمذی، کتاب التفسیر، رقم: ۳۲۹۵۔ مسند احمد: ۱/۱۰۸، رقم: ۸۴۹، ۸۵۰۔ فتح الباری: ۲/۵۲۲۔ تفسیر ابن کثیر: ۴/۲۹۹۔ حافظ ابن کثیر اور ابن حجر نے اسے "صحیح" اور شیخ شعیب نے "حسن لغیرہ" کہا ہے۔

[3] صحیح مسلم، کتاب الجنائز، رقم: ۲۱۶۰.

''ستاروں سے بارش برسنے کا عقیدہ رکھنا۔''

(۶) تعویذ گنڈوں کا عقیدہ:

نظر بد اور دیگر آفات و بلیات اور مصائب کے نزول سے پہلے تمیم اور گھونگے لٹکانا کہ وہ ان کو ٹال سکیں شرک ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ تَعَلَّقَ تَمِيْمَةً فَقَدْ أَشْرَكَ.)) [1]

''جس نے تعویذ لٹکایا اس نے شرک کیا۔''

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

((لَيْسَتِ التَّمِيْمَةُ مَا تَعَلَّقَ بِهِ بَعْدَ الْبَلَاءِ إِنَّمَا التَّمِيْمَةُ مَا تَعَلَّقَ بِهِ قَبْلَ الْبَلَاءِ.)) [2]

''تمیمہ وہ نہیں جو بلا کے بعد لٹکایا جائے، تمیمہ وہ ہے جو بلا سے قبل لٹکایا جائے۔''

اہل عرب کی عادت تھی کہ بچے کے سر پر نظر بد سے بچنے کے لیے گھونگے اور موتی لٹکاتے تھے، شریعت نے انہیں باطل قرار دے دیا۔ امام بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((اَلتَّمَائِمُ جَمْعُ تَمِيْمَةٍ وَهِيَ خَرَزَاتٌ كَانَتِ الْعَرَبُ تُعَلِّقُهَا عَلَى أَوْلَادِهِمْ يَتَّقُوْنَ بِهَا الْعَيْنَ بِزَعْمِهِمْ فَأَبْطَلَهَا الشَّرْعُ.)) [3]

''تمائم، تمیمہ کی جمع ہے، اور یہ گھونگے ہیں جنہیں عرب اپنے گمان میں اپنی اولاد کو نظر بد وغیرہ سے بچانے کے لیے پہناتے تھے، شریعت نے انہیں باطل قرار دیا ہے۔''

محدث البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اور اسی قسم سے بعض لوگوں کا گھر کے دروازے پر جوتا لٹکانا، یا مکان کے اگلے

---

[1] مسند احمد: ۱۵۶/۴، رقم: ۱۷۴۲۲۔ مستدرك حاکم: ۲۱۹/۴۔ امام حاکم نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

[2] مستدرك حاکم: ۲۱۷/۴۔ حاکم نے اسے شیخین کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے۔

[3] شرح السنة: ۱۵۸/۱۲.

حصے پر، یا بعض ڈرائیور حضرات کا گاڑی کے آگے، یا پیچھے جوتے لٹکانا، یا گاڑی کے اگلے شیشے پر ڈرائیور کے سامنے نیلے رنگ کے منکے لٹکانا بھی ہے، یہ سب ان کے زعمِ باطل کے مطابق نظرِ بد سے بچاؤ کی وجہ سے ہے۔''[1]

(۷) غیر اللہ کی قسم کھانا:

غیر اللہ کی قسم کھانا شرک ہے، کیونکہ یہ تعظیم کی ایک قسم ہے جو صرف اللہ تعالیٰ کو زیب دیتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ فَقَدْ كَفَرَ وَاَشْرَكَ.))[2]

''جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے شرک یا کفر کیا۔''

بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ حَلَفَ بِالْاَمَانَةِ فَلَيْسَ مِنَّا.))[3]

''جس نے امانت کی قسم کھائی وہ ہم سے نہیں ہے۔''

امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں ایک قافلے میں باپ کی قسم کھاتے ہوئے سنا، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّ اللّٰهَ يَنْهَاكُمْ اَنْ تَحْلِفُوْا بِآبَائِكُمْ فَمَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللّٰهِ أَوْلِيَسْكُتْ.))[4]

''بے شک اللہ تمھیں اپنے باپوں کی قسم کھانے سے منع کرتا ہے، جو شخص قسم کھانا چاہے، وہ اللہ کی قسم کھائے، یا خاموش رہے۔''

---

[1] سلسلة الصحيحة: ۱/۶۵۰.

[2] مسند احمد: ۱۲۵/۲، رقم: ۶۰۷۲۔ مستدرك حاكم: ۲۹۷/۴۔ سنن ترمذی، رقم: ۱۵۳۵۔ سلسلة الصحيحة، رقم: ۲۰۴۲۔

[3] سنن ابوداؤد، كتاب الايمان والنذور، رقم: ۳۲۵۳۔ سلسلة الصحيحة، رقم: ۹۴.

[4] سنن ابوداؤد، كتاب الايمان والنذور، رقم: ۳۲۴۹۔ صحيح بخاری، كتاب الايمان والنذور، رقم: ۶۶۴۶۔ صحيح مسلم، كتاب الايمان، رقم: ۴۲۵۷.

(۸) اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ اشیاء کو حلال اور حلال کو حرام ٹھہرانا:

اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ اشیاء کو حلال، اور حلال کردہ اشیاء کو حرام ٹھہرانا بھی شرکِ اکبر کی ایک صورت ہے، جو ہمارے معاشرہ میں عام ہے۔ نیز کسی شخص کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ اُسے کسی چیز کو حلال اور حرام ٹھہرانے کا پورا پورا اختیار ہے، یہ بھی شرک کی قبیل سے ہے، چاہے وہ کسی جرگے کی صورت میں ہو یا عدالت کی صورت میں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مقدس کلام میں اس شرک کا یوں تذکرہ کیا ہے:

﴿ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ (التوبہ: ۳۱)

''اُن لوگوں نے اپنے عالموں اور اپنے عابدوں کو اللہ کے بجائے رب بنالیا۔''

سیّدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے جب ان آیات کی تلاوت سنی، تو متعجبانہ انداز سے کہنے لگے: ہم لوگ ان کی عبادت تو نہیں کیا کرتے تھے؟ اس پر رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((أَجَلْ وَلٰكِنْ يُّحِلُّوْنَ لَهُمْ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فَيَسْتَحِلُّوْنَ، وَيُحَرِّمُوْنَ عَلَيْهِمْ مَّا اَحَلَّ اللّٰهُ فَيُحَرِّمُوْنَهُ فَتِلْكَ عِبَادَتُهُمْ لَهُمْ.)) [1]

''ٹھیک ہے، لیکن وہ اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ اشیاء کو اُن کے لیے حلال کرتے تھے جسے وہ لوگ حلال مان لیتے تھے، اور وہ اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ اشیاء کو حرام کرتے تھے جسے وہ لوگ حرام مان لیتے تھے، پس یہی تو اُن کی عبادت ہے۔''

[1] سنن الكبرىٰ للبيهقي: ۱۰/۱۱۶، كتاب تفسير القرآن عن رسول اللّٰه ﷺ، باب ''ومن سورة التوبة'' رقم: ۳۰۹۵.

(۹) بعض اشیاء میں نفع کی موجودگی کا عقیدہ رکھنا:

کچھ لوگ بعض اشیاء میں نفع کی موجودگی کا عقیدہ رکھتے ہیں، جبکہ اللہ تعالیٰ نے ان میں کسی قسم کا کوئی نفع نہیں رکھا ہوتا تو ایسا کرنا شرک ہے، اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے کے منافی ہے۔ مثال کے طور پر بعض لوگ مختلف نگینوں والی انگوٹھیاں پہنے ہوتے ہیں، بعضوں نے معدنی کڑے، بعضوں نے مختلف قسم کے منکے اور بعضوں نے تعویذ لٹکائے ہوتے ہیں، جن میں واضح

طور پر شرکیہ عبارتیں لکھی جاتی ہیں، مثلاً جنوں اور شیاطین سے استغاثہ وغیرہ۔ لہٰذا کسی قسم کا کوئی (شرکیہ) تعویذ گردن میں لٹکانا، گھر میں آویزاں کرنا یا گاڑی وغیرہ میں رکھنا بہت بڑا گناہ، بلکہ شرک ہے۔ چنانچہ رسول معظم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ عَلَّقَ تَمِيْمَةً فَقَدْ أَشْرَكَ.)) [1]

''جس کسی نے تعویذ لٹکایا تحقیق اُس نے شرک کیا۔''

(۱۰) قومیت پرستی:

کسی بھی دور میں جب لوگ قومیت پرستی کے فتنے میں مبتلا ہوتے ہیں، اور اپنا سارا سرمایۂ حیات اس کو سمجھ بیٹھتے ہیں، تو وہ اُس وقت شرک کا طوق اپنے گلے میں ڈال کر ربّ رحمان کو ناراض کر بیٹھتے ہیں، جس کے سبب وہ ہمیشہ کی تنزلی کا شکار ہو کر اپنی دنیا اور عاقبت دونوں خراب کر بیٹھتے ہیں، جیسا کہ قزمان بن حارث ''غزوۂ اُحد'' میں بے باکی اور بہادری سے لڑا اور کئی مشرکین کو موت کے گھاٹ بھی اُتارا، لیکن رسول مکرم ﷺ نے اُسے اہل دوزخ میں شمار کیا۔

((أَمَا إِنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ.))

''یقیناوہ (قزمان......) اہل جہنم میں سے ہے۔''

اس لیے کہ قزمان بن حارث کا بے باکی سے لڑنا اور مشرکین کو موت کے گھاٹ اُتارنا محض اپنی قوم کی نام وری کے لیے تھا، جیسا کہ اُس نے خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے سامنے اس بات کا اظہار کیا۔

---

[1] مسند احمد: ۱۵۶/۴، رقم: ۱۷۴۲۲۔ سلسلة الاحاديث الصحيحة، رقم: ۴۹۲.

((وَاللّٰهِ مَا قَاتَلْنَا إِلَّا عَلَى الْأَحْسَابِ.)) [1]

''اللہ کی قسم! ہم نے خاندانی شرافت اور حسب کے لیے لڑائی لڑی ہے۔''

واضح رہے کہ قومیت پرستی کو اقوامِ عالم کے جملہ مذاہب نے مختلف صورتوں اور شکلوں میں قائم رکھا ہے۔ مثال کے طور پر کسی قوم کے افراد کے دماغوں میں یہ تصور قائم کیا گیا کہ شاہانِ مملکت رحمان کا سایہ ہوتے ہیں، جن کے سامنے کسی متنفس کو چون و چراں کرنے کی کوئی مجال نہیں

ہوتی، اورانہیں ہمیشہ ظل الٰہی کہہ کر پکارا گیا۔

(۱۱)عقیدہ ''نُوْرٌ مِّنْ نُّوْرِ اللّٰہِ'':

امام الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ یا کسی اور جلیل القدر ہستی کو ''نُوْرٌ مِّنْ نُّوْرِ اللّٰہِ''یعنی ''اللہ تعالیٰ کے نور میں سے نور کہنا'' حقیقتاً اللہ تعالیٰ کا جزو ٹھہرانے کے مترادف ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کی نہ کوئی اولاد ہے، اور نہ ہی کوئی جزو، بلکہ وہ یکتا اور اکیلا ہے۔

جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۚ لَمْ يَلِدْ ۙ وَ لَمْ يُوْلَدْ ۙ وَ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۠﴾ (الاخلاص)

''(اے پیغمبر! اُن لوگوں سے جو اللہ کا حال پوچھتے ہیں یوں) کہہ دیجیے وہ اللہ ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے۔ نہ اُس نے کسی کو جنا (نہ کوئی اُس کی اولاد) ہے نہ اُس کو کسی نے جنا (نہ وہ کسی کی اولاد) ہے، اور اُس کے برابر والا (جوڑ کا ہم سر) کوئی نہیں ہے۔''

یہ عقیدہ یعنی رسول اللہ ﷺ کو ''نُوْرٌ مِّنْ نُّوْرِ اللّٰہِ'' کہنا قرآنی آیات اور احادیثِ صحیحہ کے صریح مخالف ہے۔

چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

﴿قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰۤى اِلَيَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ﴾ (الکھف:۱۱۰)

❶ الإصابہ لابن حجر: ۵/۳۳۵، ترجمۃ رقم: ۷۱۲۳.

''آپ کہہ دیجیے کہ میں تو تمہارے جیسا ہی ایک انسان ہوں، مجھے وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود صرف ایک ہے۔''

(۱۲)بدشگونی لینا:

نبی مکرم جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی جب بعثت ہوئی تو دنیا جہالت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں غرق تھی اور طرح طرح کے شیطانی وسوسوں اور شرکیہ توہمات میں پھنسی ہوئی تھی۔

جاہلیت کے شرکیہ عقائد میں جہاں بتوں کو معبود بنانا، انبیاء علیہم السلام کو مشکل کشا ماننا، جنات کی پناہ مانگنا تھا، وہاں بدشگونی لینے کا عقیدہ بھی قائم تھا۔

بدشگونی کے لیے لغت عرب میں لفظ ''اَلطِّیَرَۃُ'' استعمال ہوتا ہے، جس کے معنی ''کسی چیز کو باعث نحوست و بدشگونی قرار دینے'' کے ہیں۔ جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿فَإِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَ مَنْ مَّعَهٗ ۗ اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝﴾ (الاعراف: ۱۳۱)

''پس جب اُنھیں کوئی اچھی چیز ملتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم تو ہیں ہی اس کے حقدار، اور اگر اُن کو کوئی بدحالی پیش آتی، تو موسیٰ اور اُن کے ساتھیوں کی نحوست بتلاتے، حالانکہ اُن کی نحوست تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے، لیکن اُن کے اکثر لوگ نہیں جانتے۔''

بہرحال بدشگونی کا عقیدہ قطعی حرام ہے، اور توحید کے یکسر منافی ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عقیدہ کی تردید میں فرمایا:

((اَلطِّیَرَۃُ شِرْکٌ.)) [1]

''بدشگونی شرک ہے۔''

ایک شبہ اور اس کا ازالہ:

بعض لوگ کم علمی کی بنیاد پر یہ کہہ دیتے ہیں کہ امت محمد علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں مطلق طور پر شرک آ جانے کا اندیشہ نہیں ہے، اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((وَاللّٰہِ مَا اَخَافُ عَلَیْکُمْ اَنْ تُشْرِکُوْا بَعْدِیْ وَلٰکِنْ اَخَافُ عَلَیْکُمْ اَنْ تَنَافَسُوْا فِیْھَا.)) [2]

''اللہ کی قسم! مجھے اس کا ڈر نہیں کہ میرے بعد تم لوگ شرک کرو گے، بلکہ میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ تم لوگ دنیا حاصل کرنے میں رغبت کرو گے۔''

ازالہ:

اوّلا:...... اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ امت مسلمہ مجموعی طور پر شرک کا ارتکاب نہیں

❶ سنن ابی داؤد، کتاب الطب، باب فی الطِّیرۃ، رقم: ۳۹۱۰۔ سنن الترمذي، باب ماجآء فی الطیرۃ، رقم: ۱۶۱۴۔ صحیح الجامع الصغیر، رقم: ۳۹۶۰۔ سلسلۃ الصحیحۃ، رقم: ۴۲۹۔

❷ صحیح بخاری، کتاب الجنائز، رقم: ۱۳۴۴.

کرے گی۔ البتہ بعض افراد وقبائل شرک کریں گے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((قَوْلُهُ: "مَا اَخَافُ عَلَيْكُمْ اَنْ تُشْرِكُوْا" أَيْ عَلَى مَجْمُوْعِكُمْ لِأَنَّ ذٰلِكَ قَدْ وَقَعَ مِنَ الْبَعْضِ أَعَاذَنَا اللّٰهُ تَعَالٰى.)) ❶

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کہ: ''مجھے تمہارے متعلق شرک کا اندیشہ نہیں'' سے مراد یہ ہے کہ تم مجموعی طور پر مشرک نہیں ہوگے۔ کیونکہ امت مسلمہ میں سے بعض افراد وقبائل کی طرف سے شرک کا وقوع ہوا ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی پناہ میں رکھے۔''

سیّدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَلْحَقَ قَبَائِلُ مِنْ أُمَّتِيْ بِالْمُشْرِكِيْنَ وَحَتّٰى تَعْبُدَ قَبَائِلُ مِنْ أُمَّتِيْ الْأَوْثَانَ.)) ❷

''اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی جب تک میری اُمت میں سے کچھ قبائل مشرکین کے ساتھ نہ مل جائیں گے، اور یہاں تک کہ میری اُمت کے کچھ قبائل بتوں کی پرستش کریں گے۔''

اور سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَضْطَرِبَ أَلْيَاتُ نِسَاءِ دَوْسٍ عَلٰى ذِي الْخَلَصَةِ وَذُو الْخَلَصَةِ: طَاغِيَةُ دَوْسٍ الَّتِيْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ.)) ❸

''اُس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک کہ قبیلہ دوس کی عورتوں کے سرین

ذی الخلصہ پر حرکت نہیں کریں گے۔ اور ذوالخلصہ قبیلہ دوس کا بت تھا جس کو وہ

❶ فتح الباری: ۲۱۱/۳.

❷ صحیح سنن ابوداؤد: ۹/۲۔۱۰، رقم: ۴۲۵۲۔ مسند أحمد: ۲۷۸/۵، ۲۸۴۔ مسند أبوداود طیالسی، رقم: ۹۹۱۔ مستدرك حاکم: ۴۴۸/۴۔ حاکم اور محدث البانی نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

❸ صحیح بخاری، کتاب الفتن، رقم: ۷۱۱۶۔ صحیح مسلم، کتاب الفتن، رقم: ۲۹۰۶۔ مسند أحمد: ۲۷۱/۲.

زمانہ جاہلیت میں پوجا کرتے تھے۔''

معلوم ہوا کہ قبل از قیامت امت مسلمہ میں بت پرستی داخل ہوجائے گی، اور ایسے لوگ مشرک کہلانے کے حق دار ہیں۔

اُمت مسلمہ میں شرکیہ عقائد ونظریات کی ایک جھلک:

جتنے شرکیہ اُمور کا بیان ہوا ہے، وہ اور اُن کے علاوہ بھی صریحانہ عقائد ونظریات اُمت مسلمہ میں بدرجہ اُتمہ پائے جاتے ہیں۔ ہم سطور ذیل میں ان عقائد کی ایک جھلک پیش کریں گے، اور تبصرہ قارئین پر چھوڑ دیتے ہیں۔

(۱)....ایک شاعر اپنے پیر غلام مرتضیٰ قلعہ شریف ضلع شیخوپورہ والے کی مدح میں کہتا ہے کہ یہ خدا کا نور ہے اور نبی کریم ﷺ کا نائب ہے، بلکہ ربّ اور پیر ایک ہی ہیں، اس لیے ہمیں کعبۃ اللہ جا کر طواف کی ضرورت نہیں، کیونکہ آستانہ پیر ہی کعبہ ہے۔ لہٰذا ہم یہیں طواف کریں گے۔ العیاذ باللہ!

''دِ دوستی ربّ دی لوڑ نائیں قلعے والے دا پلڑا چھوڑ ناہیں
قلعے والے دے گرد طواف کر لے مکے جاونے دی کوئی لوڑ ناہیں
ایہہ قصورِ نگاہ دا نادانوں رب ہور نائیں پیر ہور نائیں
فضل رب دا جے مطلوب ہووے قلعے والے ولوں مکھ موڑ ناہیں

(سہ حرفی رموز معرفت، ص: ۳)

(۲)....خواجہ غلام فرید چشتی چاچڑاں شریف والے کے دیوان، صفحہ: ۲۰۷ میں مرقوم ہے:

چاچڑ وانگ مدینہ جا تم تے کوٹ مٹھن بیت اللہ
رنگ بنا بے رنگی آیا کیتم روپ تجلّی
ظاہر دے وچ مرشد ہادی باطن دے وچ اللہ
نازک مکھڑا پیر فریدا سانوں ڈسدا ہے وجہ اللہ

(حج فقیر برآستانہ پیر،ص:۴۵)

(۳)....ایک شخص نے اپنی کتاب ''باغ فردوس معروف بہ گلزار رضوی'' کے صفحہ ۲۵،۵۶ میں شیخ عبدالقادر جیلانی کے متعلق لکھا ہے:

میرے سرکار کی مٹھی میں ہیں عالم کے قلوب
دم میں روتوں کو ہنسا دیتے ہیں غوث الاغواث
جس نے یاغوث مصیبت میں پکارا دل سے
کام سب اس کے بنا دیتے ہیں غوث الاغواث
لوحِ محفوظ میں تثبیت کا حق ہے حاصل
مرد عورت سے بنا دیتے ہیں غوث الاغواث

لیجیے یہ اشعار پڑھیے اور قرآن وسنت کی روشنی میں خود فیصلہ کیجیے کہ یہ نام کے مسلمان مشرکوں الاولون کے نقش پا پر چل رہے ہیں کہ نہیں؟

سچ فرمایا اللہ عزوجل نے کہ:

﴿ وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ ﴾ (یوسف:۱۰۶)

''اوران میں سے اکثر وہ ہیں کہ اللہ پر یقین نہیں لاتے مگر شرک کرتے ہوئے۔''

(ترجمہ احمد رضا)

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اس اُمت میں شرک رات کی تاریکی میں سیاہ چٹان پر سیاہ چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ مخفی طور پر پایا جائے گا۔''[1]

ثانیاً:...... پھر اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخاطب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہوں گے، کہ آپ کے بعد وہ شرک نہیں کریں گے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

((وَأَنَّ أَصْحَابَهُ لَا يُشْرِكُونَ بَعْدَهُ فَكَانَ كَذَلِكَ.)) [2]

"یقیناً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب آپ کے بعد شرک نہیں کریں گے، پس اسی طرح ہوا کہ کسی بھی صحابی سے شرک و بدعت سرزد نہیں ہوئے۔"

ثالثاً:...... اس حدیث پاک کا یہ مطلب قطعی نہیں کہ یہ اُمت شرک نہیں کرسکتی، بلکہ اس اُمت کے اکثر لوگ مشرک ہیں، جیسا کہ مذکورہ آیت کریمہ اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

****

---

[1] صحیح الجامع الصغیر: ۲۳۳/۳.

[2] فتح الباری: ۲۱۴/۶.

باب نمبر ۴:

دین اسلام کے مصادر

دین اسلام کے مصادر چار ہیں:

(۱)....کتاب اللہ عزوجل (۲)....سنت رسول اللہ ﷺ

(۳)....اجماع (۴)....قیاس

اور یہ اصول وضوابط ومصادر کتاب وسنت ہی کے نصوص پر مبنی ادلہ سے ماخوذ ومستنبط ہیں۔

امام دارمی اور بیہقی نے میمون بن مہران سے بیان کیا ہے کہ سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس جب کوئی مسئلہ آتا تو اگر اس کا حل کتاب اللہ میں پاتے تو فیصلہ کرتے۔ نہیں تو سنت رسول ﷺ میں ڈھونڈتے اگر اس میں حل ملتا تو اس کا فیصلہ کرتے۔ نہیں تو لوگوں سے پوچھتے کہ کیا کسی کو اس مسئلے میں نبی کریم ﷺ کا کوئی حکم اور فیصلہ معلوم ہے؟ ایسا بھی ہوتا تھا کہ کسی کو حدیث رسول ﷺ کا علم ہوتا اور بتاتے تو اس کے مطابق فیصلہ دیتے۔ اگر کوئی فیصلہ نہیں ملتا تو اکابر صحابہ کرام کو جمع کر کے اُن سے مشورہ کرتے، اگر وہ متفق ہو کر فیصلہ دیتے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ اس کا فیصلہ فرماتے۔ [1]

عبداللہ بن ابی یزید کہتے ہیں کہ سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کسی مسئلے کے بارے میں پوچھا جاتا تو آپ کو اگر وہ مسئلہ قرآنِ کریم میں مل جاتا تو اس سے جواب دیتے۔ نہیں تو حدیث رسول ﷺ میں مل جاتا تو جواب دیتے۔ نہیں تو سیّدنا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے اقوال وفتاویٰ میں ملتا تو اس سے جواب دیتے، ورنہ اپنے اجتہاد سے جواب دیتے تھے۔ [2]

---

[1] بحوالہ اعلام الموقعین: ۱۱۸/۲.

[2] سنن دارمی: ۵۵/۱۔ الفقیہ والمتفقہ: ۲۰۳/۱.

فصل نمبر ۱:

کتاب اللہ عزوجل

اللہ تعالیٰ کا قرآن شریعت اسلامیہ کا مصدر اوّل ہے، اور مکمل ضابطہ حیات ہے، مشعل ہدایت ہے اس کا نور عالمتاب قیامت تک انسانوں کو راہ دکھاتا رہے گا۔ آندھیاں چلیں گی، طوفان اُٹھیں گے، بڑی بڑی سازشیں ہوں گی، لیکن جب تک قیامت نہیں آجاتی، یہ قرآن بغیر کسی ادنیٰ تغییر وتحریف کے باقی رہے گا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝﴾ (الحجر: ۹)

''بے شک ہم نے قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔''

مفسرین لکھتے ہیں کہ آیت میں دوسرا حصہ ﴿وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس قرآن کی قیامت تک حفاظت کرتا رہے گا۔

امام احمد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ احکامِ شرعیہ اور ان مسائل میں جن میں ظاہری علوم کا دخل نہیں دلیلوں کے پانچ اصول ہیں:

پہلا اصل:...... اللہ کی کتاب ہے۔ اور یہ آیت تلاوت کرتے:

﴿مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ﴾ (الأنعام: ۳۸)

''ہم نے کتاب میں کوئی چیز بیان کیے بغیر نہیں چھوڑی۔''

دوسرا اصل:...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث وسنت ہے۔ اور بطور استدلال یہ آیت پڑھتے:

﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ﴾ (النسآء: ۵۹)

''اگر کسی چیز میں اختلاف ہو تو اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو۔''

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آپ کی وفات کے بعد لوٹانے کا معنی یہ ہے کہ آپ کی

سنت کی طرف لوٹایا جائے۔ ''عَلَیۡکُمۡ بِسُنَّتِیۡ'' حدیث کی روایت بھی کرتے، اور یہ آیت کریمہ تلاوت کرتے:

﴿وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوۡلُ فَخُذُوۡهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمۡ عَنۡهُ فَانۡتَهُوۡا ۚ﴾ (الحشر:۷)

''جو کچھ رسول تمہیں دے اسے لے لو، اور جس چیز سے منع کرے اس سے باز آ جاؤ۔''

تیسرا اصل:...... کسی زمانہ کے علماء کا اجماع ہے اگر وہ آپس میں اختلاف نہ کریں۔ اگر ان میں سے ایک عالم نے بھی اختلاف کر دیا تو اجماع ثابت نہ ہوگا۔ اجماع کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ بعض علماء سے کوئی قول مشہور ہو دوسرے لوگوں کو اس کا علم ہو لیکن کسی نے اس کا انکار نہ کیا ہو۔

پہلا درجہ اجماع صحابہ کا ہے بعد کے لوگوں کو اس کے تابع رہنا ہے۔

چوتھا اصل:...... کسی ایک صحابی کا قول ہے جو لوگوں میں مشہور ہو۔ کسی صحابی نے اس پر نکیر نہ کی ہو۔

پانچواں اصل:...... قیاس ہے، اور قیاس یہ ہے کہ کسی مسئلے کا شرعی حکم ثابت ہو تو اس جیسے دوسرے مسئلے پر بھی مشترک سبب کی بنا پر حکم لگانا اور اگر دونوں مسئلوں میں کوئی مشترک سبب نہ ہو تو قیاس جائز نہیں۔

امام احمد رحمہ اللہ ایسے ہی قیاس کو جائز سمجھتے تھے، پھر بھی قیاس کو دلیلوں کے درمیان مجبوری میں مردہ گوشت کھانے اور پانی نہ ہونے کی صورت میں مٹی سے تیمّم کی طرح جانتے تھے۔ [1]

---

[1] اصول مذهب الإسلام أحمد ومشربه، المطبوع بآخر طبقات الحنابلة لإبن أبي يعلى: ۲/۲۸۳، ۲۸۵.

فصل نمبر ۲:

سنت رسول ﷺ

سنت رسول ﷺ شریعت اسلامیہ کا مصدر ثانی ہے۔ کتاب اللہ کی تفہیم وتفسیر اور بیان کی ذمہ داری رسول اللہ ﷺ کی تھی۔ آپ پر قرآنِ مجید کا نزول ہوتا تو آپ اس کی توضیح فرما دیتے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۙ وَهُدًى وَّ رَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿٦٤﴾﴾ (النحل: ٦٤)

''اوراس کتاب کو ہم نے آپ پر نازل کیا ہے، تا کہ آپ لوگوں کے لیے اس کو کھول کر بیان کر دیں جس بات میں وہ آپس میں اختلاف کرتے ہیں، اور وہ کتاب ان لوگوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں۔''

معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی حدیث حقیقت میں قرآنِ مجید کی تفسیر ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

((مَنْ اَطَاعَنِیْ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ، وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ، وَمَنْ اطَاعَ اَمِيْرِیْ فَقَدْ اَطَاعَنِیْ، وَمَنْ عَصَى اَمِيْرِیْ فَقَدْ عَصَانِیْ.)) [1]

''جس شخص نے میری اطاعت کی، اس نے اللہ کی اطاعت کی، اور جس نے میری نافرمانی کی، اس نے اللہ کی نافرمانی کی، اور جس نے میرے امیر کی اطاعت کی، اس نے میری اطاعت کی، اور جس نے میرے امیر کی نافرمانی کی، اس نے میری نافرمانی کی۔''

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا واقعہ اس پر شاہد عدل کی حیثیت رکھتا ہے۔ چنانچہ سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے گودوانے والیوں اور گودنے والیوں پر لعنت بھیجی ہے، چہرے کے بال اکھاڑنے والیوں اور حسن کے لیے آگے کے دانتوں میں کشادگی کرنے والیوں پر لعنت بھیجی ہے کہ یہ اللہ کی پیدا کی ہوئی صورت میں تبدیل کرتی ہیں۔''

ایک عورت آپ کے پاس آئی اور کہنے لگی: اے ابن مسعود! میں نے سارے قرآن کو پڑھا ہے، لیکن قرآن میں ایسی عورت پر لعنت کہیں نہیں ہے۔ تو سیّدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تو اس کو پڑھتی تو ضرور پالیتی، اس عورت نے جواب دیا کہ میں نے سارا قرآن پڑھا ہے۔ لیکن لعنت کہیں نہیں ہے۔ سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تو نے یہ آیت کریمہ نہیں پڑھی؟

﴿وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝﴾ (الحشر: ۷)

''اور جو تمہیں رسول دیں اسے لے لو، اور جس سے روکیں اس سے باز آجاؤ۔''

اس نے کہا: کیوں نہیں۔'' [1]

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:

﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝﴾ (الأنعام: ۸۲)

''وہ لوگ جنہوں نے اپنے ایمان میں ظلم کو شامل نہیں کیا، انہی کے لیے امن ہے اور وہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔''

تو سب مسلمان پریشان ہوگئے اور عرض کی، اے اللہ کے رسول! ہم میں سے کون ہے جس نے کوئی ظلم نہ کیا ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ اس آیت میں ظلم سے مراد شرک ہے، کیا تم نے لقمان علیہ السلام کی اپنے بیٹے کو نصیحت نہیں سنی کہ ''اے میرے بیٹے! اللہ کے ساتھ شرک مت کرنا۔ کیونکہ شرک بہت بڑا ظلم ہے۔'' [2]

[1] صحیح بخاری، کتاب الأحکام، رقم: ۷۱۳۷.

❀❀❀❀

---

1. صحیح بخاری، کتاب التفسیر، رقم: ۴۸۸۶.
2. صحیح بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، رقم: ۳۳۶ـ سنن ترمذی، رقم: ۲۴۲۵.

قرآنِ مجید کی روشنی میں سنت رسول کا مقام

اہل ایمان کا طرز یہ ہوتا ہے کہ جب انہیں قرآن وسنت کی طرف بلایا جاتا ہے، تو فوراً سر نیاز خم کر دیتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوٓا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَن يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ۚ وَأُولَٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿٥١﴾﴾ (النور: ۵۱)

''مومنوں کو جب اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ ان کے درمیان فیصلہ کردیں، تو کہتے ہیں کہ ہم نے یہ بات سن لی اور اسے مان لیا، اور وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔''

مصور کھینچ وہ نقشہ کہ جس میں یہ صفائی ہو
ادھر فرمانِ محمد ہو ادھر گردن جھکائی ہو

اطاعت فرض عین ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوٓا أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَأَنتُمْ تَسْمَعُونَ﴾ (الأنفال: ۲۰)

''اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، اور رسول کے حکم کو سن کر اس سے روگردانی نہ کرو۔''

دوسری جگہ فرمایا:

﴿وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿١٣٢﴾﴾ (آل عمران: ۱۳۲)

''اور اللہ اور رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔''

مزید ارشاد فرمایا:

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۳۱ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ۝۳۲﴾ (آل عمران: ۳۱۔۳۲)

''آپ کہہ دیجیے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا، اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا، اور اللہ بڑا معاف کرنے والا، رحم کرنے والا ہے۔ آپ کہہ دیجیے کہ اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرو، اگر وہ منہ پھیر لیں تو اللہ کافروں سے محبت نہیں رکھتا۔''

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: کہ یہ آیت کریمہ اُن تمام لوگوں کے خلاف دلیل ہے جو اللہ کی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں اور طریقہ محمدی پر گامزن نہیں ہوتے۔ جب تک آدمی اپنے تمام اقوال وافعال میں شرع محمدی کی اتباع نہیں کرتا، وہ اللہ سے دعوئے محبت میں کاذب ہوتا ہے۔ [1]

مزید برآں یہ آیت دلیل ہے کہ طریقۂ محمدی کی مخالفت کفر ہے۔ اس لیے اللہ نے فرمایا: اگر انہوں نے اعراض سے کام لیا تو اللہ تعالیٰ کافروں کو پسند نہیں کرتا۔ معلوم ہوا کہ طریقہ محمدی سے اعراض کرنے والا کافر ہوتا ہے۔

سورۃ النور میں فرمایا:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۶۳﴾ (النور: ۶۳)

''پس جو لوگ رسول اللہ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں، انہیں ڈرنا چاہیے کہ ان پر کوئی بلا نہ نازل ہو جائے، یا کوئی دردناک عذاب نہ انہیں آ گھیرے۔''

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ﴾ آیت کریمہ کا یہ جز اس بات کی دلیل ہے کہ زندگی کے تمام امور کو رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی شریعتِ غرا اور ان کی سنت کی کسوٹی پر پرکھنا

[1] تفسیر ابن کثیر، تحت الآیۃ.

واجب ہے، جو چیز آپ ﷺ کی سنت کے مطابق ہوگی اسے قبول کرلیا جائے گا، اور جو قول وعمل اس کے مخالف ہوگا اسے ردّ کر دیا جائے گا، چاہے کہنے یا کرنے والا کوئی بھی انسان ہو۔

فقہاء امت نے اسی آیت کریمہ سے استدلال کرتے ہوئے کہا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کا ''امر'' وجوب کے لیے ہوتا ہے۔ اس لیے کہ یہاں آپ کے حکم کو ترک کر دینے کا لازمی نتیجہ دو سزاؤں میں سے ایک کو بتایا گیا ہے کہ یا تو کوئی بلا نازل ہوئی یا کوئی دردناک عذاب۔ اس لیے جو لوگ نبی کریم ﷺ کی سنت کی مخالفت کرتے ہیں، یا فاسد تاویلوں کے ذریعہ دوسروں کے اقوال کو اس پر ترجیح دیتے ہیں، انہیں اس آیت پر ضرور غور کرنا چاہیے، اور رسولِ اکرم ﷺ کے مقام ومحبت کا تصور کرتے ہوئے، کسی کے قول وعمل کے مقابلے میں درخور اعتناء نہیں سمجھنا چاہیے۔

ہوتے ہوئے مصطفیٰ کی گفتار
مت دیکھ کسی کا قول و اقرار

سورۃ الحجرات میں فرمایا:

﴿يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝﴾ (الحجرات: ۱)

''اے ایمان والو! تم لوگ اللہ اور اس کے رسول کے حکم سے آگے نہ بڑھو۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ خوب سننے والا، بڑا جاننے والا ہے۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو اس بات سے منع کر دیا ہے کہ وہ عجلت میں آ کر نبی کریم ﷺ سے پہلے کوئی بات کہیں، یا کوئی کام کریں، یا اللہ اور اس کے رسول کا حکم جاننے سے پہلے کوئی اقدام کریں۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس آیت کریمہ کا معنی یہ بیان کیا ہے کہ مسلمانو! آپ ﷺ سے پہلے کوئی کام کرنے میں جلدی نہ کرو، بلکہ تمام امور میں ان کی پیروی کرو۔ (تفسیر ابن کثیر)

ابن جریر نے اس کا معنی یہ بیان کیا ہے کہ اے وہ لوگو! جنہوں نے اللہ کی وحدانیت اور اس

کے نبی ﷺ کی نبوت کا اقرار کیا ہے، تم اپنے کسی جنگی یا دینی معاملے میں اللہ اور اس کے رسول کے فیصلے سے پہلے خود کوئی فیصلہ نہ کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ اور اس کے رسول کی مرضی کے خلاف فیصلہ کرلو۔ عرب کہا کرتے ہیں: ''فُلَانٌ يَتَقَدَّمُ بَيْنَ يَدَيْ إِمَامِهِ'' ''یعنی فلاں شخص امام سے پہلے امر اور نہی صادر کرنے لگتا ہے۔'' (تفسیر ابن جریر)

اور آیت کریمہ کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مومنو! اپنے تمام معاملات میں اللہ سے ڈرتے رہو۔ ان معاملات میں یہ بھی داخل ہے کہ اللہ اور اس کے رسول سے پہلے نہ کوئی کام کیا جائے، نہ کوئی بات کہی جائے، اور نہ ان کے فیصلہ سے پہلے کوئی فیصلہ کیا جائے۔

﴿يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴾ (النسآء: ۵۹)

''اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو، اور تم میں سے اقتدار والوں کی، پھر اگر کسی معاملہ میں تمہارا اختلاف ہو جائے، تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو، اس میں بھلائی ہے اور انجام کے اعتبار سے یہی اچھا ہے۔''

علامہ طیبی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ''وأطيعوا الرسول'' میں فعل کا اعادہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ رسول کی اطاعت مستقل اور ''وأولی الامر'' میں فعل کا عدم اعادہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ ان کی اطاعت مشروط ہے۔ اگر ان کا حکم قرآن وسنت کے مطابق ہوگا تو اطاعت کی جائے گی، ورنہ نہیں۔ سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک ''أولی الامر'' سے مراد اہل فقہ و دین ہیں۔ اور مجاہد، عطا اور حسن بصری وغیرہم کے نزدیک اس سے مراد علماء ہیں۔

امام مجاہد اور دوسرے علماء سلف نے کہا ہے کہ ''اللہ اور اس کے رسول کی طرف پھیر دو'' سے مقصود قرآن وسنت ہے۔ آیت کے اس حصہ میں مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ کسی بھی مسئلہ میں ان کے درمیان اختلاف ہو تو اس کا فیصلہ قرآن وسنت کے مطابق ہونا چاہیے، اللہ اور آخرت پر

ایمان کا یہی تقاضا ہے۔ معلوم ہوا کہ جو شخص بھی کسی اختلافی مسئلہ میں قرآن وسنت کا حکم نہیں مانے گا، وہ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والا نہیں مانا جائے گا۔ اس کے بعد اللہ نے فرمایا کہ قرآن وسنت کی طرف رجوع میں ہی ہر خیر ہے، اور انجام کے اعتبار سے بھی یہی عمل بہتر ہے۔

(بحوالہ تیسیر الرحمن، ص:۲۶۹)

﴿فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝﴾ (النسآء:۶۵)

''پس آپ کے ربّ کی قسم، وہ لوگ مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک آپ کو اپنے اختلافی امور میں اپنا فیصل نہ مان لیں، پھر آپ کے فیصلہ کے بارے میں اپنے دلوں میں کوئی تکلیف نہ محسوس کریں، اور پورے طور سے اسے تسلیم کر لیں۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی قسم کھا کر کہا ہے کہ کوئی آدمی اُس وقت تک مسلمان نہیں ہوسکتا، جب تک اپنے تمام اُمور میں رسول اللہ ﷺ کو فیصل نہیں مان لیتا، اس لیے کہ آپ کا فیصلہ وہ ربانی فیصلہ ہے، جس کے برحق ہونے کا دعویٰ دل میں اعتقاد رکھنا ضروری ہے، اور عمل کے ذریعہ بھی اس پر ایمان رکھنے کا ثبوت فراہم کرنا ضروری ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد فرمایا: یہ ضروری ہے کہ لوگوں کا ظاہر و باطن اسے تسلیم کرلے، اور اس کی حقانیت کے بارے میں دل کے کسی گوشے میں بھی شبہ باقی نہ رہے۔

کسی معاملے میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم صادر ہوجائے تو کسی مومن مرد یا عورت کے لیے یہ اختیار باقی نہیں رہتا کہ اس کی مخالفت کرے اور اپنی یا کسی اور کی رائے پر عمل کرے، اس لیے کہ ایسا کرنا اللہ اور اس کے رسول کی سراسر نافرمانی اور کھلم کھلا گمراہی ہوگی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۝﴾

(الأحزاب:۳۶)

’’اور جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملے میں فیصلہ کر دے، تو کسی مسلمان مرد اور عورت کے لیے اس بارے میں کوئی اور فیصلہ قبول کرنے کا اختیار باقی نہیں رہتا، اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا وہ کھلی گمراہی میں مبتلا ہو جائے گا۔‘‘

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ رقم طراز ہیں: کہ اس آیت کریمہ میں مذکور حکم تمام امور کو شامل ہے، یعنی کسی بھی معاملے میں جب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم صادر ہو جائے، تو کسی کے لیے بھی اسی کی مخالفت جائز نہیں ہے، اور نہ کسی کے قول یا رائے کی کوئی حیثیت باقی رہ جاتی ہے۔ [1]

کوئی شخص رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کر کے اللہ کا فرمانبردار نہیں بن سکتا، رسول اللہ ﷺ کی سنت کی خلاف ورزی کر کے اللہ کی بندگی اور عبادت نہیں ہو سکتی۔

چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَ مَنْ تَوَلّٰى فَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ؁ ﴾ (النسآء: ۸۰)

’’جس نے رسول کی اطاعت کی اُس نے اللہ کی اطاعت کی، اور جس نے روگردانی کی تو ہم نے آپ کو ان کا پہرہ دار بنا کر نہیں بھیجا ہے۔‘‘

رسول اللہ ﷺ قرآنِ مجید کی تفسیر وتوضیح اپنی خواہش نفس کے مطابق نہیں لاتے ہیں، بلکہ وہ اللہ کی وحی ہوتی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ؃ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ؄ ﴾ (النجم: ۴،۳)

’’اور وہ اپنی خواہش نفس کی پیروی میں بات نہیں کرتے ہیں، وہ تو وحی ہوتی ہے جو اُن پر اُتاری جاتی ہے۔‘‘

سورۃ النساء میں ارشاد فرمایا:

﴿ وَ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ﴾ (النساء: ۱۱۳)

’’اللہ نے آپ پر کتاب وحکمت دونوں کو نازل کیا ہے۔‘‘

---

[1] تفسیر ابن کثیر، تحت الآیۃ.

صاحب فتح البیان رقمطراز ہیں: ''یہ آیت دلیل ہے کہ نبی کریم ﷺ کی سنت وحی ہوتی تھی جو آپ کے دل میں ڈال دی جاتی تھی۔

امام محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((وَسَمِعْتُ مَنْ اَرْضَاهُ مِنْ اَهْلِ الْعِلْمِ بِالْقُرْاٰنِ يَقُوْلُ: الْحِكْمَةُ سُنَّةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.)) (الرسالۃ، ص: ۱۳)

''میں قرآنِ مجید کے جن اہل علم کو پسند کرتا ہوں ان کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حکمت رسول اللہ ﷺ کی سنت کا نام ہے۔''

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((وَالْحِكْمَةُ هِيَ السُّنَّةُ بِاتِّفَاقِ السَّلَفِ.)) (کتاب الروح، ص: ۱۱۹)

''سلف صالحین کا متفقہ فیصلہ ہے کہ حکمت سے مراد سنت ہے۔''

سیّدنا یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جعرانہ میں تھے، ایک شخص آیا، اس نے جبہ پہن رکھا تھا۔ اس پر زعفران یا پیلے رنگ کے نشان تھے۔ اس نے سوال کیا کہ آپ مجھے عمرہ میں کیا کرنے کا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے کوئی جواب نہ دیا: جب آپ پر وحی نازل ہوئی تو آپ نے کپڑے سے اپنے آپ کو ڈھانپ لیا۔

سیّدنا یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ میں چاہتا تھا کہ نبی کریم ﷺ کو نزولِ وحی کے وقت دیکھوں۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم وحی کی حالت میں نبی کریم ﷺ کو دیکھنا چاہتے ہو؟ میں نے کہا: ''ہاں'' تو سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کپڑے کو نہ اٹھایا، میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ سے اونٹ کی آواز کی طرح آواز آ رہی تھی۔ جب آپ سے وحی کی کیفیت دور ہوئی، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عمرہ سے متعلق سوال کرنے والا کہاں ہے؟ پھر آپ نے اس سے کہا: جبہ اتار دو، زعفران اور پیلا رنگ اپنے جسم سے صاف کرلو، اور جس طرح حج میں کرتے ہو اسی طرح عمرہ میں کرو۔'' [1]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الحج، رقم: ۱۵۳۶۔ صحیح مسلم، رقم: ۱۱۸۰/۲۔ سنن ابوداؤد، رقم: ۱۸۱۹.

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ لَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۳﴾﴾

(محمد: ۳۳)

''اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو، اور رسول کی اطاعت کرو، اور اپنے اعمال کو بے کار نہ بناؤ۔''

اور سورۃ القیامۃ میں فرمایا:

﴿لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ﴿۱۶﴾ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْاٰنَهٗ ﴿۱۷﴾ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ﴿۱۸﴾ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ﴿۱۹﴾﴾ (القیامۃ: ۱۶-۱۹)

''اے میرے نبی! آپ (نزول وحی کے وقت) اپنی زبان نہ ہلایئے تاکہ اسے جلدی کریں۔ بے شک اس کا جمع کرنا اور آپ کو اس کا پڑھانا ہمارا کام ہے۔ اس لیے جب ہم اس کی قراءت پوری کرلیں تو آپ اُسے پڑھ لیا کیجیے۔ پھر یقیناً اس کی تفسیر وتوضیح بھی ہمارا ہی کام ہے۔''

بخاری ومسلم سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب وحی نازل ہوتی تو آپ ہونٹ ہلانے لگتے۔ آپ سے کہا گیا کہ آیتوں کو یاد کرنے کے لیے اپنی زبان نہ ہلایئے، یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم انہیں آپ کے سینے میں محفوظ کردیں تاکہ نزولِ وحی ختم ہونے کے بعد آپ انہیں پڑھیں۔ اس لیے جب ہم پوری وحی نازل کرچکیں، تب آپ پڑھیے پھر اس کے بیان کرنے کی ذمہ داری بھی ہم پر ہے۔ بخاری کی دوسری روایت میں ہے کہ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب جبریل وحی لے کر آتے تو آپ غور سے سنتے، اور جب جبریل چلے جاتے، تو آپ ویسے ہی پڑھتے جس طرح جبریل نے پڑھا تھا۔ [1]

﴿ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ﴿۱۹﴾﴾ کے ضمن میں مفسرین نے لکھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تئیس سالہ نبوت کی زندگی میں قرآنِ کریم کی تشریح وتوضیح کے لیے جو کچھ کہا اور کیا، اور جتنی

[1] صحیح بخاری، کتاب بدء الوحی، رقم: ۵ و کتاب التفسیر، رقم: ۴۹۲۹۔ صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، رقم: ۴۴۸.

باتوں کی تائید کی اور جتنی باتوں سے منع فرمایا، جسے اسلام کی زبان میں ''حدیث'' کہا جاتا ہے، وہ پورا ذخیرہ اللہ کی طرف سے نازل کردہ وحی کا حصہ تھا، اور اگرچہ قرآن نہیں تھا، لیکن قرآن کی مذکورہ بالا آیت میں موجود ربانی وعدے کے مطابق، وہ ذخیرہ قرآن کی تشریح اور اس کا بیان تھا، اور امت کے لیے آسمانی وحی کی حیثیت سے واجب الاتباع تھا۔

مصطفیٰ سے ہم کو ورثے میں ملی ہیں دو کتاب
ایک کلام اللہ دوم آپ کا فعل الخطاب

❀❀❀❀

رسول اللہ ﷺ کی زبانِ اطہر سے سنت کی اہمیت کا بیان

رسول اللہ ﷺ نے بہت سی احادیث میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور عام امت کو اپنی اطاعت اور اتباع کا حکم فرمایا اور اپنی زبانِ اطہر سے اپنی سنت مطہرہ کی اہمیت کو واضح کیا۔ چنانچہ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((كُلُّ أُمَّتِي يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ أَبَى))، قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَمَنْ يَأْبَى؟ قَالَ: ((مَنْ أَطَاعَنِي دَخَلَ الْجَنَّةَ، وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ أَبَى.)) [1]

''میری ساری امت جنت میں جائے گی مگر جس نے انکار کیا، صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! انکار کون کرے گا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ تو جنت میں جائے گا اور جس نے میری نافرمانی کی، پس تحقیق اس نے انکار کیا۔''

آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کی اتباع واطاعت میں ہی خیر اور بھلائی ہے۔ سیّدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب خطبہ دیتے تو فرماتے:

((أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ، وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ، وَشَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا، وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ.)) [2]

''امابعد، سب سے اچھا کلام اللہ کی کتاب ہے، اور سب سے بہترین طریقہ وسیرت محمد ﷺ کی ہے۔ اور سب سے برے کام بدعات ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے۔''

اور آپ ﷺ کی سنت کے علاوہ گمراہی ہی گمراہی ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، رقم: ۷۲۸۰۔

[2] صحیح مسلم، کتاب الجمعة، باب تخفیف الصلاة والخطبة، رقم: ۲۰۰۵.

ارشادفرمایا:

((تَرَكْتُ فِيْكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا أَبَدًا كِتَابُ اللّٰهِ وَسُنَّةُ نَبِيِّهِ.)) [1]

''میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، انہیں مضبوطی سے تھامے رکھو گے، تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے، اللہ کی کتاب اور اس کے نبی کی سنت۔''

علامہ ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَنْ لَمْ يَكُنْ يَكْفِيْهِ ذَانِ فَلَا كَفَا		هُ اللّٰهُ شَرَّ حَوَادِثِ الْأَزْمَانِ
مَنْ لَمْ يَكُنْ يَشْفِيْهِ ذَانِ فَلَا شَفَا		هُ اللّٰهُ فِيْ قَلْبٍ وَلَا أَبْدَانِ
مَنْ لَمْ يَكُنْ يُغْنِيْهِ ذَانِ رَمَا		هُ اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ بِالْأَعْدَامِ وَالْحِرْمَانِ
مَنْ لَمْ يَكُنْ يَهْدِيْهِ ذَانِ فَلَا هَدَا		هُ اللّٰهُ سُبُلَ الْحَقِّ وَالْإِيْمَانِ [2]

''جو شخص قرآن وحدیث کو کافی نہیں سمجھتا تو اللہ تعالیٰ اس کو گردشِ دوراں کے حوادث کے شر کی نظر کر دے۔

جس شخص کی تشفی کتاب وسنت سے نہیں ہوتی اللہ تعالیٰ اس کے قلب وجسم کو شفاء نہ دے۔

جو شخص قرآن وحدیث کے ذریعے دیگر اشیاء سے بے پرواہ نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ اعدام اور حرمانِ نصیبی اس کا مقدر بنا دے۔

جس کو قرآن وحدیث ہدایت نہ دے اللہ تعالیٰ اس کو حق اور ایمان کی دولت سے محروم کر دے۔''

سیّدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

---

[1] مؤطا امام مالك، كتاب القدر، باب النهي عن القول بالقدر، رقم:٣۔ مستدرك حاكم: ١/٩٣۔ سلسلة الصحيحة، رقم: ١٧٦١.

[2] القصيدة النونية مع شرحه للخليل الهراس، ص:٣٤٧.

((إِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ فَسَيَرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ عَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ فَإِنَّ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ.)) [1]

''تم میں جو شخص زندہ رہا تو وہ بہت سارے اختلافات دیکھے گا، تو تم میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت کو مضبوطی سے تھام لو، اور اپنے دانتوں سے اس پر اپنی گرفت مضبوط کر لو اور دین میں نت نئی باتیں ایجاد کرنے سے بچو کیونکہ ہر بدعت (من گھڑت کام) گمراہی ہے۔''

رسول اللہ ﷺ کی حدیث وسنت اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی ہے۔ ہر مسلمان پر اس کا اتباع اسی طرح فرض ہے جس طرح قرآنِ مجید کا اتباع فرض ہے۔ چنانچہ سیّدنا مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((أَلَا إِنِّي أُوتِيتُ الْقُرْآنَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ.)) [2]

''خبردار! مجھے قرآن مجید دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ اس کی مانند اور بھی عطا کیا گیا ہے۔''

((عَنْ حَسَّانَ قَالَ: كَانَ جِبْرِيلُ يَنْزِلُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالسُّنَّةِ كَمَا يَنْزِلُ عَلَيْهِ بِالْقُرْآنِ.)) [3]

''جنابِ حسان بن عطیہ رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ جس طرح جبریل علیہ السلام نبی ﷺ پر قرآنِ حکیم لاتے تھے اسی طرح سنت بھی لاتے تھے۔''

رسول اللہ ﷺ کی حلت وحرمت بھی اللہ تعالیٰ کی حلت وحرمت کے مترادف ہے۔

---

[1] سنن ابوداؤد، رقم: ۴۶۰۷۔ جامع ترمذی، رقم: ۲۶۷۶۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

[2] سنن ابوداؤد، کتاب السنة، رقم: ۴۶۰۶۔ سنن ابن ماجة، رقم: ۱۲۔ مسند أحمد: ۱۳۰/۴۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

[3] سنن دارمی، المقدمة، رقم: ۵۹۲/۴.

((اِنَّمَا حَرَّمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَمَا حَرَّمَ اللّٰہُ.)) [1]

''بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے بھی کچھ چیزوں کو اسی طرح حرام کیا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔''

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یمنی لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا ہمارے ساتھ کوئی ایسا آدمی بھیجیں جو ہمیں سنت اور اسلام کی تعلیم دے۔ آپ نے سیّدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور ارشاد فرمایا: یہ اس امت کا امین ہے۔ [2]

یاد رہے کہ عبادات بغیر سنت رسول اللہ ﷺ کے ادا نہیں ہوسکتیں۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((خُذُوْا مَنَاسِکَکُمْ.)) [3]

''مجھ سے اپنے حج کے طریقے سیکھ لو۔''

اور مزید فرمایا:

((صَلُّوْا کَمَا رَاَیْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ.)) [4]

''جیسے مجھے نماز پڑھتے دیکھتے ہو، ویسے نماز پڑھو۔''

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ.)) [5]

''جس نے میری سنت سے بے رغبتی ظاہر کی وہ مجھ سے نہیں۔''

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ''جو شخص میری سنت کا انکاری ہے اس پر اللہ کی،

---

[1] سنن ترمذی، کتاب العلم، رقم: ۲۶۶۴۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

[2] سلسلہ احادیث صحیحہ، رقم: ۱۹۶۳۔ صحیح مسلم، رقم: ۲۴۱۹.

[3] سنن نسائی، کتاب مناسك الحج، رقم: ۳۰۶۲۔ ارواء الغلیل، رقم: ۱۰۹۵۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

[4] صحیح البخاری، کتاب الأذان، رقم: ۶۳۱.

[5] صحیح بخاری، رقم: ۵۰۶۳۔ صحیح مسلم، رقم: ۱۴۰۱.

میری اور ہر نبی کی لعنت ہے۔''[1]

آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: میں نے کوئی ایسی چیز نہیں چھوڑی جو تمہیں اللہ تعالیٰ سے قریب کرے اور جہنم سے دور مگر میں نے تمہیں اس سے روک دیا ہے۔''[2]

مزید رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

((مَا تَرَكْتُ شَيْئًا مِمَّا أَمَرَكُمُ اللّٰهُ بِهِ، إِلَّا وَقَدْ أَمَرْتُكُمْ بِهِ، وَلَا شَيْئًا مِمَّا نَهَاكُمْ عَنْهُ، إِلَّا وَقَدْ نَهَيْتُكُمْ عَنْهُ.))[3]

''اللہ تعالیٰ نے جس چیز کا تمہیں حکم دیا ہے میں نے اس کو نہیں چھوڑا مگر میں نے بھی تم کو اس کا حکم دیا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے تم کو کسی چیز سے منع نہیں کیا لیکن تحقیق میں نے بھی تم کو اس سے روک دیا ہے۔''

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے اعلام الموقعین: ۲ / ۳۰۷ میں فرمایا ہے کہ قرآن کے احکام کے ساتھ سنت کے احکام کی وضاحت تین طرح سے آئی ہے:

- سنت کے احکام قرآن کے احکام کے مکمل طور پر موافق ہوں۔ اس طرح ایک ہی مسئلہ میں قرآن وسنت کا اتفاق ہوگا۔ جیسے نماز روزہ، حج زکوٰۃ کے فرض ہونے کے احکام، جو شرائط اور ارکان کے ذکر کے بغیر ہوں۔
- جو قرآنِ مجید نے چاہا سنت میں ان احکام کی وضاحت وتفسیر کی گئی۔ یعنی جہاں قرآنِ مجید نے مطلق بات کی تو سنت رسول ﷺ نے اسے مقید کر دیا، مجمل کہی تو سنت رسول ﷺ نے اس کی تفصیل بتادی۔ یا قرآنِ مجید کی بات عام ہے تو سنت رسول ﷺ نے اس کی تخصیص کر دی۔ مثلاً احکام نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، لین دین اور خرید وفروخت کے بارے میں قرآنِ مجید میں پوری تفصیلات نہیں ہیں۔ سنت رسول ﷺ نے انہیں مکمل تفصیل

---

[1] مستدرك حاكم: ۲/ ۵۲۵۔ حاکم نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔
[2] سنن الکبریٰ للبیهقی: ۷/ ۷۶.
[3] سنن الکبریٰ، رقم: ۱۳۴۴۳.

کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔

❁ سنت کے وہ احکام جن میں قرآنِ مجید خاموش ہے یا سنت رسول ﷺ نے کسی ایسی چیز کو حرام کیا ہو جن کے بارے میں قرآنِ مجید خاموش ہو جیسے پھوپھی بھتیجی یا خالہ بھانجی کو بیک وقت نکاح میں رکھنے کو حرام قرار دیا، شادی شدہ زانی وزانیہ کو سنگسار کرایا، اور دو گواہ نہ مل سکنے کی صورت میں قسم کے ساتھ ایک ہی گواہی قبول کر لی۔ ایسے احکام کسی بھی صورت میں قرآنِ مجید کے ساتھ نہیں ٹکراتے بلکہ وہ قرآنی احکام پر اضافہ ہیں۔ یہ بھی شریعت ہے جسے ماننا فرض ہے اور نہ ماننا کفر ہے۔ یہ نہ قرآنِ مجید سے آگے بڑھنے والی بات ہے اور نہ مخالفت کی بلکہ قرآنِ مجید کے حکم کے عین مطابق ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ کی اطاعت کرو جو عمل اور ایمان کا نام ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے ترک کردہ اُمور بھی سنت ہیں۔ چنانچہ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے رسول اللہ ﷺ کے ترک کو نقل کرنے کی دو قسمیں بیان کی ہیں اور فرماتے ہیں: ''وَكِلَاهُمَا سُنَّةٌ'' ''اور دونوں ہی سنت ہیں'' اس کے بعد ان دونوں قسموں کی تفصیل اور مثالیں ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

((فإنّ تركه -صلى الله عليه وسلم- سُنَّةٌ كَمَا اَنَّ فِعْلَهُ سُنَّةٌ، فَإِذَا اِسْتَحْبَبْنَا فِعْلَ مَا تركه كان نظير استحبابنا ترك ما فعله، ولا فرق.)) [1]

''آپ ﷺ کا ترک سنت ہے جیسا کہ آپ کا فعل سنت ہے۔ پس اگر ہم آپ ﷺ کے اس کام کو جسے آپ نے ترک کیا کرنا مستحب سمجھیں تو یہ بعینہ اس طرح ہوگا جیسا کہ آپ نے جو کام کیا اس کے نہ کرنے کو ہم مستحب سمجھیں۔''

امام جمال الدین المحدث فرماتے ہیں:

((تَرْكُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُنَّتُهُ كَمَا أَنَّ فِعْلَهُ سُنَّتُهُ.)) [2]

''رسول اللہ ﷺ کا کسی چیز اور کام کو ترک کرنا بھی سنت ہے، جیسا کہ آپ کا فعل سنت ہے۔''

---

[1] إعلام الموقعين: ۲/ ۳۷۰ـ ۳۷۱.
[2] صفة الجنه، ص: ۱۴۳.

قرآن وسنت کا باہمی تعلق

قرآنِ مجید کو سنت رسول ﷺ کے بغیر سمجھنا ناممکن ہے۔ سیّدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اَنِ الْأَمَانَةَ نَزَلَتْ مِنَ السَّمَآءِ فِی جَذْرِ قُلُوْبِ الرِّجَالِ، وَنَزَلَ الْقُرْاٰنُ، فَقَرَءُوْا الْقُرْآنَ وَعَلِمُوْا مِنَ السُّنَّةِ.)) [1]

''دیانتداری آسمان سے لوگوں کے دلوں میں اتری ہے یعنی انسان کی فطرت میں شامل ہے اور قرآن بھی (آسمان سے) نازل ہوا ہے، جسے لوگوں نے پڑھا اور سنت کے ذریعے سمجھا۔''

ا: سنت قرآنی حکم کی وضاحت بیان کرتی ہے:

پہلی مثال:......جب قرآنی آیت نازل ہوئی:

﴿اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ﴾ (الانعام: ۸۲)

''جو لوگ ایمان لائے اور اس کے بعد اپنے ایمان کو ظلم سے خلط ملط نہیں کیا، انھی لوگوں کے لیے بے خوفی ہے اور یہی ہدایت یافتہ ہیں۔''

تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بہت پریشانی ہوئی۔ چنانچہ انھوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم میں سے کون ایسا ہے، جس نے کوئی ظلم یعنی گناہ نہ کیا ہو؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَیْسَ ذَلِكَ اِنَّمَا هُوَ الشِّرْكُ، أَلَمْ تَسْمَعُوْا، قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهٖ: یَا بُنَیَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ.)) [2]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، رقم: ۷۲۷۶.

❷ صحیح بخاری، کتاب الایمان، رقم: ۳۲۔ صحیح سنن ترمذی، رقم: ۲۴۵۲۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم: ۱۲۴۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما۔

''آیت میں ظلم سے مراد گناہ نہیں بلکہ شرک ہے، کیا تم نے لقمان علیہ السلام کی اپنے بیٹے کو نصیحت نہیں سنی، اے میرے بیٹے! اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کرنا، کیونکہ شرک بہت بڑا ظلم ہے۔''

پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پریشانی ختم ہوئی۔

دوسری مثال:......

﴿اَلزَّانِيَةُ وَ الزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾

(النور:۲)

''زانیہ عورت اور زانی مرد دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو اور اللہ تعالیٰ کے دین کو نافذ کرنے کے معاملے میں تم کو ترس نہ آئے۔ اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔''

اس آیت میں زانی کی سزا سو کوڑے بیان کی گئی ہے، لیکن یہ وضاحت نہ تھی کہ یہ سزا شادی شدہ جوڑے کی ہے، یا غیر شادی شدہ کے لیے ہے۔ چنانچہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وضاحت کی کہ مذکورہ سزا غیر شادی شدہ کے لیے ہے۔ شادی شدہ کو رجم کرنا ضروری ہے جیسا کہ آنے والے واقعہ سے ثابت ہوتا ہے۔ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ:

((قَالَ جَاءَ مَاعِزُ بْنُ مَالِكٍ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَاعْتَرَفَ بِالزِّنَا مَرَّتَيْنِ فَطَرَدَهُ ثُمَّ جَاءَ فَاعْتَرَفَ بِالزِّنَا مَرَّتَيْنِ فَقَالَ: شَهِدْتَ عَلٰى نَفْسِكَ اَرْبَعَ مَرَّاتٍ اِذْهَبُوْا بِهِ فَارْجُمُوْهُ.)) ❶

''جناب ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دو مرتبہ زنا کا اعتراف کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں واپس لوٹا دیا۔ ماعز رضی اللہ عنہ پھر حاضر

ہوئے اور دو مرتبہ زنا کا اعتراف کیا۔ تب آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تم نے

❶ صحیح سنن ابوداؤد، کتاب الحدود، رقم: ۴۴۲۶.

چار مرتبہ اپنے خلاف گواہی دے دی (تب لوگوں کو حکم دیا) جاؤ اسے سنگسار کردو۔''

تیسری مثال: ......اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَآ أُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ بِهٖ﴾

(المائدہ:۳)

''حرام کیا گیا ہے تم پر مردار، خون، خنزیر کا گوشت اور ہر وہ جانور جس پر ذبح کرتے وقت اللہ کے علاوہ کسی کا نام لیا جائے۔''

سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَحِلَّتْ لَنَا مَيْتَتَانِ وَدَمَانِ، فَأَمَّا الْمَيْتَتَانِ: فَالْحُوْتُ وَالْجَرَادُ وَأَمَّا الدَّمَانِ: فَالْكَبِدُ وَالطِّحَالُ.)) ❶

''ہمارے لیے دو مردار اور دو خون حلال کیے گئے ہیں: دو مردار، مچھلی اور ٹڈی ہیں اور دو خون جگر اور تلی ہیں۔''

اس آیت میں کچھ حرام چیزوں کو بیان کیا گیا، ان میں سے مردار بھی ہے، لیکن حدیث رسول ﷺ نے مردار میں سے مچھلی اور ٹڈی کی تخصیص فرما دی کہ یہ دونوں مردار حلال ہیں، اسی طرح آپ ﷺ نے دو خون بھی حلال فرمائے کہ ان خونوں کو بھی کھایا جا سکتا ہے۔ اسی طرح سمندر کا مردار حلال ہے۔ سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

((سُئِلَ عَنِ الْبَحْرِ قَالَ: هُوَ الطَّهُوْرُ مَاءُهُ وَالْحِلُّ مَيْتَتُهُ.)) ❷

''نبی اکرم ﷺ سے سمندر کے بارہ میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: سمندر کا پانی پاک ہے اور اس کا مردار یعنی مچھلی حلال ہے۔''

❶ مسند احمد: ۲/۹۷۔ سلسلة الصحيحة، رقم: ۱۱۱۸۔ سنن ابن ماجه، كتاب الصيد، رقم: ۲/۹۷،

۳۲۱۸۔ صحیح الجامع الصغیر، رقم: ۲۱۰.

❷ سنن ابوداؤد، کتاب الطھارۃ، رقم: ۳۳۔ سنن ابن ماجہ، کتاب الطھارۃ، رقم: ۳۸۶، ۳۸۸۔ صحیح ابن خزیمہ، رقم: ۱۱۲۔ سلسلۃ الصحیحۃ، رقم: ۴۸۰.

چوتھی مثال:......قرآن حکیم میں حکم ربانی ہے:

﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ﴾

(الاعراف:۳۲)

''اے محمد! ان سے کہو، کس نے اس رزق کی پاکیزہ چیزوں کو اور اللہ کی زینت کو حرام قرار دیا ہے، جسے اللہ نے اپنے بندوں کے لیے نکالا ہے۔''

اس آیت میں زیب و زینت کی تمام چیزوں کو حلال قرار دیا گیا ہے، لیکن اس چیز کی وضاحت نہ تھی کہ عورتوں کے لیے کیا چیزیں حلال ہیں، اور مردوں کے لیے کیا؟ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے وضاحت کی۔ سیّدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اُحِلَّ الذَّهَبُ وَالْحَرِيْرُ لِاِنَاثِ اُمَّتِيْ وَحُرِّمَ عَلٰی ذُكُوْرِهَا.)) ❶

''میری اُمت کی عورتوں کے لیے سونا اور ریشم حلال کیا گیا ہے اور مردوں کے لیے حرام کیا گیا ہے۔''

پانچویں مثال:......قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ اَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَ امْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ﴾ (المائدہ:۶)

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو جب نماز کے لیے اٹھو تو اپنے ہاتھ کہنیوں تک دھولو، سروں پر مسح کرلو اور پاؤں کو ٹخنوں تک دھولیا کرو۔''

اس آیت میں وضو کا حکم دیا گیا، لیکن اعضا کو دھونے کی کیفیت اور کتنی بار دھونا ہے، سر کا مسح کیسے کرنا ہے؟ کتنی دفعہ کرنا ہے؟ اس کی وضاحت حدیث رسول ہی کرتی ہے۔ چنانچہ سیّدنا

حمران سے روایت ہے کہ:

❶ صحیح سنن نسائی، کتاب الزینة، رقم: ۵۱۴۸۔ سنن ترمذی، کتاب اللباس، رقم: ۱۷۲۔ سنن ابن ماجه، رقم: ۳۵۹۵۔ ارواء الغلیل، رقم: ۲۷۷.

((اَنَّ عُثْمَانَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ دَعَا بِوَضُوْءٍ فَأَفْرَغَ عَلٰی یَدَیْهِ مِنْ اِنَائِهِ فَغَسَلَهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ اَدْخَلَ یَمِیْنَهُ فِی الْاِنَاءِ، ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَاسْتَنْثَرَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا وَیَدَیْهِ اِلَی الْمِرْفَقَیْنِ ثَلَاثًا، ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ، ثُمَّ غَسَلَ كُلَّ رِجْلٍ ثَلَاثًا، ثُمَّ رَأَیْتُ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم یَتَوَضَّأُ وُضُوْئِیْ هٰذَا.)) ❶

''سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے وضو کے لیے پانی منگوایا اور برتن سے دونوں ہاتھوں کو تین بار دھویا پھر اپنا ہاتھ برتن میں ڈالا، کلی کی، ناک میں پانی چڑھایا، ناک جھاڑا پھر اپنا چہرہ تین مرتبہ دھویا اور کہنیوں تک بازو تین مرتبہ دھوئے، پھر سر کا مسح کیا پھر تین مرتبہ دونوں پاؤں دھوئے، پھر فرمایا ''میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح وضو کرتے دیکھا ہے۔''

چھٹی مثال:......قرآن حکیم میں ارشادِ ربانی ہے:

﴿ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى یَتَبَیَّنَ لَكُمُ الْخَیْطُ الْاَبْیَضُ مِنَ الْخَیْطِ الْاَسْوَدِ ﴾

(البقرہ:۱۸۷)

''کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ سیاہ دھاگہ سفید دھاگے سے نمایاں ہو جائے۔''

اس آیت میں مذکور سفید اور سیاہ دھاگے سے کیا مراد ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نہ سمجھ سکے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مشکل پیش آئی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت فرمائی کہ سفید دھاگے سے دن اور سیاہ دھاگے سے رات مراد ہے، تو آیت کا مفہوم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سمجھ میں آیا ورنہ پریشان تھے، چنانچہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو سیّدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے ایک سفید دھاگہ اور ایک سیاہ دھاگہ اپنے تکیے کے نیچے رکھ لیا۔ سحری کے وقت ان دھاگوں کو قریب رکھ کر دیکھتے رہے، جب دونوں دھاگوں کا رنگ الگ الگ واضح نظر آنے لگا تو کھانا پینا بند کر دیا۔ رسول

اللہ ﷺ کو جب سیّدنا عدی رضی اللہ عنہ کے اس عمل کا علم ہوا تو ازراہ مزاح فرمایا کہ تمہارا تکیہ تو بڑا لمبا

❶ صحیح مسلم، کتاب الطھارۃ، رقم: ۵۳۸۔ سنن ابی داؤد، کتاب الطھارۃ، رقم: ۱۰۶۔ سنن ابن ماجہ، کتاب الطھارۃ، وسننھا، رقم: ۲۸۵۔ صحیح بخاری، کتاب الوضو باب المضمضۃ فی الوضو، رقم: ۱۶۴۔

چوڑا معلوم ہوتا ہے، جس میں رات اور دن دونوں سما جاتے ہیں، پھر آپ نے عدی رضی اللہ عنہ کا ابہام دور فرمایا اور اصل حقیقت کی وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یہاں سیاہ اور سفید دھاگے سے مراد وہ نہیں ہیں، بلکہ رات کی تاریکی سفیدیٔ سحر مراد ہے۔ اس کے بعد آپ ﷺ کی وضاحت پر بطور تائید (من الفجر) کے الفاظ نازل ہوئے۔ ❶

ساتویں مثال:...... قرآن حکیم میں ہے:

﴿وَالسَّارِقُ وَ السَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝۳۸﴾ (المائدہ:۳۸)

''چوری کرنے والا مرد ہو یا عورت ان کے ہاتھ کاٹ دو یہ ان کے جرم کا بدلہ ہے اور اللہ کی طرف سے عبرت کا سامان، اللہ غالب حکمت والا ہے۔''

اس آیت میں چور کے ہاتھ کاٹنے کا حکم ہے، لیکن یہ وضاحت نہیں ہے کہ کتنے مال پر ہاتھ کاٹنا ہے؟ کہاں سے کاٹنا ہے؟ اور کس چیز پر ہاتھ نہیں کٹے گا، ان تمام چیزوں کی وضاحت حدیث رسول ﷺ کرتی ہے۔ سیّدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

((قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ لَا قَطْعَ فِي ثَمَرٍ وَلَا كَثَرٍ.)) ❷

''میں نے رسول اللہ ﷺ سے فرماتے ہوئے سنا کہ پھل میں اور کھجور کی گری میں ہاتھ نہیں کٹتا۔''

فرمان الٰہی ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴾ (البقرہ:۲۷۸)

❶ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب (وکلوا واشربوا حتیٰ یتبین) البقرہ: ۱۸۷/۲، رقم: ۴۵۰۹،

۴۵۱۱.

❷ سنن ابی داؤد، کتاب الحدود، رقم: ۴۳۸۸۔ سنن نسائی، کتاب قطع السارق، رقم: ۴۹۶۰، سنن ابن ماجه، کتاب الحدود، رقم: ۲۵۹۳ و ۲۵۹۴۔ ترمذی، کتاب الحدود عن رسول الله ﷺ رقم: ۱۴۴۹۔ مسنداحمد: ۴۶۳/۳۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈر جاؤ، جو سود باقی ہے اس کو چھوڑ دو اگر تم مومن ہو۔''

اس آیت میں سود سے روکا گیا ہے، لیکن سود کی کلی وضاحت موجود نہیں ہے کہ سود کیا ہے؟ کن چیزوں میں ہے؟ کب ہوگا؟ کب نہیں ہوگا؟ ان تمام سوالوں کا جواب حدیث رسول ﷺ سے ملتا ہے تو گویا حدیث رسول ﷺ قرآن کی تفسیر کرتی ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''سونا سونے کے بدلے، چاندی چاندی کے بدلے، گندم گندم کے بدلے، جو جو کے بدلے، کھجور کھجور کے بدلے اور نمک نمک کے بدلے، برابر برابر اور نقد بنقد ہونا چاہیے۔ جس نے زیادہ دیا یا زیادہ مانگا اس نے سودی کاروبار کیا۔''❶

❋❋❋❋

❶ صحیح مسلم، کتاب المساقاۃ، رقم: ۱۵۸۴.

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فہم وعمل کی روشنی میں سنت کی اہمیت

ہر کسی کو چاہیے کہ وہ اس ایمان سے متصف ہو جائے، جس ایمان سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم متصف تھے اور جس کا ذکر قرآن کی مندرجہ ذیل آیت کریمہ میں ہے، تو وہ بندہ صراطِ مستقیم پر گامزن ہو جائے گا۔ چنانچہ اللہ ربّ العزت نے ارشاد فرمایا:

﴿فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنتُم بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوا ۖ وَّإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا هُمْ فِي شِقَاقٍ ۖ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿١٣٧﴾﴾ (البقرۃ:۱۳۷)

''پس اگر یہ تمہاری طرح ایمان لے آئیں، تو وہ راہِ راست پر آ گئے، اور اگر انہوں نے حق سے منہ پھیر لیا، تو وہ مخالفت وعداوت پر آ گئے، پس اللہ آپ کے لیے ان کے مقابلے میں کافی ہوگا، اور وہ بڑا سننے والا اور بڑا جاننے والا ہے۔''

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ عالی شان ہے:

((اِقْتَدُوْا بِاللَّذَيْنِ مِنْ بَعْدِيْ مِنْ أَصْحَابِيْ، أَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ، وَاهْتَدُوْا بِهَدْيِ عَمَّارٍ، وَتَمَسَّكُوْا بِعَهْدِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ.)) [1]

''تم میرے بعد میرے صحابہ کی اقتداء کرنا، جیسے ابو بکر وعمر ہیں، اور عمار کی سیرت کو اپناؤ اور ایسے ہی ابن مسعود کی بیان کردہ باتوں کو مضبوطی سے تھام لو۔''

علامہ بربہاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((فَانْظُرْ رَحِمَكَ اللّٰهُ! كُلُّ مَنْ سَمِعْتَ كَلَامَهُ مِنْ أَهْلِ زَمَانِكَ خَاصَّةً فَلَا تَعْجَلَنَّ وَلَا تَدْخُلَنَّ فِيْ شَيْئٍ مِنْهُ حَتّٰى تَسْأَلَ وَتَنْظُرَ: هَلْ تَكَلَّمَ بِهِ أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، أَوْ أَحَدٌ مِنَ الْعُلَمَاءِ؟ فَإِنْ وَجَدْتَ فِيْهِ أَثَرًا عَنْهُمْ فَتَمَسَّكْ بِهِ، وَلَا تَجَاوَزْهُ لِشَيْئٍ

[1] صحیح الجامع الصغیر، رقم: ۱۱۳۴، ۱۱۴۴، ۲۵۱۱۔ سلسلة الصحیحة، رقم: ۱۲۳۳.

وَلَا تَخْتَارُ عَلَيْهِ شَيْئًا ، فَتَسْقُطَ فِي النَّارِ .))

''اے قاری! اللہ آپ پر رحم کرے کہ ہر وہ بات جو آپ سنیں خاص طور پر ہمارے دور کے لوگوں کی تو اس کی طرف جلدی نہ کیا کرو اور نہ ہی اس پر اس وقت تک عمل کی کوشش کیا کرو جب تک علما سے سوال نہ کرلو، اور اس پر غور وفکر نہ کرلو کہ کیا (یہ بات) رسول اللہ ﷺ کے صحابہ یا پھر علماءِ حقہ میں سے کسی ایک نے کہی بھی ہے یا نہیں؟ اگر اس بارے میں آپ کو کوئی اثر و دلیل مل جائے تو اس پر مضبوطی سے جم جائیں اور اس پر تجاوز نہ کریں اور اس پر کسی اور چیز کو ترجیح نہ دیں۔'' [1]

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''اگر کوئی کسی کو آئیڈیل ونمونہ بنانا چاہتا ہے تو وہ محمد ﷺ کے صحابہ کو اپنا آئیڈیل بنائے، کیونکہ وہ دلوں کے لحاظ سے اس امت کے پاکیزہ ترین دلوں والے تھے، اور گہرے علم والے، اور وہ تکلف سے بری تھے اور ہدایت کے لحاظ سے پختہ ترین تھے، اور اچھے حال والے تھے، یہ وہ گروہ تھا جس کو اللہ نے اپنے نبی ﷺ کی محبت کے لیے چنا تھا اور انہیں اپنے دین کو قائم کرنے کے لیے پسند فرمایا تھا۔ (تو پھر نتیجتاً) تم ان کی فضیلت کا اعتراف کرو اور ان کے آثار وسیرت اور طریقہ کی پیروی کرو، وہ صحیح ہدایت اور صراطِ مستقیم پر تھے۔'' [2]

امام بربہاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((وَهُمْ أَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ، فَمَنْ لَمْ يَأْخُذْ عَنْهُمْ، فَقَدْ ضَلَّ وَابْتَدَعَ، وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ، وَالضَّلَالَةُ وَأَهْلُهَا فِي النَّارِ .)) (منهج سلف صالحين)

''صحابہ کرام ہی اہل السنہ والجماعت ہیں جو ان سے دین کے معاملات میں رہنمائی

[1] منهج سلف صالحين، ص: ١٤٦ .
[2] التمهيد لابن عبدالله: ٩٦/٢ .

نہیں لیتا، وہ گمراہ ہوگیا، اس نے بدعت گھڑی ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور

گمراہی اور گمراہ دونوں جہنمی ہیں۔''

اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ اِلٰى صُوَرِكُمْ وَاَمْوَالِكُمْ، وَلٰكِنْ يَنْظُرُ اِلٰى قُلُوْبِكُمْ وَاَعْمَالِكُمْ.))

''اللہ تعالیٰ تمہاری شکل وصورت اور مال کی طرف نہیں دیکھتا، بلکہ وہ تو تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے۔''[1]

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے بندوں کے دلوں پر نظر دوڑائی تو سب سے بہترین دل محمد ﷺ کا پایا۔ چنانچہ انہیں اپنے لیے چن لیا اور انہیں اپنی رسالت دے کر بھیجا۔ پھر محمد ﷺ کے دل کے بعد باقی انسانوں کے دلوں کو دیکھا تو آنحضرت ﷺ کے صحابہ کے دلوں کو بہترین پایا۔ چنانچہ انہیں اپنے نبی ﷺ کا وزیر بنایا، جو اس کے دین کے لیے لڑتے ہیں۔ تو جس چیز کو وہ اچھا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی اچھی ہے اور جسے وہ برا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی بری ہے۔''[2]

امام الآجری رحمہ اللہ (م ۳۶۰ھ) فرماتے ہیں:

((فَكُلُّ مَنْ رَدَّ سُنَنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَسُنَنَ أَصْحَابِهِ، فَهُوَ مِمَّنْ شَاقَ الرَّسُوْلَ وَعَصَاهُ، وَعَصَى اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ بِتَرْكِهِ قُبُوْلَ السُّنَنِ، وَلَوْ عَقَلَ هٰذَا الْمُلْحِدُ وَأَنْصَفَ مِنْ نَفْسِهِ، عَلِمَ أَنَّ أَحْكَامَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَجَمِيْعَ مَا تَعَبَّدَ بِهِ خَلْقَهُ، إِنَّمَا تُؤْخَذُ مِنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ، وَقَدْ أَمَرَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ نَبِيَّهُ ﷺ أَنْ يُبَيِّنَ لِخَلْقِهِ مَا

---

[1] صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، رقم: ۶۵۴۳.

[2] مسند احمد: ۱/ ۳۷۹، صفحہ: ۲۳۔ الفقیہ والمتفقہ: ۱/ ۱۶۶۔ خطیب بغدادی نے اسے حسن سند کے ساتھ موقوف بیان کیا ہے۔

اَنْزَلَهُ عَلَيْهِ مِمَّا تَعَبَّدَهُمْ بِهِ، فَقَالَ جَلَّ ذِكْرُهُ: ﴿وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الذِّكْرَ لِتُبَیِّنَ

لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیۡهِمۡ وَ لَعَلَّهُمۡ یَتَفَكَّرُوۡنَ﴾ (النحل: ۴۴) فَقَدْ بَيَّنَ لِأُمَّتِهِ جَمِيعَ مَا فَرَضَ عَلَيْهِمْ مِنْ جَمِيعِ الْأَحْكَامِ وَبَيَّنَ لَهُمْ أَمْرَ الدُّنْيَا وَأَمْرَ الْآخِرَةِ وَجَمِيعَ مَا يَنْبَغِي أَنْ يُؤْمِنُوا بِهِ، وَلَمْ يَدَعْهُمْ جَهْلَةً لَا يَعْلَمُونَ، حَتَّى أَعْلَمَهُمْ أَمَرَ الْمَوْتِ وَالْقَبْرِ، وَمَا يُلْقَى فِيهِ الْمُؤْمِنُ، وَمَا يُلْقَى فِيهِ الْكَافِرُ، وَأَمْرَ الْحَشْرِ وَالْوُقُوفِ، وَأَمْرَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ، حَالاً بَعْدَ حَالٍ، يَعْرِفُهُ أَهْلُ الْحَقِّ ...))

''جو شخص بھی رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کی سنت کو ٹھکرائے گا، وہ ان لوگوں میں سے ہوگا جو رسول اللہ ﷺ کے مخالف اور نافرمان ہیں، نیز وہ سنتوں کو چھوڑنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا بھی نافرمان ہوگیا ہے، اگر یہ بے دین شخص عقل کرے اور خود انصاف کرے تو اسے معلوم ہوجائے گا کہ اللہ تعالیٰ کے تمام احکام اور مخلوق جو اس کی عبادات بجالاتی ہے، اس کے تمام طریقے کتاب وسنت سے ہی اخذ کیے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم بھی فرمایا ہے کہ وہ اس کی مخلوق کے لیے اس کے نازل کردہ تعبدی فرامین کی توضیح کریں، چنانچہ فرمایا: ﴿وَ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡكَ الذِّكۡرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیۡهِمۡ وَ لَعَلَّهُمۡ یَتَفَكَّرُوۡنَ﴾ (النحل: ۴۴) (اور ہم نے آپ کی طرف ذکر اس لیے نازل کیا ہے کہ آپ لوگوں کے لیے ان کی طرف نازل کردہ وحی کی وضاحت کریں اور تاکہ وہ غور وفکر کریں)، لہٰذا رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کے لیے تمام وہ احکام بیان کردیئے ہیں جو ان پر مقرر کیے گئے ہیں، نیز ان کے لیے دنیا وآخرت کا معاملہ بیان کردیا ہے اور تمام وہ چیزیں بھی جن پر ایمان لانا ضروری ہے، ان کو بے علم جاہل نہیں چھوڑا، یہاں تک کہ ان کو موت اور قبر کے حالات کی بھی خبر دی ہے، مومن وکافر کے انجام، حشر ووقوف (روزِ قیامت حساب کے لیے اجتماع اور قیام) اور جنت وجہنم کے لمحہ بہ لمحہ حالات بھی بیان کردیئے ہیں، جن کو اہل حق جانتے ہیں۔''[1]

---

[1] الشریعۃ للآجری، ص: ۳۵۰۔ ۳۵۱.

شیخ الاسلام امام احمد بن عبدالحلیم المعروف ابن تیمیہ (المتوفی ۷۲۸ھ) رقم طراز ہیں:

((وَمِنْ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ مَذْهَبٌ قَدِيْمٌ مَعْرُوْفٌ قَبْلَ اَنْ يَّخْلُقَ اللّٰهُ اَبَا حَنِيْفَةَ وَمَالِكًا وَّالشَّافِعِيَّ وَاَحْمَدَ فَاِنَّهُ مَذْهَبُ الصَّحَابَةِ الَّذِيْنَ تَلَقَّوْهُ عَنْ نَبِيِّهِمْ وَمَنْ خَالَفَ ذٰلِكَ كَانَ مُبْتَدِعًا عِنْدَ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ.)) [1]

''یعنی اہل سنت والجماعت قدیم ومعروف مذہب ہے جو اس وقت سے بھی پیشتر کا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ، امام مالک رحمہ اللہ ، امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ کو پیدا کیا تھا اور وہ (مذہب اہل سنت والجماعت) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مذہب ہے۔ انہوں نے وہ مذہب اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا تھا اور جو شخص اس کے خلاف چلے وہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک بدعتی ہے۔''

حافظ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((فَاِنَّا نَعْلَمُ بِالضُّرُوْرَةِ اَنَّهُ لَمْ يَكُنْ فِي عَصْرِ الصَّحَابَةِ رَجُلٌ وَاحِدٌ اِتَّخَذَ رَجُلًا مِنْهُمْ.))

''ہم بخوبی جانتے ہیں کہ عصر صحابہ میں کوئی شخص ایسا نہیں تھا جس نے ان میں سے کسی ایک کو پکڑ رکھا ہے۔ یعنی اس کی فقہ کو مانتا ہو یا اس کی تقلید کرتا ہو۔''

بعینہ یہ سمجھنا کہ دور جدید کے پیدا شدہ مسائل کا حل، قدیم فقہی ذخیرہ میں ملتا ہے تو یہ بھی راست فکر نہیں اس لیے کہ:

((مَنْ زَعَمَ اَنَّ الدِّيْنَ كُلَّهُ فِي الْفِقْهِ بِحَيْثُ لَا يَبْقَى وَرَائَهُ شَيْءٌ فَقَدْ عَادَ عَنِ الصَّوَابِ.))

''جو یہ سمجھتا ہے کہ سارے کا سارا دین فقہ میں اس طرح آ گیا ہے کہ اب کوئی شے باقی نہیں رہی، وہ صحیح سوچ سے ہٹا ہوا ہے۔'' [2]

---

[1] منهاج السنة، ۲۵۶/۱.

[2] فيض الباري: ۱۰/۲.

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''یہودیوں نے تفرقہ کیا حتیٰ کہ وہ اکہتر (۷۱) فرقے بن گئے، اور نصاریٰ تفرقے کے سبب بہتر (۷۲) فرقے بن گئے اور میری یہ اُمت تہتر (۷۳) فرقوں میں بٹ جائے گی، اور وہ تمام کے تمام فرقے آگ میں جائیں گے سوائے ایک کے۔'' پوچھا گیا کہ ''وہ ایک کون سا ہوگا؟'' آپ (ﷺ) نے فرمایا: ((مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِيْ.)) ''جس چیز پر (آج) میں اور میرے صحابہ ہیں۔'' [1]

مذکورہ روایت میں استعمال شدہ الفاظ ((مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِيْ.)) میں اسی منہج سلف کی وضاحت ہے۔جس پر وہ واحد فرقۂ ناجیہ اور طائفہ منصورہ کار بند ہوگا۔ یہ وہ جماعت ہوگی جو اپنا منہج رسولِ کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لیتی ہوگی۔ مزید کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انتہائی واشگاف الفاظ میں ان لوگوں کا ذکر بھی کیا جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فوراً بعد آئے:

((خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ.)) [2]

''بہترین لوگ میرے زمانے کے لوگ ہیں، پھر جو ان کے بعد آئیں، پھر جو ان کے بعد آئیں گے۔''

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((أُصُوْلُ السُّنَّةِ عِنْدَنَا: اَلتَّمَسُّكُ بِمَا كَانَ عَلَيْهِ أَصْحَابُ الرَّسُوْلِ ﷺ وَالْاِقْتِدَاءُ بِهِمْ، وَتَرْكُ الْبِدَعِ، وَكُلُّ بِدْعَةٍ فَهِيَ ضَلَالَةٌ.)) [3]

''ہمارے نزدیک اُصول سنت یہ ہیں: (۱) جس مسلک و منہج اور صراطِ مستقیم پر رسول اللہ ﷺ کے اصحاب تھے اُسے مضبوطی سے تھامے رکھنا اور اُنہی حضرات کی اقتداء کرنا۔ (۲) اور بدعات وخرافات کو ترک کر دینا۔ اور یہ بات جان لیجیے کہ ہر بدعت ہی گمراہی ہے۔''

---

[1] سنن ترمذی، کتاب الایمان، رقم: ۲۶۴۱۔ سلسلة الصحيحة، رقم: ۱۳۴۸.

[2] صحیح بخاری، کتاب الشهادات، حدیث: ۲۶۵۲.

[3] شرح اصول السنة للالکائی.

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

((مَنْ كَانَ مُسْتَنًّا، فَلْيَسْتَنَّ بِمَنْ قَدْ مَاتَ، فَإِنَّ الْحَيَّ لَا تُؤْمَنُ عَلَيْهِ الْفِتْنَةُ، أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ كَانُوا أَفْضَلَ هٰذِهِ الْأُمَّةِ، أَبَرَّهَا قُلُوبًا، وَأَعْمَقَهَا عِلْمًا، وَأَقَلَّهَا تَكَلُّفًا اِخْتَارَهُمُ اللّٰهُ لِصُحْبَةِ نَبِيِّهِ، وَلِإِقَامَةِ دِيْنِهِ، فَاعْرِفُوْا لَهُمْ فَضْلَهُمْ، وَاتَّبِعُوْهُمْ عَلٰى آثَارِهِمْ، وَتَمَسَّكُوْا بِمَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ أَخْلَاقِهِمْ وَسِيَرِهِمْ، فَإِنَّهُمْ كَانُوْا عَلَى الْهُدَى الْمُسْتَقِيْمِ.)) [1]

''جو شخص کسی کی اقتداء کرنے والا ہے تو وہ ان لوگوں کی اقتداء کرے جو اسلام پر فوت ہوئے اس لیے کہ زندہ لوگ فتنے سے محفوظ نہیں ہیں، یہ صحابہ کرام اُمت اسلامیہ میں سب سے افضل ہیں۔ ان کے دل زیادہ اطاعت والے ہیں اور ان کا علم بہت گہرا ہے اور وہ تکلّفات سے بری ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے پیغمبر کی رفاقت اور اپنے دین کے قیام کے لیے منتخب فرمایا۔ پس ان کی دوسری ہر فضیلت کو تسلیم کرو اور ان کے نقش قدم پر چلو اور جہاں تک ممکن ہو ان کے اخلاق اور ان کی سیرت پر عمل پیرا رہو۔ یقیناً یہ لوگ ہدایت کے راستے پر تھے۔''

خلیفہ اوّل بلافصل سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ:

آیئے سالارِ صحابہ رضی اللہ عنہم خلافت کے عہدہ پر فائز ہونے والی پہلی شخصیت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو دیکھئے کہ کس قدر سنت سے پیار اور وابستگی ہے۔

آپ ﷺ کی وفات کے بعد تیسرے دن لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ کو اکٹھا کرنے اور روانہ کرنے کا حکم فرمایا۔ حالات کی سنگینی کو مدنظر رکھتے ہوئے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی جماعت نے وقت کے تقاضے کو آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے رکھا کہ لشکر نہ روانہ کیا جائے۔ تو جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

[1] مشكوة المصابيح، كتاب الإيمان، باب الإعتصام بالكتاب والسنة، رقم: ١٩٣.

''اگر مجھے کتے اور بھیڑیئے اچک لیں، تب بھی میں اسے ویسے ہی نافذ کروں گا

جیسے رسول اللہ ﷺ نے اس کے نفاذ کا حکم دیا۔ میں کبھی اس فیصلے کو رد نہیں کر سکتا جو رسول اللہ ﷺ نے کیا ہو۔'' [1]

مزید ارشاد فرمایا:

''اگر بستیوں میں میرے سوا کوئی بھی باقی نہ رہے، تب بھی میں اسے نافذ کر کے رہوں گا۔''

اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے مزید فرمایا:

''اگر میں اپنے معاملات کی ابتدا نبی ﷺ کے جاری کردہ حکم کے علاوہ کسی معاملے سے شروع کروں تو میں پسند کروں گا کہ پرندے مجھے اُچک لیں۔'' [2]

سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلافت کے بعد پہلے خطبہ میں فرمایا:

((إِنْ أَطَعْتُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ فَأَطِيْعُوْنِي، وَإِنْ عَصَيْتُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ فَأَقِيْمُوْنِي.)) [3]

''اگر میں اللہ اور رسول کی اطاعت کروں تو تم میری اطاعت کرو، اگر میں اللہ اور رسول کی نافرمانی کروں تو تم مجھے سیدھا کر دو۔''

امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ:

((عَنْ سَعِيْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ يَقُوْلُ: اَلدِّيَةُ لِلْعَاقِلَةِ، وَلَا تَرِثُ الْمَرْأَةُ مِنْ دِيَةِ زَوْجِهَا شَيْئًا، حَتّٰى قَالَ لَهُ الضَّحَّاكُ بْنُ سُفْيَانَ رضی اللہ عنہ كَتَبَ إِلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ أُوَرِّثَ امْرَأَةَ أَشْيَمَ الضبابي مِنْ دِيَةِ زَوْجِهَا فَرَجَعَ عُمَرُ رضی اللہ عنہ.)) [4]

---

[1] الکامل لابن الاثیر: ۲/۲۲۶۔ [2] طبقات ابن سعد۔

[3] تاریخ الخلفاء للسیوطی، ص: ۱۱۸۔

[4] سنن ابی داؤد، کتاب الفرائض، رقم: ۲۹۲۷۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

''حضرت سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے ''دیت صرف والد کے رشتہ داروں کے لیے ہے، لہٰذا بیوی کو اپنے شوہر کی دیت

سے کوئی حصہ نہیں ملتا'' ضحاک بن سفیان رضی اللہ عنہ نے (امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ) سے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ پیغام لکھوا کر بھجوایا کہ میں اشیم ضبابی کی بیوی کو اس کے شوہر کی دیت سے حصہ دلاؤں، چنانچہ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی رائے سے رجوع کر لیا۔''

عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ہاتھ کی انگلیوں کی دیت کے بارے میں فیصلہ یہ کیا کہ انگوٹھے کی دیت پندرہ اونٹ، شہادت والی اور درمیانی انگلی کی دس دس اونٹ، درمیانی انگلی کے ساتھ والی انگلی کی نو اونٹ اور چھنگلی کی چھ اونٹ مگر جب انھیں یہ علم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آل حزم کی طرف دیت کے بارے میں ایک خط لکھا تھا جس میں یہ تھا کہ انگلیاں سب برابر ہیں۔یعنی سب کی برابر برابر دیت ہوگی تو انہوں نے اپنے فیصلے سے رجوع کیا اور اس حدیث پر عمل کیا۔ [1]

اگر کوئی شخص یا عورت کسی حاملہ عورت کو قتل کر دے اور اس کی وجہ سے اس کا بچہ بھی مر جائے تو قاتل پر عورت کو قتل کرنے کی وجہ سے قصاص یا دیت آئے گی مگر اس کے پیٹ میں جو بچہ ہو اس کے مرجانے سے اس پر کیا لازم آئے گا۔عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں یہ مسئلہ پیش آیا تو انہوں نے مجلس عام میں اس کے بارے میں صحابہ رضی اللہ عنہم سے سوال کیا تو حمل بن مالک رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایسے پیش آنے والے واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنین (حمل) کے بدلے میں ایک غلام دینے کا حکم دیا تھا۔

سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب اس حدیث کو سنا تو فرمایا: ((لَوْ لَمْ نَسْمَعْ هٰذَا لَقَضَيْنَا بِغَيْرِهِ.....)) ''اگر ہم یہ حدیث نہ سنتے تو کوئی دوسرا فیصلہ کر دیتے۔'' [2]

---

[1] مصنف عبدالرزاق: ۹/ ۳۸۴، ۳۸۵۔

[2] سنن ابوداؤد، کتاب الدیات، رقم: ۴۵۷۲، ۴۵۷۳۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ حجر اسود کے پاس آئے اسے بوسہ دیا اور کہا: ''میں جانتا ہوں تو ایک پتھر ہے نہ نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ نفع دے سکتا ہے۔اگر میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھا ہوتا کہ

تمہیں بوسہ دیتے تھے تو میں تمہیں بوسہ نہ دیتا۔'' ❶

سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ:

آپ انتہائی متبع سنت تھے۔ حمران بن ابان، عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے پانی منگوایا پھر وضو کیا، کلی کی اور ناک میں پانی چڑھایا، پھر اپنے چہرے کو تین مرتبہ دھویا اور اپنے دونوں ہاتھوں کو تین تین بار دھویا، اور سر کا مسح کیا، اور دونوں قدموں کو دھویا، پھر ہنس پڑے پھر اپنے ساتھیوں سے فرمایا: تم مجھ سے دریافت نہیں کرو گے کہ میں کیوں ہنسا ہوں؟ لوگوں نے عرض کیا: امیر المومنین آپ کے ہنسنے کی وجہ کیا ہے؟ فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے تھوڑا سا پانی طلب کیا پھر جیسا میں نے وضو کیا ہے وضو فرمایا، پھر مسکرا دیئے، پھر ارشاد فرمایا: تم مجھ سے پوچھتے نہیں کہ میں کیوں ہنسا ہوں؟ لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کے ہنسنے کی وجہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ جب وضو کے لیے پانی طلب کرتا ہے اور پھر اپنا چہرہ دھوتا ہے تو اس کے چہرے سے جو گناہ بھی صادر ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ اسے معاف کر دیتا ہے، اور جب اپنے دونوں ہاتھ دھوتا ہے تو اس کے ہاتھ کے گناہ اس طرح معاف کر دیتا ہے، اور جب مسح کرتا ہے تو سر کے گناہ اس طرح معاف کر دیتا ہے اور جب اپنے دونوں قدموں کو دھوتا ہے تو اس کے قدموں کے گناہ اس طرح معاف کر دیتا ہے۔'' ❷

سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((مَا كُنْتُ لِأَدَعَ سُنَّةَ النَّبِيِّ ﷺ لِقَوْلِ أَحَدٍ.)) ❸

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الحج، رقم: ۱۵۹۷۔ صحیح مسلم، رقم: ۱۲۷۰.

❷ مسند احمد، رقم: ۴۱۵۔ شیخ شعیب نے اسے ''حسن لغیرہ'' قرار دیا ہے۔

❸ صحیح بخاری، کتاب الحج، رقم: ۱۵۶۳.

''میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کسی کے قول کی وجہ سے نہیں چھوڑ سکتا۔''

جب آپ رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے روز ایک عورت کو سنگسار کیا تو ارشاد فرمایا کہ: ''بیشک

میں نے اسے سنت رسول اللہ ﷺ کے مطابق سنگسار کیا۔'' [1]

ایک دفعہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سوار ہونے لگے، تو رکاب میں ''بسم اللہ'' کہہ کر پاؤں رکھا، پشت پر پہنچے تو ''الحمد للہ'' کہا۔ پھر یہ آیت پڑھی:

﴿ لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ۝ وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ﴾

(الزخرف: ۱۴، ۱۳)

پھر تین بار ''الحمد للہ'' اور تین بار ''اللہ اکبر'' کہا۔ اس کے بعد یہ دعا پڑھی۔ ''سُبْحَانَكَ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْ لِي، فَإِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ''

پھر ہنس دیئے، لوگوں نے ہنسنے کی وجہ پوچھی، بولے ''ایک بار رسول اللہ ﷺ ان ہی پابندیوں کے ساتھ سوار ہوئے اور اخیر میں ہنس پڑے، میں نے ہنسنے کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ جب بندہ علم ویقین کے ساتھ یہ دعا کرتا ہے تو اللہ اس سے خوش ہوتا ہے۔'' [2]

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ:

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ''لعنت کی اللہ تعالیٰ نے گودنے والیوں اور گودوانے والیوں پر اور منہ کے بال اکھاڑنے والیوں اور اکھڑوانے والیوں اور دانتوں کو کشادہ کرنے والیوں پر خوب صورتی کے لیے اور اللہ کی تخلیق بدلنے والیوں پر۔'' پھر یہ خبر بنی اسد کی ایک عورت کو پہنچی جس کا نام ام یعقوب تھا، وہ قرآن پڑھا کرتی تھی، وہ ایک مرتبہ سیّدنا

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الحدود، رقم: ۶۸۱۲.

[2] سنن ابوداؤد، كتاب الجهاد، باب ما يقول الرجل إذا ركب، رقم: ۲۶۰۲۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

عبداللہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور بولی: ''مجھے کیا خبر پہنچی ہے کہ تم نے گودنے اور گودوانے اور منہ کے بال اکھاڑنے اور اکھڑوانے اور دانتوں کو کشادہ کرنے اور اللہ تعالیٰ کی خلقت کو بدلنے والیوں پر

لعنت کی ہے۔''

سیّدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں کیوں لعنت نہ کروں اس پر جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی اور یہ تو اللہ کی کتاب میں موجود ہے۔'' وہ عورت بولی: ''میں نے تو جس قدر قرآن تھا پڑھ ڈالا، مجھے یہ نہیں ملا۔'' سیّدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اگر تو پڑھتی تو تجھ کو ملتا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ (الحشر: ۷) ''جو رسول تم کو دے اس کو تھامے رکھو، اور جس سے منع کرے اس سے باز رہو۔'' وہ عورت بولی: ان میں سے تو بعض کام تمہاری بیوی بھی کرتی ہے۔ سیّدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''جا دیکھ تو سہی۔'' وہ ان کی بیوی کے پاس گئی تو کچھ نہ پایا، پھر لوٹ آئی اور کہنے لگی: ان میں سے کوئی بات میں نے ان میں نہیں دیکھی۔ سیّدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اگر وہ ایسا کرتی تو ہم اس سے صحبت نہ کرتے۔'' [1]

سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ:

امام ابن شہاب زہری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سالم بن عبداللہ نے ان سے بیان کیا کہ انہوں نے ملک شام کے ایک شخص کو سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حج تمتع کے بارے میں سوال کرتے ہوئے سنا تو سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ یہ جائز ہے، اس شامی آدمی نے کہا: آپ کے والد گرامی نے تو اس سے منع کیا ہے۔ سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کہ اگر میرے والد نے ایک کام سے منع کیا ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سرانجام دیا ہو تو کیا میرے والد گرامی کا حکم مانا جائے گا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی اتباع کی جائے گی؟ اس آدمی نے جواب دیا کہ اتباع تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان ہی کی کی جائے گی، تو سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: پھر یہ سن لو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج تمتع کیا ہے۔ [2]

جناب ابراہیم نخعی رحمہ اللہ (جو کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے استاد ہیں) فرماتے ہیں:

[1] صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینة، باب تحریم فعل الواصلة والمستوصلة والواشمة والمستوشمة .... الخ.

[2] سنن ترمذی، کتاب الحج، رقم الحدیث: ۸۲۴۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح الاسناد'' قرار دیا ہے۔

((لَوْ بَلَغَنِيْ عَنْهُمْ اَنَّهُمْ لَمْ يُجَاوِزُوْا بِالْوُضُوْءِ ظُفُرًا مَا جَاوَزْتُهُمْ بِهِ، وَكَفٰى

عَلٰی قَوْمٍ وِزْرًا أَنْ تُخَالِفَ أَعْمَالُهُمْ أَعْمَالَ نَبِيِّهِمْ ﷺ.))

''اگر مجھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف سے یہ بات پہنچے کہ انہوں نے ایک ناخن سے زیادہ وضو نہیں کیا تو میں ان کے عمل سے تجاوز نہیں کروں گا۔ (یعنی ایک ناخن کے برابر وضو کروں گا) اور کسی قوم کے لیے اتنا ہی گناہ کافی ہے کہ ان کے اعمال ان کے نبی ﷺ کے اعمال کے مخالف ہوں۔'' ❶

سیّدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((وَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ مِنْ بَعْدِي تَمَسَّكُوا بِهَا وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ.))

''تم پر میری سنت وطریقہ کار پر چلنا لازم ہے اور میرے بعد میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین (خلفاء اربعہ، ابوبکر، عمر، عثمان وعلی رضی اللہ عنہم اجمعین) کی سنت وطریقہ کار لازم ہے، ان کو تم اپنی داڑھوں کے ساتھ مضبوطی سے پکڑے رکھو اور تم دین میں بدعات ایجاد کرنے سے بچو۔'' ❷

سیّدنا عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ الْإِسْلَامَ بَدَأَ غَرِيبًا، وَسَيَعُودُ غَرِيبًا كَمَا بَدَأَ، وَهُوَ يَأْرِزُ بَيْنَ الْمَسْجِدَيْنِ كَمَا تَأْرِزُ الْحَيَّةُ فِي جُحْرِهَا.))

''اسلام آغاز میں اجنبی تھا اور عنقریب وہ دوبارہ اجنبی ہو جائے گا جیسا کہ آغاز میں تھا۔ اور وہ دو مسجدوں کے درمیان جائے گا، جیسے سانپ اپنی بل میں گھس جاتا ہے۔'' ❸

---

❶ شرح اصول اعتقاد اهل السنة لألكائي.

❷ مسند احمد: ۱۲۶/۴، ۱۲۸۔ سنن ابوداؤد، رقم: ۴۶۰۷۔ سنن ترمذی، رقم: ۲۶۷۶۔ سنن ابن ماجه، رقم: ۴۲۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

❸ صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم: ۳۷۳.

علامہ خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے سیّدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ وہ اپنے

ساتھیوں کے ساتھ تشریف فرما تھے۔

تو کسی نے کہا کہ: ہمیں صرف قرآنِ حکیم سے بتائیں۔

تو آپ نے فرمایا: میرے قریب آؤ، تو وہ شخص آپ کے قریب آ گیا۔

آپ نے فرمایا: دیکھو اگر تم اور تمہارے ساتھی صرف قرآنِ حکیم پر ہی اکتفا کریں گے تو کیا قرآنِ کریم میں تم اور تیرے ساتھیوں کو نماز ظہر کی چار رکعت اور نماز عصر کی چار رکعت اور مغرب کی تین رکعات دو رکعات میں اونچی پڑھنے کا ذکر ملتا ہے۔

اگر تم اور تمہارے ساتھی صرف قرآنِ حکیم پر ہی اکتفا کریں گے تو کیا قرآنِ کریم میں تم اور تمھارے ساتھیوں کو بیت اللہ کے طواف اور صفا و مروہ کے سات سات چکروں کا ذکر پاتے؟

پھر فرمایا اے لوگو! ہم سے لو- یعنی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم - اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو تم ضرور گمراہ ہو گے۔ [1]

[1] الکفایۃ فی علم الروایۃ: ۱۵.

جناب ایوب سختیانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: اگر تم نے کسی شخص کو حدیث سنائی اور اس نے کہا، چھوڑو حدیث کو اور بیان کرو قرآنِ کریم سے، تو جان لو ایسا شخص خود گمراہ ہے اور دوسروں کو گمراہ کرنے والا ہے۔ [1]

[1] الکفایۃ فی علم الروایۃ: ۱۵.

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ:

ایک دن سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ سے ملے اور کہا کہ ''ذرا پیٹ کھولیے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بوسہ دیا تھا، وہیں میں بوسہ دوں گا، چنانچہ انہوں نے پیٹ کھولا اور انہوں نے وہیں بوسہ دیا۔ [1]

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما:

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((مَا مِنْ اَحَدٍ اِلَّا یُؤْخَذُ مِنْ عِلْمِهِ وَیُتْرَكُ اِلَّا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ

❶ مسند احمد: ۲/ ۴۸۸۔ صحیح ابن حبان، رقم: ۹۳۵۵۔ امام ابن حبان نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

وَسَلَّمَ.)) ❶

''ہر شخص کے علم کو قبول کیا جا سکتا ہے اور ترک بھی کیا جا سکتا ہے سوائے رسول اللہ ﷺ کے جن کی ہر بات واجب ہے۔''

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے حج تمتع کے سلسلہ میں کچھ لوگوں نے گفتگو کی، آپ نے رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کی روشنی میں اس کو صحیح قرار دیا تو لوگوں نے کہا: ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما اس سے روکتے تھے۔ تو آپ نے فرمایا:

((یُوْشِكُ اَنْ تَنْزِلَ عَلَیْکُمْ حِجَارَةٌ مِنَ السَّمَاءِ اَقُوْلُ لَكُمْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَتَقُوْلُوْنَ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ.))

''ڈر ہے کہ تم پر آسمان سے پتھروں کی بارش ہونے لگے، میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اور تم کہتے ہو، ابوبکر و عمر نے کہا۔'' ❷

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

((اُرَاهُمْ سَيَهْلِكُوْنَ، اَقُوْلُ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ وَيَقُوْلُوْنَ: قَالَ اَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ.)) ❸

''میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ ابھی ہلاک ہو جائیں گے۔ میں کہتا ہوں کہ اللہ اور اس کے رسول کا فرمان یہ ہے۔ اور وہ کہتے ہیں کہ ابوبکر اور عمر کا فرمان یہ ہے۔''

سیّدنا ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ:

سیّدنا ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے بیٹی، پوتی اور بہن کی وراثت کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: بیٹی کے لیے آدھا ہے اور بہن کے لیے آدھا ہے، ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر پوچھ لو، وہ میری تائید کریں گے۔ پھر سیّدنا ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے پوچھا گیا اور انہیں سیّدنا ابوموسیٰ (رضی اللہ عنہ) کا قول بتایا گیا تو انہوں نے فرمایا: میں اس کے بارے میں وہ فیصلہ کروں گا جو

❶ معجم الطبرانی الکبیر۔ ❷ سنن الدارمی۔

❸ مسند احمد.

نبی ﷺ نے کیا تھا: بیٹی کے لیے آدھا ہے، پوتی کے لیے چھٹا حصہ ہے اور اس طرح دو تہائی پوری ہو گئی، جو باقی بچا وہ بہن کا ہے۔ پھر سیّدنا ابوموسیٰ (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: جب تک یہ عالم تمہارے درمیان موجود ہیں مجھ سے مسئلے نہ پوچھو۔ [1]

❀❀❀❀

❶ صحیح بخاری، رقم: ۶۷۳۶ ملخصاً۔

خلافِ سنت عمل پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ردّ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے محب تھے، یہی وجہ ہے کہ وہ اپنی زندگی کے ہر شعبے میں سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا خاص خیال رکھتے اور اگر کسی کو خلاف سنت کام کرتے دیکھ لیتے تو فوراً سختی سے اس کا ردّ کرتے۔ مندرجہ ذیل احادیث مبارکہ اس پر شاہد عدل کی حدیث رکھتی ہیں۔

صحیح بخاری میں ہے:

((عَنْ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ اَلْحَيَاءُ لَا يَأْتِي إِلَّا بِخَيْرٍ، فَقَالَ بُشَيْرُ بْنُ كَعْبٍ: مَكْتُوبٌ فِي الْحِكْمَةِ، إِنَّ مِنَ الْحَيَاءِ وَقَارًا، وَإِنَّ مِنَ الْحَيَاءِ سَكِينَةً، فَقَالَ لَهُ عِمْرَانُ: أُحَدِّثُكَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَتُحَدِّثُنِي عَنْ صَحِيفَتِكَ.)) [1]

''سیّدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حیا خیر ہی لائے گا، بشیر بن کعب نے سن کر کہا: کہ حکمت کے باب میں لکھا ہے بعض حیا وقار اور سکینت ہے، سیّدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے سن کر کہا کہ: میں تم سے حدیث رسول بیان کررہا ہوں اور تم اس کے مقابلے میں اپنے صحیفے سے بیان کررہے ہو۔''

اس کو امام مسلم رحمہ اللہ نے بھی ان الفاظ میں روایت کیا ہے:

((عَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ فِي رَهْطٍ مِّنَّا وَفِينَا بَشِيْرُ بْنُ كَعْبٍ، فَحَدَّثَنَا عِمْرَانُ يَوْمَئِذٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: اَلْحَيَاءُ خَيْرٌ كُلُّهُ أَوْ قَالَ: اَلْحَيَاءُ كُلُّهُ خَيْرٌ، فَقَالَ بُشَيْرُ بْنُ كَعْبٍ: إِنَّا لَنَجِدُ فِي بَعْضِ الْكُتُبِ اَوِ

---

[1] صحیح البخاری: ۶۳۸/۱، کتاب الادب، باب الجهاد.

الْحِكْمَةِ أَنَّ مِنْهُ سَكِينَةً وَوَقَارًا لِلّٰهِ وَمِنْهُ ضُعْفٌ... الخ۔)) [1]

''ابوقتادہ کہتے ہیں کہ ہم اپنی قوم کے کچھ لوگوں کے ساتھ عمران بن حصین کے پاس تھے وہاں بشیر بن کعب بھی تھے، آپ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: حیا خیر ہی خیر ہے، بشیر بن کعب نے کہا کہ بعض کتابوں یا حکمتوں میں یہ بھی آیا ہے کہ حیا کبھی وقار کی شکل میں ہوتا ہے اور کبھی کمزوری کی شکل میں ہوتا ہے، سیّدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سن کر ایسے غصہ ہوئے کہ آپ کی آنکھیں سرخ ہوگئیں اور کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کر رہا ہوں اور تم اس پر اعتراض کر رہے ہو۔''

عمران بن حصین نے حدیث رسول کا اعادہ کیا، بشیر بن کعب نے بھی اپنی بات کا اعادہ کیا، عمران غصہ ہوئے ہم عذر کرتے رہے کہ یہ ہم ہی لوگوں میں سے ہے اس میں عقیدے کی کوئی خرابی نہیں۔

((عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ أَنَّهُ أَتَى ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ: يَا ابْنَ عَبَّاسٍ طَالَمَا أَضْلَلْتَ النَّاسَ قَالَ: وَمَا ذَاكَ يَا عُرْوَةُ قَالَ: اَلرَّجُلُ يَخْرُجُ مَخْرَجًا بِحَجٍّ أَوْ عُمْرَةٍ فَإِذَا طَافَ بِالْبَيْتِ زَعَمْتَ أَنَّهُ قَدْ حَلَّ؟ فَقَدْ كَانَ أَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ يَنْهَيَانِ عَنْ ذٰلِكَ، فَقَالَ أَهُمَا وَيْحَكَ آثَرُ عِنْدَكَ أَمْ مَا فِي كِتَابِ اللّٰهِ، وَمَا سَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيكُمْ، وَمِنْكَ قَالَ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ: فَخَصَمَهُ عُرْوَةُ.)) [2]

''جناب عروہ بن زبیر، سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ ابن عباس! آپ نے لوگوں کو بہت گمراہ کر رکھا ہے۔ سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: عروہ بات کیا ہے؟ عروہ نے کہا: آدمی حج یا عمرہ کے لیے نکلتا ہے، جب طواف کر لے تو آپ کہتے ہیں کہ وہ احرام سے نکل گیا (اس کا مطلب قطعاً یہی ہے کہ طواف اور سعی

---

[1] صحیح مسلم: ۱: ۶۴، حدیث نمبر: ۳۷، کتاب الایمان، باب بیان عدد شعب الایمان۔

[2] المعجم الاوسط للطبرانی: ۱/ ۴۲، حدیث نمبر: ۲۱، باسناد حسن۔

کے بعد اگر حج وعمرہ کا احرام ہے تو بھی احرام سے نکل کر متمتع ہو گیا اور اگر صرف عمرہ کا احرام باندھا ہے تو بہر حال وہ احرام سے نکل ہی گیا۔ سیّدنا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما اس سے منع کرتے تھے، سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میرے اور تمہارے نزدیک ابوبکر وعمر افضل ہیں یا وہ چیز جو کتاب اللہ اور سنت رسول میں ہے، عروہ بن الزبیر نے بے حجت ہو کر بات قبول کر لی۔''

سعید بن جبیر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج متع کیا تھا، عروہ بن الزبیر نے سن کر کہا کہ: سیّدنا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما تمتع سے منع کرتے تھے، سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مجھے لگتا ہے کہ لوگ ہلاک ہو جائیں گے! میں کہتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور لوگ کہتے ہیں کہ ابوبکر وعمر نے منع کیا ہے۔ [1]

حافظ ابن القیم نے اس اثر کو نقل کرنے کے بعد کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ ابن عباس پر رحم کرے اور ان سے راضی ہو، اگر اس زمانے کے لوگوں کو دیکھتے تو کیا کہتے؟ ان کے سامنے جب کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تو وہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسے لوگوں کے اقوال سے معارضہ کرتے ہیں، جو صحابہ سے بہت ہی نیچے درجے کے لوگ ہوتے ہیں۔ [2]

امام دارمی نے صحیح سند سے ابن عباس سے روایت کیا ہے، کہتے ہیں:

((أَلَا تَخَافُوْنَ أَنْ تُعَذَّبُوْا أَوْ يُخْسَفَ بِكُمْ أَنْ تَقُوْلُوْا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَقَالَ فُـلَانٌ.)) [3]

''کہ تم ڈرتے نہیں کہ تمہارے اوپر عذاب نازل ہو جائے یا دھنسا دیئے جاؤ! ایک طرف کہتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اور پھر اس کے مقابل کہتے ہو، فلاں نے ایسا کہا۔''

---

[1] مسند احمد: ۱/ ۳۳۷.
[2] اعلام الموقعین: ۳/ ۵۳۹.
[3] سنن دارمی: ۱/ ۹۵.

((عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّهُ سَمِعَ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ الشَّامِ وَهُوَ يَسْأَلُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ عَنِ التَّمَتُّعِ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ، فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ: هِيَ حَلَالٌ، فَقَالَ الشَّامِيُّ: إِنَّ أَبَاكَ قَدْ نَهَى عَنْهَا، فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ: أَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ أَبِي نَهَى عَنْهَا وَصَنَعَهَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ.)) [1]

''سالم بن عبداللہ بن عمر نے سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک شامی کو حج تمتع کے بارے میں پوچھتے ہوئے سنا، سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ حلال ہے، شامی نے کہا کہ آپ کے والد نے اس سے منع کیا ہے، سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: بتاؤ اگر میرے والد نے منع کیا ہے اور خود رسول اللہ ﷺ نے کیا ہے، تو پھر بھی والد کی بات مانی جائے گی یا آپ ﷺ کا حکم مانا جائے گا؟ اس شخص نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کا حکم ہی مانا جائے گا، آپ نے فرمایا: تو رسول اللہ ﷺ نے حج تمتع کیا ہے۔''

امام احمد رحمہ اللہ کی روایت میں ہے کہ:

((كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ يُفْتِي بِالَّذِي أَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ مِنَ الرُّخْصَةِ بِالتَّمَتُّعِ، وَسَنَّ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فِيهِ، فَيَقُولُ نَاسٌ لِابْنِ عُمَرَ: كَيْفَ تُخَالِفُ أَبَاكَ وَقَدْ نَهَى عَنْ ذٰلِكَ؟ فَيَقُولُ لَهُمْ عَبْدُ اللّٰهِ: وَيْلَكُمْ أَلَا تَتَّقُونَ اللّٰهَ، اَنَّ عُمَرَ نَهَى عَنْ ذٰلِكَ فَيَبْتَغِي فِيهِ الْخَيْرَ يَلْتَمِسُ بِهِ تَمَامَ الْعُمْرَةِ فَلِمَ تُحَرِّمُونَ ذٰلِكَ وَقَدْ اَحَلَّهُ اللّٰهُ وَعَمِلَ بِهِ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَفَرَسُولَ اللّٰهِ أَحَقُّ أَنْ تَتَّبِعُوا سُنَّتَهُ؟ إِنَّ عُمَرَ لَمْ يَقُلْ لَكُمْ: إِنَّ الْعُمْرَةَ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ حَرَامٌ وَلٰكِنَّهُ قَالَ: اِنْ أتم العمرة ان تفردوها من أشهر الحج.)) [2]

''سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اللہ کی رخصت کے مطابق حج تمتع کا فتویٰ دیتے تھے، نبی

---

[1] سنن الترمذی، کتاب الحج، رقم: ۸۲۴۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح الاسناد'' قرار دیا ہے۔

[2] مسند احمد: ۹۵/۲.

کریم ﷺ نے بھی اس کو مسنون فرمایا ہے، سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کچھ لوگ کہتے کہ آپ اپنے والد کی مخالفت کیوں کر رہے ہیں؟ انہوں نے تو تمتع سے منع کیا ہے۔ سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما انہیں جواب دیتے تمہارے لیے خرابی ہو، تم اللہ سے ڈرتے نہیں! بیشک جناب عمر رضی اللہ عنہ نے خیر ہی کی نیت سے تمتع سے منع کیا تھا، وہ چاہتے تھے کہ لوگ عمرہ مکمل الگ سے کریں، لیکن جب اللہ نے اسے حلال کیا ہے اور خود نبی کریم ﷺ نے کیا ہے تو پھر بتاؤ! کہ نبی کریم ﷺ کی سنت اتباع کی زیادہ حق دار ہے یا عمر کی سنت لائق اتباع ہے؟ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ نہیں کہا کہ حج کے مہینوں میں عمرہ حرام ہے، بلکہ یہ کہا ہے کہ مکمل عمرہ یہ ہے کہ حج کے مہینوں کے علاوہ مہینوں میں عمرہ کیا جائے۔''

امام بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے کہ:

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ أَنَّهُ رَأَى رَجُلًا يَخْذِفُ فَقَالَ لَهُ: لَا تَخْذِفْ! كَانَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ نَهَى عَنِ الْخَذْفِ أَوْ كَانَ يَكْرَهُ الْخَذْفَ وَقَالَ: إِنَّهُ لَا يُصَادُ بِهِ صَيْدٌ، وَلَا يُنْكَى بِهِ عَدُوٌّ وَلَكِنَّهَا قَدْ تَكْسِرُ السِّنَّ وَتَفْقَأُ الْعَيْنَ، ثُمَّ رَآهُ بَعْدَ ذَلِكَ يَخْذِفُ فَقَالَ: لَهُ أُحَدِّثُكَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ أَنَّهُ نَهَى عَنِ الْخَذْفِ أَوْ كَرِهَ الْخَذْفَ وَأَنْتَ تَخْذِفُ؟ لَا أُكَلِّمُكَ أَبَدًا.)) [1]

''سیّدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ انگلیوں کے درمیان کنکری رکھ کر پھینک رہا ہے، اس پر آپ نے کہا کہ اس طرح (خذف) کنکریوں کو پھینکنے سے نبی کریم ﷺ نے منع کیا ہے، یا اسے پسند نہ کرتے تھے اور آپ نے فرمایا: کہ اس سے نہ تو شکار کیا جا سکتا ہے اور نہ دشمن کو زخمی کیا جا سکتا ہے، البتہ اس سے دانت ٹوٹ سکتا ہے یا کسی کی آنکھ پھوٹ سکتی ہے، اس کے بعد بھی آپ نے دیکھا کہ وہ

[1] صحیح بخاری، کتاب الذبائح والصید، باب الخذف، حدیث نمبر: ۵۴۷۹۔ صحیح مسلم، کتاب الصید، حدیث نمبر: ۵۱۶۴.

آدمی کنکری پھینک رہا تھا، تو آپ نے کہا کہ میں تم سے نبی کریم ﷺ کی حدیث بیان کر رہا ہوں کہ آپ نے خذف سے منع فرمایا ہے اور تم کنکریاں پھینکے جا رہے ہو، میں تم سے بات نہیں کروں گا۔ صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ تم سے کبھی بات نہ کروں گا۔''

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''اس حدیث میں سنت رسول ﷺ کی مخالفت کرنے والے سے قطع کلامی کا جواز ہے۔ اور جس حدیث میں تین دن سے زیادہ نہ بولنے کی ممانعت ہے وہ اس وجہ سے ہے کہ اپنی خواہش نفس کی بنا پر کسی کو چھوڑے، دین کی خاطر نہیں۔'' ❶

صحیح مسلم کی روایت میں ہے، سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے:

((لَا تَمْنَعُوا نِسَآئَکُمُ الْمَسَاجِدَ إِذَا اسْتَأْذَنَّکُمْ إِلَیْهَا قَالَ فَقَالَ بِلَالُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَاللّٰهِ لَنَمْنَعُهُنَّ، قَالَ: فَأَقْبَلَ عَلَیْهِ عَبْدُ اللّٰهِ فَسَبَّهُ سَبًّا سَیِّئًا مَا سَمِعْتُهُ سَبَّهُ مِثْلَهُ قَطُّ، وَقَالَ: أُخْبِرُکَ عَنْ رَّسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَتَقُولُ وَاللّٰهِ لَنَمْنَعُهُنَّ.)) ❷

''کہ اللہ کی بندیوں کو مسجدوں میں نماز کے لیے جانے سے نہ روکو، اس پر ان کے بیٹے بلال نے کہا کہ ہم سختی سے انہیں روکیں گے، جب بلال آئے تو سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو بہت سخت سست کہا، اور کلماتِ زجر کہے کہ ایسا ان سے کبھی نہ سنا تھا، اور کہا کہ میں تمہیں نبی کریم ﷺ کی بات بتا رہا ہوں اور تم کہتے ہو کہ ہم انہیں سختی سے روکیں گے۔''

طبرانی اور الجامع لابن عبدالبر کی روایت میں ہے کہ کئی بار ان کو ''لَعَنَكَ اللّٰهُ'' کہا، رونے لگے اور غصے میں مجلس سے اٹھ کر چلے گئے۔ ❸

---

❶ فتح الباری: ۹/۷۵۷. ❷ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۴۴۲.

❸ معجم الطبرانی الکبیر: ۱۲/۳۲۶۔ جامع بیان العلم: ۲/۱۲۰۸، ۱۲۰۹.

ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں باب کا ذکر کیا ہے، ''**باب کراهیة معارضة خبر النبی ﷺ بالقیاس والرای والدلیل علی ان امر النبی ﷺ یجب قبوله اذا علم المرء به وإن لم یدرک ذلک عقله ورأیه.**'' یعنی ''نبی ﷺ کی حدیث کا قیاس اور رائے سے معارضہ کی کراہیت کا بیان'' اور اس بات کی دلیل کہ آپ ﷺ کے حکم کی خبر آدمی کو ہو جائے تو اس کا قبول کرنا واجب ہے، اگر چہ اس کی عقل اور رائے اس کو سمجھ نہ سکے اور قبول نہ کرے۔''

پھر اس کے بعد روایت کا ذکر کیا کہ:

((عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ مِنْ مَنَامِهِ فَلَا يُدْخِلْ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ حَتّٰى يَغْسِلَهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي أَيْنَ بَاتَتْ يَدُهُ أَوْ أَيْنَ طَافَتْ يَدُهُ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ أَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ حَوْضًا قَالَ: فَحَصَبَهُ ابْنُ عُمَرَ وَقَالَ: أُخْبِرُكَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَتَقُوْلُ أَرَأَيْتَ حَوْضًا.)) [1]

''سالم بن عبداللہ بن عمر اپنے والد گرامی سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم میں کوئی جب نیند سے اٹھے تو ہاتھ کو تین بار دھوئے بغیر برتن میں نہ ڈالے، کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ نیند میں اس کا ہاتھ کہاں تھا، یا کہاں کہاں لگ رہا تھا، ایک شخص نے سن کر کہا: پانی کا حوض ہو تو کیا کرے؟ سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اسے کنکری ماری، اور کہا: کہ میں تمہیں حدیث رسول سنا رہا ہوں اور تم معارضہ کر کے کہہ رہے ہو کہ حوض ہو تو کیا کرے؟''

❊❊❊❊

[1] صحیح ابن خزیمہ: ۱/۷۵۔ ابن خزیمہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اصول وضوابط

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تفقہ فی الدین جن اصول وضوابط پر مبنی تھا، وہ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ، اقوال صحابہ، مشورہ اور قیاس تھے۔

جناب میمون بن مہران رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس جب کوئی مسئلہ آتا تو اگر اس کا حل کتاب اللہ میں پاتے تو فیصلہ کرتے نہیں تو سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ڈھونڈتے اگر اس میں حل ملتا تو اس کا فیصلہ کرتے۔ نہیں تو لوگوں سے پوچھتے کہ کیا کسی کو اس مسئلے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی حکم اور فیصلہ معلوم ہے؟ ایسا بھی ہوتا تھا کہ کسی کو حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ہوتا اور بتاتے تو اس کے مطابق فیصلہ دیتے۔ اگر کوئی فیصلہ نہ ملتا تو اکابر صحابہ کو جمع کر کے ان سے مشورہ کرتے، اگر وہ کسی چیز پر متفق ہو کر فیصلہ دیتے تو سیّدنا ابوبکر صلی اللہ علیہ وسلم اس کا فیصلہ فرماتے۔ [1]

امیر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے قاضی شریح کو لکھا کہ اگر مسئلہ کتاب اللہ میں ہے تو اس کا فیصلہ کرو۔ اگر کتاب اللہ میں نہ ملے تو سنت رسول میں دیکھو اور فیصلہ دو۔ اگر کتاب وسنت میں نہیں ہے اور تم سے پہلے کسی نے اس کا فیصلہ بھی نہیں کیا ہے تو تمہیں اختیار ہے کہ اپنی رائے اور اجتہاد سے فیصلہ کرو یا پیچھے ہٹ جاؤ۔ میری نظر میں پیچھے ہٹ جانا اچھا رہے گا۔ [2]

جناب عبدالرحمن بن یزید کہتے ہیں: کہ سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک زمانہ وہ تھا کہ ہم قضاء اور فتویٰ کے اہل نہ تھے اور نہ ہی فتوے دیتے۔ پھر اللہ نے ہم سب کو اپنی مشیت سے اس مقام پر پہنچا دیا جسے دیکھ رہے ہو۔ تو جس کے پاس کوئی مسئلہ آئے تو اس کا فیصلہ کتاب

[1] سنن دارمی، المقدمۃ، رقم: ۱۶۳/۵۔ اعلام الموقعین: ۱۱۸/۲۔

[2] سنن دارمی: ۵۵/۱۔ اخبار القضاۃ: ۱۸۹/۱۔

اللہ سے کرے۔ اگر کتاب اللہ میں وہ مسئلہ موجود نہ ہوتو پھر نبی کریم ﷺ کے فیصلے کی روشنی میں فیصلہ دے۔ اگر ان میں سے کسی میں نہ ملے تو اجتہاد کرے یہ عذر نہ کرے کہ میں ڈرتا ہوں، میں ڈرتا ہوں۔ حلال واضح ہے اور حرام بھی واضح۔ حلال وحرام کے درمیان کچھ غیر واضح چیزیں ہیں تو جہاں شبہ ہو اسے ترک کردو۔ ❶

جناب علقمہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کسی نے سوال کیا کہ ایک شخص نے مہر کی تعین کے بغیر نکاح کیا اور دخول سے پہلے ہی اس کا انتقال ہو گیا تو اس عورت کے مہر کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ چنانچہ سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ میں اپنے اجتہاد سے کہہ رہا ہوں اگر درست ہے تو اللہ کی طرف سے ہے، اور اگر غلط ہے تو میری طرف سے۔ میری رائے ہے کہ اس کا مہر اس جیسی عورت کے مہر کی طرح لیا جائے نہ کم نہ بیش۔ اس عورت پر عدت وفات بھی ہے اور اسے متوفی کی میراث بھی ملے گی۔ معقل بن سنان اشجعی نے سن کر کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ بروع بنت واشق کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے جو فیصلہ دیا تھا وہی فیصلہ آپ نے بھی کیا ہے۔ ❷

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کسی نے کسی کو بغیر علم کے فتویٰ دیا تو اس کا گناہ فتویٰ دینے والے پر ہے۔ ❸

عبداللہ بن ابی یزید کہتے ہیں کہ سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کسی مسئلے میں پوچھا جاتا تو آپ کو اگر وہ مسئلہ قرآنِ کریم میں مل جاتا تو اس سے جواب دیتے۔ نہیں تو حدیث رسول ﷺ میں مل جاتا تو جواب دیتے۔ نہیں تو سیّدنا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے فتاویٰ واقوال میں ملتا تو اس سے جواب دیتے، ورنہ اپنے اجتہاد سے جواب دیتے۔ ❹

---

❶ سنن نسائی، ص: ۸۱۱۔ سنن دارمی: ۱/ ۲۱۔ اخبار القضاة لوکیع: ۱/ ۷۶.

❷ مصنف عبدالرزاق: ۶/ ۲۹۴. ❸ سنن دارمی: ۱/ ۵۳۔ مستدرك حاكم: ۱/ ۱۲۶.

❹ سنن دارمی: ۱/ ۵۵۔ الفقيه والمتفقه: ۱/ ۲۰۳.

تابعین عظام رحمہم اللہ کی سنت سے محبت اور ان کے اصول وضوابط

یہی طرزِ عمل تابعین عظام رحمہم اللہ کا تھا، سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کے دلوں میں زیادہ معظم ومکرم تھی، اس کی مخالفت پر صبر نہ کرتے تھے۔

سنن دارمی میں جنابِ قتادہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ابن سیرین رحمہ اللہ نے کسی آدمی سے حدیث رسول بیان کی تو کسی شخص نے کہا یہ کہ فلاں نے ایسا ایسا کہا ہے۔ اس پر ابن سیرین نے غصہ ہو کر کہا: کہ میں تم سے حدیث رسول بیان کر رہا ہوں اور تم کہہ رہے ہو فلاں نے ایسا کہا؟ تم سے کبھی بات نہ کروں گا۔ [1]

تفقہ فی الدین اور تعلم کتاب وسنت کا طریقہ تابعین نے بھی وہی اختیار کیا جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تھا، کیونکہ تابعین، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے شاگرد تھے، اور ان پر ان کا رنگ چڑھا ہوا تھا۔ چنانچہ ابو سہیل کہتے ہیں کہ میری بیوی نے مسجد حرام میں تین دن اعتکاف کرنے کی نذر مانی تھی۔ میں نے جنابِ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سے سوال کیا اور ساتھ میں امام ابن شہاب زہری رحمہ اللہ بھی تھے کہ اس کو اعتکاف کے ساتھ صوم بھی رکھنا ہے؟ زہری رحمہ اللہ نے کہا کہ بغیر صوم کے اعتکاف نہیں۔

اس پر جنابِ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے پوچھا کہ یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے؟ کہا کہ نہیں۔ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے پوچھا: کہ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے؟ کہا: کہ نہیں۔ کہا: سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ سے؟ کہا: نہیں۔ کہا: سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے؟ کہا: نہیں۔ تو جنابِ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے کہا: میری رائے یہ ہے کہ اس عورت کے لیے روزہ ضروری نہیں۔ وہاں سے

❶ سنن دارمی: ۱/ ۹۷.

نکلا تو طاؤس اور عطاء بن ابی رباح رحمہما اللہ سے ملاقات ہوئی۔ جناب طاؤس نے کہا: کہ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا فتویٰ یہ ہے کہ اگر اس نے صوم کی نذر اعتکاف کے ساتھ نہیں مانی ہے تو پھر اس پر صوم واجب نہیں۔ عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ نے فرمایا: کہ میری بھی یہی رائے ہے۔ ❶

سیّدنا عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد آپ کے خلفا نے سنت پہ ثابت قدم رہ کر بتلا دیا کہ اس کی پابندی درحقیقت قرآنِ مجید کی تصدیق، اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور دین متین کو تقویت پہنچانا ہے۔ جو اس پر عمل پیرا ہو، وہ راہ یاب ہے، جس نے اس سے مدد چاہی وہ فائز المرام ہے اور جو اس کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گیا، اس نے مومنین، صالحین وکاملین سے بغاوت کی راہ اختیار کی، اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو منہ کی کھلائے گا اور جہنم رسید کرے گا۔''

چنانچہ سنن ترمذی میں ہے:

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَلَّدَ نَعْلَيْنِ، وَأَشْعَرَ الْهَدْیَ، ثُمَّ قَالَ سَمِعْت يُوسُفَ بْنَ عِيسَى يَقُولُ: سَمِعْتُ وَكِيعًا يَقُولُ حِينَ رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ فَقَالَ: لَا تَنْظُرُوا إِلَى قَوْلِ أَهْلِ الرَّأْيِ فِي هَذَا، فَإِنَّ الْإِشْعَارَ سُنَّةٌ، وَقَوْلُهُمْ بِدْعَةٌ، وَقَالَ: سَمِعْتُ أَبَا السَّائِبِ يَقُولُ: كُنَّا عِنْدَ وَكِيعٍ فَقَالَ لِرَجُلٍ عِنْدَهُ مِمَّنْ يَنْظُرُ فِي الرَّأْيِ: أَشْعَرَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ، وَيَقُولُ أَبُو حَنِيفَةَ: هُوَ مُثْلَةٌ قَالَ الرَّجُلُ: فَإِنَّهُ قَدْ رُوِيَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ أَنَّهُ قَالَ: الْإِشْعَارُ مُثْلَةٌ، قَالَ: فَرَأَيْتُ وَكِيعًا غَضِبَ غَضَبًا شَدِيدًا، وَقَالَ: أَقُولُ لَكَ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ، وَتَقُولُ: قَالَ إِبْرَاهِيمُ، مَا أُحِقَّكَ بِأَنْ تُحْبَسَ ثُمَّ لَا تُخْرَجُ حَتَّى تَنْزِعَ عَنْ قَوْلِكَ هَذَا.)) ❷

''سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدی کے جانور کا اشعار

❶ سنن دارمی: ۱/ ۵۴.

❷ سنن الترمذی، ۲۱۸، ۲۱۹۔ الفقیہ والمتفقہ، ص: ۱۴۸۔

کیا، اور اس کی گردن میں کوئی چیز لٹکائی، امام ترمذی رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں نے یوسف بن عیسیٰ سے سنا: وہ کہتے تھے کہ میں نے وکیع سے سنا: جب آپ نے اس کی روایت کی تو کہا کہ: اس مسئلے میں اہل رائے کی بات نہ سنو، اشعار سنت رسول ہے اوران کا قول بدعت ہے، ابوالسائب کہتے ہیں کہ ہم وکیع رحمہ اللہ کے پاس بیٹھے تھے، ایک آدمی جورائے اور قیاس کرتا تھا اس سے کہا: کہ رسول اللہ ﷺ نے اشعار کیا، ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ اشعار مثلہ ہے، اس آدمی نے کہا کہ: ان کی دلیل یہ ہے کہ ابراہیم نخعی کہتے ہیں کہ اشعار مثلہ ہے، ابوالسائب کہتے کہ میں نے وکیع کو دیکھا کہ بہت سخت غصہ ہوئے اور کہا کہ میں تم سے کہہ رہا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے کہا، اورتم کہتے ہو کہ ابراہیم نے کہا، تم اس لائق ہو کہ تمہیں جیل میں بندکردیا جائے اور جب تک اس سے توبہ نہ کرلو تمہیں جیل سے نہ نکالا جائے۔''

امام عامر بن شرحبیل الشعبی (تابعی، متوفی ۱۰۴ھ) فرماتے ہیں:

((مَا حَدَّثُوْكَ هٰؤُلَاءِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ فَخُذْ بِهِ، وَمَا قَالُوْهُ بِرَأْيِهِمْ فَأَلْقِهِ فِيْ الْحِشِّ.))

''یہ لوگ تجھے، رسول اللہ ﷺ کی جو حدیث بتائیں اسے مضبوطی سے پکڑ لو اور جو بات وہ اپنی رائے سے خلافِ کتاب وسنت کہیں اسے کوڑے کرکٹ پر پھینک دو۔''❶

امام حکم بن عتیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((لَيْسَ أَحَدٌ مِنَ النَّاسِ إِلَّا وَأَنْتَ آخِذٌ مِنْ قَوْلِهِ أَوْ تَارِكٌ إِلَّا النَّبِيُّ.))

''لوگوں میں سے ہر آدمی کی بات آپ لے بھی سکتے ہیں اور ردّ بھی کر سکتے ہیں سوائے نبی ﷺ کے آپ کی ہر بات لینا فرض ہے۔''❷

---

❶ سنن الدارمی: ۱/ ۶۷، رقم: ۲۰۶.

❷ الاحکام لابن حزم: ٦/ ٢٩٣.

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”وَكَذٰلِكَ تَابِعُوْهُمْ أَيْضًا يَرْجِعُوْنَ اِلَى الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ، فَاِنْ لَمْ يَجِدُوْا نَظَرُوْا مَا اَجْمَعَ عَلَيْهِ الصَّحَابَةُ، فَاِنْ لَمْ يَجِدُوْا اِجْتَهَدُوْا، وَاخْتَارَ بَعْضُهُمْ قَوْلَ صَحَابِيٍّ فَرَآهُ الْأَقْوٰى فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ تَعَالٰى.“

”یہی تابعین کی حالت تھی وہ بھی فقہی مسائل میں کتاب وسنت کی طرف رجوع کیا کرتے تھے۔ اگر وہ کوئی مسئلہ کتاب وسنت میں نہ پاتے تو اس بات کو دیکھتے جس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے۔ اگر اجماع بھی نہ پاتے تو اپنے طور پر اجتہاد کرتے۔ بعض تابعین تو صحابی کے اس قول کو لے لیتے جسے وہ اللہ تعالیٰ کے دین کے لیے قوی تر سمجھتے۔“

ائمہ کرام رحمہم اللہ کی سنت نبوی سے محبت اور ان کے اصول

ائمہ کرام رحمہم اللہ کتاب وسنت سے بہت زیادہ محبت کیا کرتے تھے، ان ائمہ کی تفقہ فی الدین کی بنیاد ان اصولوں پر تھی:

۱: کتاب اللہ عزوجل۔

۲: سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔

۳: اجماع صحابہ یا غیر صحابہ۔

۴: آثار صحابہ، خصوصاً خلفاء اربعہ۔

۵: قیاس۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ (المتوفی: ۱۵۰ھ)

اُصولِ فقہ:

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے امام یحییٰ بن معین اور خطیب بغدادی وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ: یحییٰ بن الفریس کہتے ہیں کہ سفیان ثوری کے پاس ایک شخص نے آ کر کہا کہ ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے آپ ناراض کیوں ہیں؟ میں نے ان کو کہتے سنا ہے کہ میں کتاب اللہ سے مسئلہ لیتا ہوں، نہ ملے تو سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے لیتا ہوں، نہ ملے تو صحابہ کے اقوال سے لیتا ہوں۔ ان کے اختلاف کی صورت میں جس کے قول کو زیادہ مناسب سمجھتا ہوں اسے لے لیتا ہوں اور جس کو چاہتا ہوں چھوڑ دیتا ہوں۔ لیکن صحابہ کے اقوال سے نہیں نکلتا ہوں۔ البتہ جب معاملہ ابراہیم نخعی، شعبی، ابن سیرین، حسن بصری، عطاء بن ابی رباح اور سعید ابن المسیب وغیرہ تابعین تک پہنچتا ہے تو جیسا انہوں نے اجتہاد کیا ہے میں بھی اجتہاد کرتا ہوں ان کے اقوال کی پابندی نہیں کرتا۔ [1]

---

[1] تاریخ ابن معین بروایۃ الدوری: ۴/۶۳۔ تاریخ بغداد: ۱۳/۳۶۸۔ اخبار ابی حنیفۃ للصیمری، ص: ۱۰.

حسن بن صالح رحمہ اللہ کہتے ہیں: امام ابوحنیفہ حدیث میں ناسخ اور منسوخ کو بڑی کدوکاوش سے تلاش کرتے۔ اگر ان کے نزدیک حدیث رسول یا آثار صحابہ صحیح ثابت ہوجاتے تو اس پر عمل کرتے۔ وہ اہل کوفہ کی حدیث اور فقہ کے عالم تھے کوفہ کے لوگوں کے عمل کی شدید اتباع کرتے۔ اہل کوفہ کو نبی کریم ﷺ کے جو آخری فعل پہنچے ان کے حافظ تھے۔ کہا کرتے تھے کہ کتاب اللہ میں کچھ چیزیں منسوخ ہیں، اسی طرح حدیث میں بھی منسوخ ہیں۔ [1]

ابوحمزہ السکری رحمہ اللہ کہتے ہیں: کہ میں نے ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے کہتے ہوئے سنا ہے کہ صحیح سند سے نبی کریم ﷺ سے حدیث ثابت ہو تو میں اسے لیتا ہوں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مختلف اقوال میں کسی کو اختیار کرلیتا ہوں۔ تابعین کے اقوال کو چھوڑ کر میں انہیں کی طرح اجتہاد کرتا ہوں اور ان کے قول سے نہیں نکلتا ہوں۔ [2]

امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کہتے ہیں: کہ میں نے ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو کہتے سنا ہے، جب نبی کریم ﷺ سے حدیث مل جائے تو وہ سر آنکھوں پر، صحابہ کے اقوال مل جائیں تو ان کے مختلف اقوال میں سے ہم کسی ایک کا اختیار کریں گے، تابعین کے اقوال سامنے آئیں تو ہم بھی انہی کی طرح اجتہاد کریں گے۔

اقوال:

۱: ((اِذَا صَحَّ الْحَدِیْثُ فَهُوَ مَذْهَبِیْ.)) [3]

''کہ میرا مذہب صحیح حدیث ہے۔''

۲: ((اِذَا رَأَيْتُمْ كَلَامَنَا يُخَالِفُ ظَاهِرَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ فَاضْرِبُوْا بِكَلَامِنَا الْحَائِطَ.)) [4]

---

[1] اخبار ابو حنيفة للصميری، ص: ۱۰.

[2] الإنتقاء لإبن عبدالبر، ص: ۱۴۴، ۱۴۵.

[3] حاشیه ابن عابدين: ۱/ ۶۳۔ حاشية على البحر الرائق: ۶/ ۲۹۳.

[4] ميزان شعرانی.

''جب دیکھو کہ ہمارے اقوال قرآن اور حدیث کے خلاف ہیں تو قرآن اور حدیث پر عمل کرو اور ہمارے اقوال کو زمین پر دے مارو۔''

۳: ((قَالَ الْإِمَامُ اَبُوْ حَنِيْفَةَ لَا تُقَلِّدْنِيْ وَلَا تُقَلِّدَنَّ مَالِكًا وَلَا غَيْرَهُ وَخُذِ الْاَحْكَامَ مِنْ حَيْثُ اَخَذُوْا مِنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ كَذَا فِي الْمِيْزَانِ وَغَيْرِهِ.)) [1]

''حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا، میری تقلید نہ کرنا، اور نہ مالک رحمہ اللہ کی، اور نہ کسی اور کی تقلید کرنا اور احکام دین وہاں سے لینا، جہاں سے اُنہوں نے لیے ہیں یعنی کتاب وسنت سے۔''

۴: ((حَرَامٌ عَلٰى مَنْ لَّمْ يَعْرِفْ دَلِيْلِيْ اَنْ يُفْتِيْ بِكَلَامِيْ.)) [2]

''میرے قول پر فتویٰ دینا حرام ہے، جب تک میری بات کی دلیل معلوم نہ ہو۔''

۵: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا:

((لَا اُقَلِّدُ التَّابِعِيَّ لِاَنَّهُمْ رِجَالٌ وَنَحْنُ رِجَالٌ وَلَا يَصِحُّ تَقْلِيْدُهُ.)) [3]

''میں کسی تابعی کی تقلید نہیں کرتا اس لیے کہ وہ بھی ہماری طرح انسان ہیں ان کی تقلید جائز نہیں۔''

۶: حدیث رسول ﷺ امام (ابوحنیفہ) کے قول پر مقدم ہے۔ [4]

۷: ((لَا يَحِلُّ لِاَحَدٍ اَنْ يَّاْخُذَ بِقَوْلِنَا مَا لَمْ يَعْلَمْ مِنْ اَيْنَ اَخَذْنَاهُ.)) [5]

''کسی کے لیے یہ حلال ہی نہیں کہ وہ ہمارے قول کے مطابق عمل کرے جب تک کہ اسے یہ معلوم نہ ہو کہ ہمارے قول کا ماخذ کیا ہے۔''

آپ سے ایک یہ قول بھی منقول ہے:

---

[1] حقیقت الفقہ۔ [2] میزان شعرانی۔

[3] نور الانوار، ص: ۲۱۹، طبع یوسفی۔ [4] ھدایہ: ۵۰۲/۱۔

[5] الانتقاء فی فضائل الثلاثة الائمة الفقهاء، ابن عبدالبر، ص: ۱۴۵۔ اعلام الموقعین، ابن قیم: ۳۰۹/۱۔ حاشیہ ابن عابدین علی البحر الرائق: ۲۹۳/۳۔ رسم المفتی، ص: ۲۹۔ ۳۲۔ میزان شعرانی: ۵۵/۱۔

۸: آپ نے اپنے شاگرد رشید قاضی ابو یوسف کو ایک مرتبہ مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: افسوس ہے تجھ پر اے یعقوب! ہر بات جو مجھ سے سنتے ہو، اسے نہ لکھا کرو، کیونکہ میں آج ایک رائے اختیار کرتا ہوں اور کل اسے چھوڑ دیتا ہوں اور کل ایک رائے اختیار کرتا ہوں اور اسے پرسوں ترک کر دیتا ہوں۔

آپ سے ایک یہ ارشاد بھی منقول ہے:

۹: ((اِذَا قُلْتُ قَوْلًا یُخَالِفُ کِتَابَ اللّٰهِ تَعَالٰی وَخَبَرَ الرَّسُوْلِ فَاتْرُکُوْا قَوْلِیْ.)) [1]

''جب میرا قول کتاب اللہ اور حدیث رسول ﷺ کے خلاف ہو تو میرے قول کو ترک کر دو۔''

۱۰: ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے ابو یوسف رحمہ اللہ سے کہا: ''تم اصول دین یعنی کلام کے بارے میں عام لوگوں سے گفتگو کرنے سے بچ کر رہنا، کیونکہ یہ لوگ تمہاری تقلید کریں گے، اور اسی میں پھنس جائیں گے۔'' [2]

امام مالک رحمہ اللہ (المتوفی ۱۷۹ھ):

اُصولِ فقہ:

اسی طرح امام مالک رحمہ اللہ سے بھی آپ کے اصول وضوابط کو ثقات ائمہ نے نقل کیا ہے۔ مطرف بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے امام مالک رحمہ اللہ کو کہتے سنا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سنتیں جاری فرمائیں، اور آپ کے بعد علماء وحکام نے کچھ سنتیں جاری کیں ان سب پر تمسک کتاب اللہ کی اتباع ہے۔ اور اللہ کی اطاعت کی تکمیل ہے۔ نیز دین کے لیے باعث قوت ہے کہ کسی کو تغیر وتبدیل کا حق حاصل نہیں۔ نہ ہی ان کے خلاف کسی اور چیز کی طرف دیکھنا ہے۔ انہی سے ہدایت لینے والا ہدایت یاب ہے۔ جس نے ان سے مدد لی وہی غالب اور کامیاب ہے۔ جس نے ان سنتوں کو ترک کر دیا اس نے مومنوں کے راستے کے خلاف راستہ کی پیروی کی۔ اللہ

[1] ایقاظ همم اولی الابصار، ص: ۵۰.

[2] مناقب ابی حنیفة، ص: ۳۷۳.

تعالیٰ اسے اپنے اختیار پر چھوڑ دے گا۔ اور جہنم کے برے ٹھکانے میں اسے داخل کر دے گا۔ ❶

اسحاق بن عیسیٰ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ امام مالک رحمہ اللہ نے کہا: کہ جب بھی کوئی بحث ومباحثہ کرنے والا آئے تو کیا ہم جبریل علیہ السلام کے ذریعہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ دین کو چھوڑ دیں گے۔ ❷

لیث بن سعد رحمہ اللہ نے جو مکتوب امام مالک رحمہ اللہ کو بھیجا تھا، اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین خصوصاً اہل مدینہ کے صحابہ کرام کے آثار کو کس سختی اور جدوجہد سے تلاش کرتے اور ان کی اتباع کرتے۔ ❸

اقوال:

۱: ((اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ اُخْطِئُ وَاُصِیْبُ فَانْظُرُوْا فِیْ رَأْیِ كُلَّمَا وَافَقَ الْكِتَابَ وَالسُّنَّةَ فَخُذُوْهُ وَكُلَّمَا لَمْ يُوَافِقِ الْكِتَابَ وَالسُّنَّةَ فَاتْرُكُوْهُ.)) ❹

''میں بشر ہوں! مجھ سے غلطی اور درستگی دونوں کا احتمال ہے، میری ہر بات کی تحقیق کیا کرو، جو کتاب وسنت کے موافق ہو اس پر عمل کر لیا کرو، جو مخالف ہو اسے ردّ کر دیا کرو۔''

۲: امام قعنبی رحمہ اللہ جو آپ کے خاص تلامذہ میں سے تھے انہوں نے امام محترم کی آنکھوں سے آنسو نکلتے دیکھے تو سبب پوچھا۔ امام محترم فرمانے لگے: قعنبی! میں نہ روؤں تو کون روئے۔ اے کاش! مجھے میرے ہر قیاسی فتوے کے بدلے میں ایک کوڑا مارا جاتا۔ یہی گریہ جاری تھا لب متحرک تھے کہ اسی عالم میں جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔ اور یوں ۸۶ سال کی عمر پا کر ۱۷۹ھ کو انتقال فرمایا۔

۳: امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس کی بات لی اور چھوڑی نہ جا سکتی ہو صرف اور صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی ایسے ہیں جن کی ہر بات کا

---

❶ الحلیۃ: ۶/ ۳۲۴. ❷ الحلیۃ: ۶/ ۳۲۴.

❸ اعلام الموقعین: ۳/ ۱۷۰.

❹ جامع بیان العلم ۲/ ۹۱۔ الاحکام لابن حزم: ۶/ ۱۴۵.

قبول کرنا فرض ہے۔ [1]

۴: امام ابن وہب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں امام مالک رحمہ اللہ کے پاس تھا کسی نے مسئلہ پوچھ لیا کہ وضو میں پاؤں کی، انگلیوں کے خلال کا کیا حکم ہے؟ امام مالک رحمہ اللہ فرمانے لگے کہ "هَذَا لَيْسَ بِشَيْئٍ" کہ "یہ کوئی چیز نہیں" یعنی اس بارے میں کوئی حدیث نہیں ہے۔ امام ابن وہب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جب لوگ چلے گئے اور امام مالک اکیلے رہ گئے تو میں ان کے پاس گیا، اور عرض کیا کہ استاد محترم! اس بارے میں ہمیں ایک حدیث اس سند کے ساتھ پہنچی ہے۔ "حَدَّثَنِیْ لَيْثُ بْنُ سَعْدٍ وَابْنُ لَهِيْعَةَ وَعَمْرُوْ بْنُ حَارِثٍ" ان تینوں نے مجھے یہ حدیث بیان کی ہے یزید بن عمرو سے، انہوں نے ابوعبدالرحمن الحبلی سے اور انہوں نے مستورد بن شداد سے رضی اللہ عنہ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ اپنی خنصر سے پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرتے تھے، تو امام مالک رحمہ اللہ فرمانے لگے: یہ حدیث حسن ہے۔ عبداللہ بن وہب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد امام مالک رحمہ اللہ سے پھر کسی نے یہ مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا: ہاں انگلیوں کا خلال کرنا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ [2]

امام شافعی رحمہ اللہ وفات ۲۰۴ھ:

اُصولِ فقہ:

امام شافعی رحمہ اللہ نے اپنے اُصول کو خود اپنی تالیفات میں واضح طور پر بیان فرمایا ہے۔ نیز ثقات نے بھی بہت کچھ سنہرے اصول آپ سے نقل کئے ہیں۔

آپ کے اقوال دیگر ائمہ سے اصول اتباع وسنت کے بارے میں زیادہ منقول اس لیے بھی ہیں کہ آپ کے زمانے میں مذاہب اور اقوال علماء پر تعصب مزید ہو چکا تھا۔ اسی طرح امام احمد بن حنبل کے زمانے میں بھی تعصّبات میں شدت آ چکی تھی اس لیے آپ سے بھی اس مسئلے میں اقوال کثرت سے منقول ہیں۔

---

[1] ارشاد السالك: ۱/۲۲۷.

[2] مقدمہ جرح وتعدیل، ص: ۳۱، ۳۲۔ سنن الکبریٰ للبیہقی: ۱/۷۶، ۷۷.

امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں: اصل الاصول قرآن وسنت ہے، اگر دونوں میں مسائل کا حل نہ ملے تو انہیں دونوں پر قیاس کرنا ہے۔ نبی کریم ﷺ سے صحیح سند سے حدیث ثابت ہو تو وہی سنت ہے۔ اجماع، خبر یعنی حدیث وآثار صحابہ سے قوی ہے۔ حدیث کو اس کے ظاہر ہی پر محمول کرنا ہے۔ اگر کئی معانی کا اشتباہ ہو تو جو سب سے ظاہر معنی ہے اسی کو لیا جائے گا۔ اگر کئی احادیث میں اختلاف ہو تو جو سب سے صحیح سند سے ہے وہی راجح ہے۔ جس حدیث کی سند میں انقطاع ہے سوائے سعید بن مسیب کی منقطع کے وہ ضعیف ہے۔ ❶

نیز فرمایا: کسی کو بغیر علم کے کسی چیز کے بارے میں حلال وحرام کا فتویٰ دینا جائز نہیں اور علم کے مصادر کتاب وسنت، اجماع اور قیاس ہیں۔

دوسرے مقام پر کہا کہ علم کے مصادر کتاب وسنت، اجماع، آثار اور بیان کردہ طریقے پر قیاس ہے۔ ❷

پھر فرمایا کہ علم کے دو طریقے ہیں:

(۱) اتباع اور (۲) استنباط

اتباع یہ ہے: کہ کتاب اللہ پر عمل کیا جائے، اگر مسئلہ کتاب اللہ میں نہ ملے تو سنت رسول پر عمل ہو، اگر سنت رسول میں نہ ملے تو سلف کے اقوال پر عمل ہو۔ ان سب کے نہ ہونے کی صورت میں اللہ کی کتاب کی دلیل پر قیاس ہو، نہیں تو سنت کی دلیل پر قیاس ہو، نہیں ہے تو عام سلف کے متفق علیہ قول پر قیاس کیا جائے۔ تمام ادلّہ کے نہ ہونے کی صورت میں قیاس کے بغیر کہنا جائز نہیں۔

اور جن کے لیے قیاس کرنا جائز ہے، اگر ان میں قیاس واجتہاد میں اختلاف ہو تو ہر ایک کو اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کرنا ہے، دوسرے کے اجتہاد پر اس کے لیے عمل کرنا جائز نہیں۔ ❸

مزید فرمایا: حجت کتاب وسنت میں اور آثار صحابہ میں ہے۔ مسلمانوں کے قول یعنی اجماع

---

❶ الفقیہ والمتفقہ: ۱/۲۳۔ ❷ الرسالۃ، ص: ۸۴، ۸۵۔

❸ کتاب الأم: ۱/۱۵۳۔

میں ہے۔اورنہیں تو مذکورہ حجتوں پر قیاس بھی حجت ہے۔ [1]

نیز فرمایا: بات وہی قبول کی جائے گی جو کتاب وسنت یا صحابہ کرام سے ثابت شدہ آثار یا اجماع سے ہو۔ [2]

نیز فرمایا: جو احکام کتاب وسنت میں ہوں ان کی اتباع نہ کرنے میں کوئی عذر نہیں۔ بہر حال ان کی اتباع واجب ہے۔

اگر کتاب وسنت میں نہیں تو صحابہ کے اجماعی اقوال کو لیں گے۔اگر اجماع نہیں ہے تو ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم کی تقلید ہمارے لیے سب سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ [3]

مزید کہا: ائمہ کا طریقہ ہم نے یہ پایا کہ کوئی بات کہنی ہو تو لوگوں سے کتاب وسنت کا علم پوچھتے تھے۔ان کی اپنی رائے کے خلاف اگر کسی مسئلہ کی خبر ملی تو کتاب وسنت کی خبر کو قبول کر لیتے۔اپنے تقویٰ کی بنا پر کتاب وسنت کی طرف رجوع کر لیتے انکار نہ کرتے۔اگر ہمیں ائمہ کی تحقیق نہ ملے تو صحابہ کرام کے اونچے مقام کی بنا پر ان کے قول کو لیں گے۔ان کے بعد کے لوگوں کی پیروی کی بجائے صحابہ کی پیروی افضل ہے۔اور علم کے کئی درجات ہیں:

پہلا درجہ:......کتاب وسنت صحیحہ کا ہے۔

دوسرا درجہ:......اجماع کا ہے جہاں کتاب وسنت نہ ملے۔

تیسرا درجہ:......کسی صحابی کے قول کا ہے اگر ان کا کوئی مخالف نہیں۔

چوتھا درجہ:......صحابہ کے مختلف اقوال وآراء کا ہے۔

پانچواں درجہ:......قیاس کا ہے بشرطیکہ ان مذکورہ درجات پر قیاس کیا گیا ہو۔

لیکن یاد رہے کہ کتاب وسنت کے ہوتے ہوئے کسی اور دلیل کو لینا جائز نہیں۔اس کے باوجود امام شافعی رحمہ اللہ قیاس کو مجبوری اور اضطراری حالات میں استعمال فرماتے۔آپ نے فرمایا کہ ہم اجماع سے فیصلہ کریں گے اس کے بعد قیاس سے۔اجماع کی یہ نسبت قیاس بہت ہی

---

[1] كتاب الأم: ٢/ ٣١.
[2] كتاب الأم: ٦/ ٣٤٣.
[3] كتاب الأم: ٧/ ٢٦٥.

ضعیف دلیل ہے مگر اضطراری حالات کے لیے ہے۔ خبر (حدیث) کی موجودگی میں قیاس کرنا حلال نہیں بعینہ تیمم کی طرح کہ پانی کے ہوتے ہوئے تیمم جائز نہیں۔ اسی طرح سنت رسول ﷺ کے بعد کی دلیلیں اسی وقت حجت ہونگی جبکہ سنت نہ پائی جائے۔ [1]

اقوال:

۱: امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا جب میں کوئی بات کہوں اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان میری بات کے خلاف ہوتو یاد رکھو کہ جو کچھ رسول اللہ ﷺ سے بسند صحیح ثابت ہو وہی لائق اتباع ہے لہٰذا میری تقلید نہ کرنا۔ [2]

۲: ((قَالَ الشَّافِعِيُّ: اِذَا قُلْتُ قَوْلًا وَّكَانَ النَّبِيُّ قَالَ خِلَافَ قَوْلِي فَمَا يَصِحُّ مِنْ حَدِيْثِ النَّبِيِّ اَوْلٰى فَلَا تُقَلِّدُوْنِي.)) [3]

''امام شافعی نے فرمایا: جب میں کوئی مسئلہ بتاؤں اور رسول اللہ ﷺ نے میرے قول کے خلاف فرمایا ہوتو جو مسئلہ حدیث سے ثابت ہو وہی افضل ہے۔ پس میری تقلید مت کرو۔''

۳: ((اِنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ اِذَا صَحَّ الْحَدِيْثُ فَهُوَ مَذْهَبِي، اِذَا رَأَيْتُمْ كَلَامِي يُخَالِفُ الْحَدِيْثَ فَاعْمَلُوْا بِالْحَدِيْثِ وَاضْرِبُوْا بِكَلَامِي الْحَائِطَ.)) [4]

''امام شافعی رحمہ اللہ فرمایا کرتے، جب صحیح حدیث مل جائے پس جان لو کہ میرا مذہب وہی ہے (اور) جب میری بات کو حدیث کے مخالف دیکھو تو (خبردار) حدیث پر عمل کرو اور میری بات کو دیوار پر دے مارو۔''

امام شافعی رحمہ اللہ نے امام احمد کی خدمت میں عرض کیا:

---

[1] الرسالة، ص: ۵۵۹، ۵۶۰۔ دیکھیں: آداب الشافعی ومناقبة لابن ابی حاتم۔ مناقب الشافعی للبیہقی۔ معرفة السنن والاثار للبیہقی۔ الفقیہ والمتفقہ للخطیب۔

[2] کتاب الامتاع از امام بیہقی۔

[3] عقد الجید۔

[4] عقد الجید۔

۴: ((اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِالْحَدِيْثِ وَالرِّجَالِ مِنِّيْ، فَاِذَا كَانَ الْحَدِيْثُ الصَّحِيْحُ فَاَعْلِمُوْنِيْ بِهِ اَيَّ شَيْئٍ يَكُوْنُ كُوْفِيًّا اَوْ بَصْرِيًّا اَوْ شَامِيًّا حَتّٰى اَذْهَبَ اِلَيْهِ.)) ❶

''آپ کو میری نسبت حدیث اور رجال کا زیادہ علم ہے۔ لہٰذا آپ کی تحقیق کے مطابق جب کوئی حدیث صحیح ہو تو مجھے بھی بتا دیا کریں خواہ وہ کوفی ہو یا بصری ہو یا شامی تاکہ حدیث کے صحیح ہونے کی صورت میں میں بھی اس کے مطابق عمل کروں۔''

آپ تو یہاں تک فرمایا کرتے تھے:

۵: ((اِذَا رَاَيْتُمُوْنِيْ اَقُوْلُ قَوْلًا وَقَدْ صَحَّ عَنِ النَّبِيِّ خِلَافُه، فَاعْلَمُوْا اَنَّ عَقْلِيْ قَدْ ذَهَبَ.)) ❷

''جب تم یہ دیکھو کہ میں ایک بات کہہ رہا ہوں اور آنحضرت ﷺ سے اس کے خلاف ثابت ہے تو جان لو کہ میری عقل جواب دے گئی ہے۔''

امام شافعی رحمہ اللہ نے یہ بھی فرمایا ہے:

۶: ((كُلُّ مَا قُلْتُ فَكَانَ عَنِ النَّبِيِّ خِلَافَ قَوْلِيْ مِمَّا يَصِحُّ فَحَدِيْثُ النَّبِيِّ اَوْلٰى فَلَا تُقَلِّدُوْنِيْ.)) ❸

''میری ہر وہ بات جس کے خلاف نبی ﷺ کا فرمان صحیح سند سے ثابت ہو، تو میری تقلید نہ کرو بلکہ آنحضرت ﷺ کے فرمان پر عمل کرو۔''

امام شافعی فرماتے ہیں:

۷: ((اَجْمَعَ الْمُسْلِمُوْنَ عَلٰى اَنَّ مَنِ اسْتَبَانَ لَهُ سُنَّةٌ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ لَمْ يَحِلَّ لَهُ اَنْ يَّدَعَهَا لِقَوْلِ اَحَدٍ.)) ❹

---

❶ آداب الشافعی، ابن ابی حاتم، ص: ۹۴۔ ۹۵۔ حلیۃ الاولیاء، ابونعیم، ۱۰۶/۹۔ الاحتجاج بالشافعی، خطیب، ص: ۸.

❷ آداب الشافعی، ابن ابی حاتم، ص: ۳۹۔ حلیۃ الاولیاء: ۱۰۶/۹۔ ابن عساکر: ۱۰/۱۵.

❸ ابن عساکر: ۹/۱.

❹ اعلام الموقعین: ۳۶۱/۲۔ ایقاظ، ص: ۶۸.

''مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ جس کے سامنے رسول اللہ ﷺ کی سنت واضح ہوجائے تو اس کے لیے یہ حلال نہیں کہ کسی کے قول کی وجہ سے سنت رسول ﷺ کو چھوڑ دے۔''

۸: كُلُّ الْعُلُوْمِ سِوَى الْقُرْآنِ مُشْغِلَةٌ
اِلَّا الْحَدِيْثَ وَاِلَّا الْفِقْهَ فِي الدِّيْنِ
اَلْعِلْمُ مَا كَانَ فِيْهِ قَالَ حَدَّثَنَا
وَسِوَى ذَاكَ مِنْ وَسْوَاسِ الشَّيَاطِيْنِ [1]

''قرآن وحدیث اور تفقہ فی الدین کے علاوہ تمام علوم مشغلہ ومصروفیت ہیں۔علم وہی ہے جس میں یہ ہو کہ فلاں نے یہ حدیث بیان کی وگرنہ صرف شیطانی وساوس ہی ہیں۔''

۹: امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا:
''ہر شخص سے سنت رسول کبھی مخفی رہ سکتی ہے، لہٰذا جب میں کوئی بات کہوں یا کوئی اصول بیان کروں اور وہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے خلاف ہو تو اس وقت رسول اللہ ﷺ کے فرمان کو تسلیم کرو، وہی میرا قول ہے۔'' [2]

۱۰: امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
((فَفَرَضَ اللّٰهُ عَلَى النَّاسِ اتِّبَاعَ وَحْيِهٖ وَسُنَنِ رَسُوْلِهٖ.)) [3]
''اللہ تعالیٰ نے لوگوں پر اپنی وحی اور اپنے رسول کی سنن کی اتباع فرض کی ہے۔''

۱۱: امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
((كُلُّ مَا قُلْتُ۔ وَكَانَ عَنِ النَّبِيِّ (ﷺ) خِلَافَ قَوْلِيْ مِمَّا يَصِحُّ فَحَدِيْثُ النَّبِيِّ

[1] مواهب الوفی فی مناقب الشافعی.
[2] ایقاظ همم أولی الأبصار، ص: ۱۰۰۔اعلام الموقعین: ۲/۳۶۳.
[3] الرسالة، ص: ۷۶، رقم: ۲۴۴.

(ﷺ)أَوْلَى، وَلَا تُقَلِّدُوْنِيْ.)) ❶

''میری ہر بات جو نبی ﷺ کی صحیح حدیث کے خلاف ہو، اُسے چھوڑ دو، پس نبی ﷺ کی حدیث سب سے زیادہ لائق اتباع ہے، لہٰذا میری تقلید نہ کرو۔''

۱۲: امام مزنی رحمہ اللہ نے فرمایا:

((اِخْتَصَرْتُ هٰذَا الْكِتَابَ مِنْ عِلْمِ مُحَمَّدِ بْنِ إِدْرِيْسِ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَمِنْ مَعْنَى قَوْلِهِ لِأُقَرِّبَهُ عَلٰى مَنْ أَرَادَهُ مَعَ إِعْلَامِيَةِ نَهْيِهِ عَنْ تَقْلِيْدِهِ وَتَقْلِيْدِ غَيْرِهِ، لِيَنْظُرَ فِيْهِ لِحَدِيْثِهِ وَيَحْتَاطَ فِيْهِ لِنَفْسِهِ.)) ❷

''میں نے یہ کتاب (امام) محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ کے علم سے مختصر کی ہے تاکہ جو شخص اسے سمجھنا چاہے آسانی سے سمجھ لے، اس کے ساتھ میرا یہ اعلان ہے کہ امام شافعی نے اپنی تقلید اور دوسروں کی تقلید سے منع فرما دیا ہے تاکہ شخص اپنے دین کو پیش نظر رکھے اور اپنے لیے احتیاط کرے۔''

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ وفات ۲۴۱ھ:

اُصولِ فقہ:

اسی طرح ائمہ ثقات نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے بھی آپ کے اصول نقل کئے اور وہ ان پر عمل کرتے رہے۔ اثرم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ احمد بن حنبل کے منجملہ اور مسائل کے جنہیں ہم نے ان سے سنا ہے، انہیں دیکھا بھی ہے کہ اگر کسی مسئلے میں کوئی حدیث ہوتی تو وہ کسی صحابی یا تابعی وغیرہ کی بات اس کے خلاف نہ لیتے۔ اور اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مختلف اقوال انہیں ملتے تو ان میں سے کسی ایک کو ترجیح دے کر قبول کرتے۔ اسی طرح اگر نبی رضی اللہ عنہم کی سنت نہ ملتی نہ ہی صحابہ کے اقوال ملتے تو تابعین کے اقوال میں سے کسی کا قول اختیار کرتے۔ عمرو بن شعیب اور ابراہیم ہجری کی حدیث کی طرح اگر حدیث میں کچھ ضعف بھی ہوتا تو اسے لے لیتے اگر اس

❶ آداب الشافعي ومناقبه لابن ابی حاتم، ص: ۱۵ .

❷ الام، مختصر المزنی، ص: ۱ .

سے قوی کوئی حدیث نہ ملتی۔ اسی طرح مرسل حدیث کے خلاف بھی کوئی حدیث نہ ملتی تو اسے قبول کرتے۔ [1]

ابو محمد رزق اللہ تمیمی نے امام احمد کے اصول کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ امام احمد رحمہ اللہ کا یہ کہنا تھا کہ احکام شرعیہ اور ان مسائل میں جن میں ظاہری علوم کا دخل نہیں دلیلوں کے پانچ اصول ہیں:

پہلا اصل:......اللہ کی کتاب ہے۔ اور یہ آیت پڑھتے تھے:

﴿مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ﴾ (الانعام: ۳۸)

''ہم نے کتاب میں کوئی چیز بیان کئے بغیر نہیں چھوڑی۔''

دوسرا اصل:......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ استدلالاً یہ آیت پڑھتے:

﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ﴾ (النساء: ۵۹)

''اگر کسی چیز میں اختلاف ہو تو اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو۔''

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آپ کی وفات کے بعد لوٹانے کا معنی یہ ہے کہ آپ کی سنت کی طرف لوٹایا جائے۔ ''عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ'' کی حدیث کی روایت بھی کرتے، اور یہ آیت پڑھتے:

﴿مَا آتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ (الحشر: ۷)

''جو کچھ رسول تمھیں دیں اسے لے لو اور جس سے منع کریں اس سے باز آجاؤ۔''

تیسرا اصل:......کسی زمانہ کے علماء کا اجماع ہے اگر وہ آپس میں اختلاف نہ کریں۔ اگر ان میں سے ایک عالم نے بھی اختلاف کر دیا تو اجماع ثابت نہ ہوگا۔ اجماع کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ بعض علماء سے کوئی قول مشہور ہو دوسرے لوگوں کو اس کا علم ہو لیکن کسی نے اس کا انکار نہ کیا ہو۔

پہلا درجہ اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم کا ہے بعد کے لوگوں کو اس کے تابع رہنا ہے۔

---

[1] الفقیہ والمتفقہ: ۱/۳۲۱۔

چوتھا اصل:......کسی ایک صحابی کا قول ہے جو لوگوں میں مشہور ہو۔ کسی صحابی نے اس پر نکیر نہ کی ہو۔

پانچواں اصل:......قیاس ہے۔

قیاس کی تعریف یہ ہے: کہ کسی مسئلے کا شرعی حکم ثابت ہو تو اسی جیسے دوسرے مسئلے پر بھی مشترک سبب کی بنا پر حکم لگانا اور اگر دونوں مسئلوں میں کوئی مشترک سبب نہ ہو تو قیاس جائز نہیں۔

امام رحمہ اللہ ایسے ہی قیاس کو جائز سمجھتے تھے پھر بھی قیاس کو دلیلوں کے درمیان مجبوری میں مردہ کا گوشت کھانے اور پانی نہ ہونے کی صورت میں مٹی سے تیمم کی طرح جانتے تھے۔ [1]

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ امام احمد رحمہ اللہ کے اصول کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ کے فتاویٰ کی بنیاد پانچ اصول وقواعد پر تھی:

پہلا قاعدہ:......نصوص ہیں۔ نصوص کے مطابق فتویٰ دیتے اس کے خلاف کسی چیز کی طرف توجہ نہ دیتے۔ صحیح حدیث پر کسی کے قول، عمل، رائے، قیاس، صحابی کے قول اور نہ اس اجماع کے دعویٰ کو ترجیح دیتے جیسے بہت سے علماء صحیح حدیث پر ترجیح دیتے ہیں، بلکہ اس قسم کے اجماع کا دعویٰ کرنے والے کو امام احمد جھٹلاتے تھے۔ اسے حدیث پر ترجیح دینے کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔

دوسرا قاعدہ:......صحابہ کے فتاوی ہیں اگر کسی صحابی کا فتویٰ جس کا صحابہ میں سے کوئی مخالف نہ ہوتا تو اس فتویٰ کو نہ چھوڑتے۔ آپ تورّع میں اس قسم کے قول کو اجماع نہ کہتے بلکہ اس طرح کہتے کہ مجھے اس فتویٰ کے مخالف فتویٰ کا علم نہیں ہے۔

تیسرا قاعدہ:...... یہ ہے کہ صحابہ کے اختلافی مسائل میں جو کتاب وسنت سے زیادہ قریب ہوتا اسی کو اختیار کرتے لیکن صحابہ کے اقوال سے باہر نہ جاتے۔ اگر کسی قول کی ترجیح آپ کے نزدیک ظاہر نہ ہوتی تو بغیر ایک کے اختیار کئے تمام اقوال کا ذکر کرنے پر اکتفا کرتے۔

امام احمد رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ کسی بستی میں آدمی سے ایسا مسئلہ پوچھا جائے جس میں لوگوں کا اختلاف ہے تو کیا کرے؟ آپ نے کہا: کہ کتاب وسنت کی موافقت میں فتویٰ دے اور

---

[1] اصول مذهب الامام احمد و مشربه المطبوع باخر طبقات الحنابلة لابن ابن يعلى: ۲/۲۸۳، ۲۸۵.

جو کتاب وسنت کے موافق نہ ہو اس کا فتویٰ نہ دے۔ کہا گیا کہ اس صورت میں اس پر کوئی خوف نہیں؟ کہا نہیں۔

چوتھا قاعدہ:......مرسل اور ضعیف حدیث سے استدلال لینا ہے۔ جبکہ اس موضوع میں کوئی دوسری حدیث اسے دفع نہ کرتی ہو۔ آپ نے اسی حدیث کو قیاس پر ترجیح دیا ہے۔ البتہ ضعیف سے مراد باطل اور منکر حدیث نہیں ہے۔ اور نہ ایسی حدیث مراد ہے جس کی سند میں کوئی متہم بالکذب راوی ہو، جس سے مسئلہ لینا جائز نہ ہو، بلکہ ضعیف حدیث سے مراد حسن درجہ کی حدیث ہے۔ اگر کسی مسئلہ میں کوئی قول صحابی یا اجماع اس کے خلاف نہ ہو آپ کے نزدیک ایسی ضعیف حدیث پر عمل قیاس پر عمل سے افضل ہے۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: تمام ائمہ کرام اس رائے میں امام احمد کے موافق ہیں۔ اس کے بعد ابن قیم رحمہ اللہ نے امام ابوحنیفہ، شافعی اور مالک رحمہم اللہ سے کئی ایسے مسائل ذکر کئے ہیں جن میں انہوں نے ضعیف حدیث سے استدلال کیا ہے۔

پانچواں قاعدہ:......اگر امام کے پاس کسی مسئلہ میں کتاب وسنت کا نص نہ ہو، نہ قول صحابہ یا قول صحابی اور نہ ہی مرسل اور ضعیف حدیث تو قیاس کو مجبوری کی صورت میں استعمال فرماتے۔ ابوالحارث کی روایت میں امام نے کہا کہ رائے اور قیاس کی ضرورت نہیں، حدیث میں سب کچھ ہے۔ میمونی کی روایت میں آپ نے فرمایا: کہ فقہ سے متعلق بولنے والا مجمل اور قیاس سے دور رہے۔

یہ پانچ اصول وقواعد آپ کے فتاویٰ کے مدار اور بنیاد تھے۔ کبھی آپ فتویٰ سے توقف فرماتے۔ جب دلیلیں متعارض ہوتیں یا صحابہ کا اختلاف ہوتا یا مسئلے میں صحابی یا تابعی کا فتویٰ نہ پاتے یا جس مسئلے میں سلف کا کوئی اثر نہ پاتے تو اس میں فتویٰ کو سخت مکروہ جانتے اور فتویٰ دینے سے سختی سے منع فرماتے۔ جیسا کہ آپ نے بعض شاگردوں سے فرمایا: جس مسئلے میں تم سے پہلے کسی امام نے فتویٰ نہ دیا ہو تو اس میں ہرگز نہ بولنا۔ [1]

---

[1] اعلام الموقعین: ۱/ ۲۹، ۳۳۔

اقوال:

۱: ((لَا تُقَلِّدْنِیْ وَلَا تُقَلِّدْ مَالِکًا وَلَا الشَّافِعِیَّ وَلَا الْاَوْزَاعِیَّ وَلَا الثَّوْرِیَّ وَخُذْ مِنْ حَیْثُ اَخَذُوْا مِنَ الْکِتَابِ وَالسُّنَّةِ.)) [1]

''ہرگز میری تقلید نہ کرنا اور نہ امام مالک رحمہ اللہ کی اور نہ امام شافعی رحمہ اللہ کی اور نہ امام اوزاعی رحمہ اللہ کی اور نہ امام ثوری رحمہ اللہ کی اور نہ ان کے سوا کسی اور کی تقلید کرنا، کتاب وسنت سے احکام لو جہاں سے انہوں نے لیے ہیں۔''

۲: امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے:

((عَجِبْتُ لِقَوْمٍ عَرَفُوْا الْاِسْنَادَ وَصِحَّتَهُ یَذْهَبُوْنَ إِلٰی رَأْیِ سُفْیَانَ وَاللّٰهُ یَقُوْلُ: ﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○﴾ (النور: ٦٣) اتدری ما الفتنة؟ الفتنة الشرك، لَعَلَّهُ إِذَا رَدَّ بَعْضَ قَوْلِهٖ اَنْ یَّقَعَ فِیْ قَلْبِهٖ شَیْئٌ مِنَ الزَّیْغِ فَیَهْلِكَ.))

''مجھے ان لوگوں پر تعجب ہوتا ہے، جو اسناد کو بھی جانتے ہیں اور اس کی صحت کو بھی، اس کے باوجود سفیان رحمہ اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں، باوجود اس بات کے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○﴾ (النور: ٦٣)

''سنو جو لوگ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرنا چاہیے کہ کہیں ان پر کوئی زبردست آفت نہ آ پڑے یا انہیں دردناک عذاب (نہ) پہنچے۔''

۳: امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا:

((مَنْ رَدَّ حَدِیْثَ رَسُوْلِ اللّٰهِ فَهُوَ عَلٰی شَفَا هَلَکَةٍ.)) [2]

---

[1] عقد الجید.

[2] المناقب لابن الجوزی، ص: ۱۸۲.

''جو رسول اللہ ﷺ کی حدیث کو ردّ کر دے، وہ تباہی و ہلاکت کے کنارے پر ہے۔''

۵: امام ابوداود السجستانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

میں نے امام احمد سے پوچھا: کیا امام اوزاعی، امام مالک سے زیادہ متبع سنت ہیں؟ انہوں نے فرمایا: ''لَا تُقَلِّدْ دِيْنَكَ أَحَدًا مِنْ هَؤُلَاءِ'' إلخ ''اپنے دین میں، ان میں سے کسی ایک کی بھی تقلید نہ کر۔ الخ'' [1]

۶: امام احمد فرماتے ہیں:

((لَيْسَ لِأَحَدٍ مَعَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ كَلَامٌ.)) [2]

''اللہ اور اس کے رسول کے مقابلے میں کسی کا کلام کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔''

۷: اوزاعی مالک اور ابوحنیفہ کی آراء، آراء ہی ہیں میرے نزدیک ان کا درجہ دلیل و حجت نہ ہونے میں یکساں ہے اور دلیل و حجت تو صرف احادیث اور آثار ہیں۔ [3]

❀❀❀❀

---

1. مسائل ابی داود، ص: ۲۷۷.
2. عقد الجید: ۸۱.
3. جامع بیان العلم لابن عبدالبر: ۲/ ۱۴۹.

منکرین حدیث کے اعتراضات اوران کے جوابات

قارئین کرام! منکرین حدیث، حدیث کورد کرنے کے لیے کچھ اعتراضات کرتے ہیں۔

اب ہم ان میں سے ہر ایک اعتراض کا بغور جائزہ لیتے ہیں کہ ان میں کس قدر وزن ہے یا یہ بیہودگی کا شاہکار ہیں۔

جوان اعتراضات کی حیثیت ہے، اس کو کھول کر لوگوں کے سامنے واضح کر دیتے ہیں تا کہ حق وباطل کے درمیان فرق ہوجائے۔ قل جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا.

پہلا اعتراض:

قارئین کرام ! منکرین حدیث کا ایک اعتراض حدیث کو رد کرنے کے لیے یہ ہے کہ احادیث مبارکہ میں اختلاف بہت ہے۔ جو کہ فتنہ کا باعث ہے، جس کی وجہ سے امت مسلمہ گروہوں میں تقسیم ہوگئی ہے، لہٰذا ہم حدیث کو ہی نہیں مانتے۔

جواب:......قارئین کرام! حدیث کے اختلاف کی حقیقت کیا ہے؟ ہم اس پر بحث نہیں کررہے؟ بحث ہے کہ کیا اختلاف کی وجہ سے احادیث کو رد کرنا چاہیے؟ اور اختلافات ہی رد کرنے کا سبب ہے؟

حدیث کو نہ ماننے کی وجہ اگر اختلاف ہے، تو بیسیوں آیتیں قرآن حکیم کی ہیں کہ جن میں بظاہر اختلاف ہے، اگر اختلاف ہونا ہی رد کردینے کا سبب ہے تو ان آیات کو بھی ماننے سے انکار کردیجئے۔ چند آیات بطور نمونہ ملاحظہ فرمائیں۔

۱: ﴿وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ۚ وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ ۚ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْ مَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ ۗ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝﴾ (البقرہ: ۲۴۰)

''جولوگ تم میں سے فوت ہوجائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں وہ وصیت کر جائیں کہ ان کی بیویاں سال بھر تک فائدہ اٹھائیں انہیں کوئی نہ نکالے، ہاں اگر وہ خود نکل جائیں تو تم پر اس میں کوئی گناہ نہیں جو وہ اپنے لیے اچھائی سے کریں، اللہ خوب غالب اور حکیم ہے۔''

اس آیت سے ثابت ہوا کہ جن عورتوں کے شوہر فوت ہوجائیں تو ان کو ایک سال تک فائدہ پہنچاؤ اور ان کو گھروں سے مت نکالو۔لیکن دوسری آیت میں یوں ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴾ (البقرہ: ۲۳۴)

''تم میں سے جولوگ فوت ہوجائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں وہ عورتیں اپنے آپ کو چار مہینے اور دس دن عدت میں رکھیں، پھر جب مدت ختم کرلیں تو جو اچھائی کے ساتھ وہ اپنے لیے کریں، اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں، اور اللہ تعالیٰ تمہارے ہر عمل سے خبردار ہے۔''

کہ جن عورتوں کے شوہر فوت ہوجائیں تو وہ چار مہینے دس دن تک انتظار کریں یعنی عدت گزاریں، شوہروں کے گھروں میں رہیں، اس آیت سے ثابت ہو رہا ہے کہ چار مہینے دس دن تک انتظار کرنا ہے۔ جبکہ اوپر والی میں ایک سال کا ذکر ہے۔تو دونوں آیتوں میں ظاہری اختلاف ہے۔

۲: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴾

(الانفال: ۶۵)

''اے نبی ایمان والوں کو جہاد کا شوق دلاؤ، اگر تم میں بیس بھی صبر کرنے والے

ہوں گے تو دوسو پر غالب رہیں گے اور اگر تم میں ایک سو ہوں گے تو ایک ہزار کافروں پر غالب ہیں۔''

اس آیت سے معلوم ہوا کہ تم اپنے سے دس گناہ بڑے لشکر کو شکست دے سکتے ہو لہٰذا دس گنا بڑے لشکر سے بھی لڑو۔ لیکن اس سے آگے والی آیت میں فرمایا کہ تم اپنے سے دوگناہ لشکر کو شکست دے سکتے ہو۔ لہٰذا اپنے سے دوگناہ بڑے لشکر کے ساتھ لڑائی کرو۔ پہلی آیت میں دس گناہ سے لڑنے کی ترغیب اور دوسری میں دوگناہ سے لڑنے کی ترغیب دونوں آیتیں ایک دوسرے کے ظاہری مخالف ہیں۔

۳: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ وَ لَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّ لَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ رَّقِيْبًا ۟﴾

(الاحزاب: ۵۲)

''اس کے بعد اور عورتیں آپ کے لیے حلال نہیں اور نہ یہ درست ہے کہ ان کے بدلے اور عورتوں سے نکاح کرے اگر چہ ان کی صورت اچھی بھی لگتی ہو مگر جو تیری مملوکہ ہوں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کی پوری طرح نگہبانی کرتا ہے۔''

اس آیت سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ اس کے بعد اب کسی عورت سے نکاح نہیں کر سکتے۔ جبکہ دوسری آیت:

﴿يٰۤاَيُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِیْۤ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَ مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ﴾ (الاحزاب: ۵۰)

''اے نبی ہم نے تیرے لیے وہ بیویاں حلال کر دی ہیں، جنہیں تو ان کے مہر دے چکا ہے اور وہ لونڈیاں بھی جو اللہ تعالیٰ نے غنیمت میں تجھے دی ہیں۔''

اس آیت سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کے لیے نکاح کرنا جائز ہے، نکاح کر سکتے ہیں، اوپر والی آیت نکاح سے منع کرتی ہے جبکہ دوسری آیت نکاح کی اجازت دیتی ہے۔ دونوں میں

ظاہری اختلاف ہے ایک ماننے سے دوسرے کا انکار لازم آتا ہے۔

یہ تو تین مثالیں قرآنی آیات کے بظاہر اختلاف کی ہیں، ایسی بیسیوں آیات منکرین باطل کے سامنے پیش کی جاسکتی ہیں۔تو کیا وہ اپنے کفریہ نظریہ کے مطابق اختلاف کو ختم کرنے کی کوشش کریں گے؟ اگر تاویل کر کے ان کے اختلاف کو ختم کریں گے تو کیا ایسے تاویل کر کے حدیث کے اختلاف کو ختم نہیں کیا جاسکتا۔ اگر کیا جاسکتا ہے تو پھر انکار کیوں؟ لہٰذا اپنے کفریہ نظریہ سے تائب ہو جائیں، یہی عافیت کی راہ ہے۔

اگر ان آیات کے اختلاف کو دور کرنے کے لیے ناسخ ومنسوخ اور دوسرے دلائل کا سہارا لیا جاتا ہے تو احادیث مبارکہ میں ایسا کیوں نہیں ہوسکتا؟

منکرین حدیث کے بقول حدیث کو اگر مانیں تو اس سے اختلاف پیدا ہوتا ہے، جناب عالی! اگر حدیث کو نہ مانا جائے تو کیا اختلاف ختم ہو جائے گا؟ اگر اختلاف ختم ہو جائے گا تو ذرا کر کے دکھا دیجئے!

دو منکرین حدیث میں اختلاف ہو گیا ہے، ایک زید ہے اور دوسرا بکر ہے۔

زید کہتا ہے: پانچ نمازیں فرض ہیں۔

بکر کہتا ہے: نہیں تین نمازیں فرض ہیں۔

ان دونوں میں صحیح کون ہے اور غلط کون فیصلہ کون کرے گا؟

زید کہتا ہے: ظہر کی چار رکعات ہیں۔

بکر کہتا ہے: تین رکعات ہیں۔

زید کہتا ہے: میں بیٹھ کر سلام پھیروں گا۔

بکر کہتا ہے: میں کھڑے ہو کر سلام پھیروں گا۔

زید کہتا ہے: ایک ہی سجدہ کافی ہے دوسرے کی ضرورت نہیں ہے۔

بکر کہتا ہے: میں تو ایک ایک رکعت میں تین تین سجدے کروں گا۔

ذرا ٹھنڈے دل سے جواب عنایت فرمائیں کہ ان دونوں کے اختلاف کا حل کہاں سے

آئے گا؟

آپ نے حدیث کو اس لیے رد کر دیا تھا کہ اختلاف پایا جاتا ہے۔ اختلاف تو حدیث کو رد کرنے کے باوجود باقی ہے، نا صرف باقی ہے۔ بلکہ بہت زیادہ بڑھ گیا۔ ہر دو افراد میں شدید ترین اختلاف ہر مسئلہ میں واقع ہوسکتا ہے۔ جیسا کہ ہم نے تین مثالوں سے واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ بیسیوں مسائل نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، سفر اور حضر نمازوں کے اوقات وغیرہ میں اختلاف ہو جائے گا۔ اس اختلاف کو حل کون کرے گا؟

اگر ان کے بقول ان مسائل کا تعین وقت کا حکمران کرے گا تو ہم سوال کریں گے کہ حکمران کو یہ اتھارٹی کس نے دی ہے کہ وہ اللہ کے دین کا تعین کرے، جبکہ یہ اتھارٹی تو اللہ نے اپنے پیغمبر علیہ السلام کو بھی نہیں دی۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَ لَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ۝ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ۝ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ۝﴾ (الحاقہ: ۴۴تا۴۶)

''اگر یہ (ہمارا پیغمبر) بھی اپنی کسی بات کو ہماری طرف منسوب کر دیتا، تو ہم اس کو بھی اپنے دائیں ہاتھ سے پکڑ لیتے پھر اس کی شہ رگ کاٹ ڈالتے۔''

قارئین کرام! اندازہ فرمائیں! کہ دین میں کمی اور زیادتی کا اختیار اللہ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نہیں دیا تو حکمران کون ہوتا ہے؟ کہ دین میں کمی یا زیادتی کر سکے۔ جب حکمران کمی اور زیادتی نہیں کر سکتا، تو پھر تعین اور وضاحت تو نہ ہو سکے گی۔ جب نہ ہو سکے گی تو اختلاف تو باقی رہا۔ جب مشکل سے نکلنے کے لیے حدیث کا انکار کیا تھا۔ انکار کرنے سے تو اس سے بڑی مصیبت اور مشکل میں پھنس گئے ہیں۔ لہٰذا امن و عافیت کا راستہ یہی ہے کہ انکار حدیث سے توبہ کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو دل کی اتھاہ گہرائیوں سے قبول کریں، تاکہ دنیا اور آخرت کی مشکلات سے نجات مل جائے۔ کیونکہ یہ نجات اور کامیابی کا راستہ ہے۔

دوسرا اعتراض (حدیث قرآن کے خلاف ہے):

قارئین کرام! منکرین کا یہ اعتراض بھی انتہائی بودہ ہے۔ کیونکہ حدیث قرآن کی تفسیر ہے

نہ کہ اس سے ٹکرانے والی۔ یہ الگ بات ہے کہ رب نے ذہن ماؤف کر دیے ہوں، جن میں سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت ہی ختم ہوگئی ہو کہ جنہوں نے معمولی بظاہر ٹکراؤ کو انتہائی خطرناک اختلاف باور کرایا ہو۔

منکرین اپنے مذکورہ دعویٰ کی دلیل کے طور پر ''صحیح بخاری'' کی اس حدیث کو پیش کرتے ہیں کہ جس میں ابراہیم علیہ السلام کے تین جھوٹوں کا ذکر ہے۔ جبکہ قرآن سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کو سچا نبی قرار دیتا ہے۔ حدیث جھوٹ کا الزام لگاتی ہے۔ لہٰذا حدیث کو رد کر دیتے ہیں۔

ذیل میں مذکورہ واقعات کو حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم جھوٹ کی طرف منسوب کرتی ہے، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ سیّدنا ابراہیم کا مذکورہ جھوٹ نہیں ہے بلکہ توریہ ہے یعنی ایسا انداز کہ جس سے سامنے والا مقصد تک غور و خوض کے بعد پہنچے بالفاظ دیگر یہ انداز بہتر طور پر سمجھانے کے لیے اپنایا جاتا ہے۔ جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنایا۔ ﴿بَلْ فَعَلَهُ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا﴾ (الانبیاء: ۶۳)

''بلکہ یہ ان کے اس بڑے کی کارستانی ہے۔''

۱: بڑے بت کو چھوڑ دیا بقایا سب کو توڑ دیا۔ پوچھنے پر جواب دیا کہ بڑے نے توڑا ہے۔ اب ذرا غور فرمائیے کہ اگر جھوٹ ہی بولنا تھا تو کیا اس کا یہی جواب ہونا چاہیے تھا یا یہ ہونا چاہیے تھا کہ مجھے تو کچھ بھی پتہ نہیں ہے۔ یقیناً یہی ہونا چاہیے تھا کہ مجھے کچھ پتہ نہیں، لیکن یہ جواب نہیں دیا، بلکہ کہا کہ بڑے نے توڑا ہے۔ تاکہ ان پر بہتر انداز میں یہ بات واضح ہو جائے کہ یہ پتھر کی بنی مورتیاں اور یہ بت کچھ نہیں کر سکتے۔ تو انہوں نے توڑنا کہاں سے ہے؟ سیّدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے اس مقصد میں قرآن کے الفاظ میں کامیاب ہوئے، خود کافروں نے اقرار کیا کہ یہ کچھ نہیں کر سکتے۔

سیّدنا ابراہیم علیہ السلام نے مذکورہ انداز اسی لیے اپنایا تھا۔ تاکہ باطل کو اپنے باطل ہونے کا اچھی طرح یقین ہو جائے۔ ناکہ جھوٹ بولنے کے لیے اور نہ ہی جھوٹ بولا۔ بلکہ اس انداز کو توریہ کہا جاتا ہے۔ اگر یہ جھوٹ بھی ہے تو اس کا ذکر قرآن نے بھی کیا ہے۔ لہٰذا قرآن کو بھی رد کر دیجئے، کیونکہ قرآن ایک طرف ابراہیم کو سچا کہتا ہے اور دوسری طرف خود اس جھوٹ کو نقل کرتا

ہے۔

لہٰذا ان کے نظریہ کے مطابق ان کے پاس قرآن کو نہ ماننے کی دو وجوہ ہو گئیں۔

۱: سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر جھوٹ کا الزام۔

۲: قرآن حکیم کی دو آیات میں باہمی اختلاف۔

یہ لوگ اپنے نظریہ کے بارے میں فیصلہ خود کر لیں۔

اندازِ بیاں اگرچہ میرا شوخ نہیں ہے
شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات

۲: سیدنا ابراہیم علیہ السلام اپنی بیوی سارہ کے ساتھ ایک جابر حکمران کے علاقے میں گزرے۔ وہ حکمران خوبصورت عورتیں چھین لیتا تھا اور اگر ساتھ میں شوہر ہوتا تو اس کو قتل کروا دیتا تھا۔ سیدہ سارہ رضی اللہ عنہا کو بھی اس حکمران نے طلب کیا، تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے سارہ کو کہا کہ تم مجھے اپنا بھائی ظاہر کرنا۔ [1]

اس حدیث میں مزید وضاحت ہے:

((وَاللّٰهِ إِنْ عَلَى الْأَرْضِ مِنْ مُؤْمِنٍ غَيْرِي وَغَيْرِكِ.))

''اللہ کی قسم! روئے زمین پر میرے اور تیرے سوا کوئی بھی مومن (جوڑا) نہیں ہے۔''

اس موقع پر اپنی بیوی کو بہن کہا ہے۔ اب یہ بھی بظاہر جھوٹ ہے، لیکن حقیقت میں جھوٹ ہے بھی نہیں۔ حقیقت کے اعتبار سے تمام بنی آدم ایک دوسرے کے بہن بھائی ہیں، کیونکہ سب آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور اس حیثیت سے سب ایک دوسرے کے بہن بھائی ہیں، لہٰذا جھوٹ نہ رہا، اور پھر یہ جھوٹ اس وجہ سے بھی نہیں ہے کہ اس میں کسی کا کوئی نقصان نہیں ہے، بلکہ اپنے

---

[1] صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب شراء المملوک من الحرمي وبهته وعتقه، رقم: ۲۲۱۷، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللّٰہ تعالی واتخذ اللّٰہ ابراهیم خلیلا (النساء) وقوله... ان ابراهیم کان امة قانتا لله (النحل) رقم: ۳۳۵۷، ۳۳۵۸.

آپ کو ظلم وزیادتی سے بچانا ہے۔ اور اس کے جھوٹ کو جھوٹ نہیں مانتا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ ﴾ (النحل: ۱۰۶)

''کہ جس نے مجبوراً کلمہ کفر کہہ بھی دیا، لیکن دل ایمان پر مطمئن ہے (تو اس پر کوئی حرج نہیں ہے)''

۳: تیسرا واقعہ یہ کہ جب سیّدنا ابراہیم کی قوم نے انہیں میلے پر جانے کی دعوت دی تو انہوں نے معذوری ظاہر کی یعنی ''إِنِّي سَقِيمٌ'' ''بلاشبہ میں بیمار ہوں۔'' چونکہ انسان کو کوئی نہ کوئی بیماری لاحق ہوتی ہے۔ اس لیے سفید جھوٹ نہیں تھا یا انہیں بتوں کی بیماری لاحق تھی۔

یہ انداز مخالفین کو انتہائی ہیچ اور ذلیل کرنے کے لیے اور ان کی ہر قسم کی دلیل کو ختم کرنے کے لیے اپنایا جاتا ہے۔ جیسا کہ ہم مخالفین سے کسی مسئلہ پر کہتے ہیں، چلو ہم بھی تمہارے ساتھ ہیں تم ذرا اس کو ثابت کر کے تو دکھاؤ۔ لیکن وہ ثابت نہیں کر سکتے، تو ہم پیچھے ہٹ جاتے ہیں ان کا ساتھ چھوڑ دیتے ہیں۔ ہمارے اس کردار کو کوئی جھوٹا نہیں کہے گا، بلکہ مخالفین کو ذلیل کیا جائے گا کہ وہ تو ماننے کے لیے تیار تھے، لیکن تم ہی ثابت نہ کر سکے۔ یہاں سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کا بھی یہی انداز ہے۔ جس کو کوئی بھی صاحب عقل جھوٹ نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ اصل مقصد اصلاح ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

((لَيْسَ الْكَذَّابُ الَّذِي يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ وَيَقُولُ خَيْرًا وَيَنْمِي خَيْرًا.)) [1]

''کہ وہ جھوٹا نہیں ہے جو لوگوں کے درمیان اصلاح کراتا ہے۔ جو کچھ کہتا ہے اصلاح کے لئے ٹھیک کہتا ہے اور جو چغل خوری اصلاح کے لئے کرتا ہے وہ بھی جھوٹا نہیں ہے۔''

یہاں اگر یہ اعتراض ہے کہ حدیث قرآن کے مخالف ہونے کی وجہ سے مردود ہے، تو یہاں معترضین پر یہ اعتراض بھی ہے کہ یہاں دو جھوٹ تو قرآن میں مذکور ہیں۔ لہٰذا قرآن میں

[1] صحيح بخارى، كتاب الصلح، باب ليس الكاذب الذى يصلح بين الناس، رقم: ۲۶۹۲، كتاب البر والصلة، باب تحريم الكذب وبيان ما يباح عنه، رقم: ۲۶۳۳.

اختلاف ہے تو یہ بھی دلیل و حجت نہ رہا۔

تیسرا اعتراض:

حدیث وحی نہیں ہے۔ جو چیز وحی نہ ہو وہ حجت نہیں ہو سکتی۔ وحی صرف قرآن مجید ہے۔ سنت آپ کی طرف وحی نہیں کی گئی۔ لہٰذا وہ حجت نہیں۔ اللہ نے قرآن میں فرمایا:

﴿وَ اُوْحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ﴾ (الانعام: ۱۹)

''قرآن میری طرف وحی کیا گیا ہے۔''

جواب:...... منکرین حدیث کی یہ دلیل ان کے دعویٰ کو ثابت نہیں کرتی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن سیّدنا محمد ﷺ کی طرف وحی کیا گیا ہے ان کی دلیل دعوے کے مطابق نہیں، کیونکہ قرآن کے وحی ہونے کی بہت سی دلیلیں ہیں۔ لیکن کسی آیت میں حصر نہیں کہ قرآن ہی وحی ہے، کوئی اور چیز نہیں، بلکہ حدیث رسول بھی وحی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ مَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی ۞ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ۞﴾ (النجم: ۳،۴)

''اور وہ اپنی خواہش نفس کی پیروی میں بات نہیں کرتے ہیں، وہ تو وحی ہوتی ہے جو اُن پر اُتاری جاتی ہے۔''

آپ ﷺ کو اس چیز کا پابند کیا گیا تھا کہ آپ ﷺ اپنی طرف سے دین کے معاملہ میں کچھ نہیں کہہ سکتے، ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَ لَوْ تَقَوَّلَ عَلَیْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِیْلِ ۞ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْیَمِیْنِ ۞ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِیْنَ ۞ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِیْنَ ۞ وَ اِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِیْنَ ۞﴾ (الحاقه: ۴۴تا۴۸)

''اور اگر یہ ہم پر کوئی بھی بات بنا لیتے تو البتہ ہم آپ کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے، پھر آپ کی شہ رگ کاٹ دیتے پھر تم میں سے کوئی بھی اس سے روکنے والا نہ ہوتا۔''

اندازہ کیجئے! آپ ﷺ کو سخت ترین وعید سنائی گئی ہے، اپنی طرف سے دین میں کبھی بھی کسی قسم کی مداخلت کرنے کی صورت میں، تو جب آپ ﷺ دین میں اپنی خواہش سے کچھ بھی

نہیں بولتے، بلکہ جو کچھ بولتے ہیں وہ اللہ کے حکم کے مطابق بولتے ہیں تو یقیناً آپ ﷺ کی ہر بات وحی الٰہی ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن کی کئی آیات میں اس چیز کی وضاحت فرمائی ہے کہ میرا پیغمبر تو بس ہمارے احکام کا پابند ہے۔ جو کچھ اس کو کہہ دیا جاتا ہے وہی تم تک پہنچا دیتے ہیں۔ یہ صراحت اللہ مہربان نے اس لیے فرمائی، تاکہ بد باطن لوگ یقین کر لیں کہ رسول ﷺ کی ہر بات وحی الٰہی ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۭ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۭ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ﴾ (الانعام:۵۰)

''آپ کہہ دیجئے! نہ تو میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں، اور نہ میں غیب جانتا ہوں، اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں، میں تو صرف جو کچھ میرے پاس وحی آتی ہے اس کا اتباع کرتا ہوں۔''

اندازہ کیجئے کہ آپ ﷺ سے تمام خرق عادت امور کی نفی کر دی گئی، نیز یہ بھی وضاحت کر دی گئی کہ میں بس وحی (اللہ کے پیغام) کی ہی پیروی کرتا ہوں، معلوم ہوا حدیث وحی الٰہی ہے۔

﴿وَاِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰيَةٍ قَالُوْا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا ۭ قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ مِنْ رَّبِّيْ ۚ هٰذَا بَصَاۗىِٕرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴾

(الاعراف:۲۰۳)

''اور جب آپ کوئی معجزہ ان کے سامنے ظاہر نہیں کرتے، تو وہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ یہ معجزہ کیوں نہ لائے، آپ فرما دیجئے کہ میں اس کا اتباع کرتا ہوں، جو مجھ پر میرے رب کی طرف سے حکم بھیجا گیا ہے، یہ گویا بہت سی دلیلیں ہیں تمہارے رب کی طرف سے اور ہدایت اور رحمت ہے ان لوگوں کے لیے جو ایمان رکھتے ہیں۔''

غور کیجئے! آپ ﷺ سے کفار معجزہ کا مطالبہ کرتے، لیکن آپ ﷺ اس کے جواب میں فرماتے کہ میں تو اللہ کے احکامات کا پابند ہوں۔ اس کے سوا کچھ بھی نہیں ہوں میرے بس

میں معجزہ دکھانا نہیں ہے میرا کام تو وحی الٰہی کی پیروی کرنا ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ کو اس چیز کا پابند کیا گیا ہے۔ مزید ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاتَّبِعْ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتَّىٰ يَحْكُمَ اللَّهُ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ ﴿١٠٩﴾﴾

(یونس: ۱۰۹)

''جو آپ کی طرف وحی بھیجی گئی ہے اس کی پیروی کریں، اور اللہ تعالیٰ کے فیصلہ فرما دینے تک صبر کا مظاہرہ کریں، اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔''

قارئین کرام! ان تمام آیات پر غور فرمائیں معلوم ہوگا کہ آپ ﷺ اللہ کی وحی کے پابند ہیں۔ وحی الٰہی کی ہی پیروی کرتے ہیں۔ آپ ﷺ کو وحی الٰہی میں قطعاً دخل اندازی کی اجازت نہیں ہے۔ تو پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آپ ﷺ کی حدیث وحی الٰہی نہ ہو۔ یقینا آپ ﷺ کی حدیث مبارکہ بھی وحی الٰہی ہے، اس میں کوئی شک کی گنجائش نہیں ہے۔ اب ہم آپ حضرات کے سامنے قرآن میں بیان کردہ کچھ ایسے واقعات بیان کرتے ہیں کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن آپ ﷺ کی حدیث کو بھی وحی الٰہی قرار دیتا ہے۔

﴿وَإِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلَىٰ بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا فَلَمَّا نَبَّأَتْ بِهِ وَأَظْهَرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهُ وَأَعْرَضَ عَن بَعْضٍ ۖ فَلَمَّا نَبَّأَهَا بِهِ قَالَتْ مَنْ أَنبَأَكَ هَٰذَا ۖ قَالَ نَبَّأَنِيَ الْعَلِيمُ الْخَبِيرُ ﴿٣﴾﴾ (التحریم: ۳)

''پھر جب نبی نے اپنی اس بیوی کو یہ بات بتائی تو وہ کہنے لگی اس کی خبر آپ کو کس نے دی کہا سب جاننے والے پوری خبر رکھنے والے اللہ نے مجھے یہ بتلا دیا، اے نبی کی دونوں بیویو! اگر تم دونوں اللہ کے سامنے توبہ کرلو تو بہت بہتر ہے۔''

آپ ﷺ کو اس پورے واقعہ کی خبر وحی کے ذریعے سے دی گئی، جس کی صراحت خود قرآن پاک کررہا ہے کہ:

﴿نَبَّأَنِيَ الْعَلِيمُ الْخَبِيرُ ﴿٣﴾﴾ (التحریم: ۳)

''مجھے علیم الخبیر نے بتایا ہے۔''

اگر وحی صرف اور صرف قرآن کا نام ہے، حدیث وحی الٰہی نہیں ہے تو پھر وہ واقعہ کہ جو آپ ﷺ کو مذکورہ آیت میں بتایا گیا، جس کی طرف آپ ﷺ کی رہنمائی کی گئی ہے اور جس کا قرآن خود اعتراف کرتا ہے کہ آپ ﷺ کہہ رہے ہیں کہ مجھے علیم الخبیر نے خبر دی ہے۔ وہ واقعہ پورے قرآن سے ثابت کر کے دکھائیں جو کہ نہیں ہوسکتا۔ تو جب ثابت نہیں ہوسکتا تو ماننا پڑے گا کہ حدیث رسول ﷺ بھی وحی الٰہی ہے کہ جس کی صراحت قرآن کی مذکورہ آیت کرتی ہے۔

دوسرا واقعہ قرآن بیان کرتا ہے۔

﴿لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ۭ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ۝ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۝﴾ (الفتح:۲۷تا۲۸)

''یقینا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو واقعۂ خواب سچا دکھایا کہ ان شاء اللہ تم یقیناً پورے امن وامان کے ساتھ مسجد حرام میں داخل ہوؤ گے، سرمنڈواتے ہوئے اور سر کے بال کترواتے ہوئے چین کے ساتھ نڈر ہوکر، وہ ان امور کو جانتا ہے، جنہیں تم نہیں جانتے، پس اس نے اس سے پہلے ایک نزدیک کی فتح تمہیں میسر کی۔''

اس آیت میں آپ ﷺ کے خواب کا ذکر ہے، وہ خواب کیا تھا کہ جس کا ذکر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مذکورہ آیت میں کیا ہے، پورا قرآن اٹھا لیجئے کہیں ان حضرات کو خواب نہیں ملے گا اگر ملے گا تو حدیثِ رسول ﷺ میں جس کی طرف قرآن میں اشارہ کیا گیا ہے تو اسی سے بھی ثابت ہوا کہ حدیث بھی وحی الٰہی ہے، اسی وجہ سے قرآن اس کی تائید و وضاحت کر رہا ہے۔

تیسرا واقعہ جس سے حدیث رسول ﷺ کا وحی الٰہی ہونا ثابت ہوتا ہے۔

ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ

یَّنۡقَلِبُ عَلٰی عَقِبَیۡہِ ﴾ (البقرہ:۱۴۳)

''جس قبلہ پر پہلے تھے اس کو تو ہم نے اس لیے مقرر کیا تھا، تا کہ ہم یہ جان لیں کہ کون رسول ﷺ کی پیروی کرتا ہے۔اور کون نہیں کرتا۔''

قارئین کرام! ارشادِ ربانی پر غور فرمائیں کہ پہلے قبلہ کو ہم نے مقرر کیا، بیت المقدس کو قبلہ بنانے کا حکم پورے قرآن میں نہیں ہے، اگر حدیث رسول ﷺ کو وحی الٰہی نہ مانا جائے تو پھر قرآن کے اس حکم کو کیا کہو گے؟؟

قارئین کرام! بیسیوں ایسے واقعات قرآن میں موجود ہیں کہ جن سے ثابت ہوتا ہے حدیثِ رسول ﷺ بھی وحی الٰہی ہے اور اس کے وحی الٰہی ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ چند ایک واقعات آپ کے سامنے بیان کر دیے ہیں، جو سمجھنے کے لیے کافی ہیں، بشرطیکہ دل میں ایمان ہو اور رب نے دل پر مہر نہ لگا دی ہو، کیونکہ دلوں کے بند ہو جانے کی صورت میں ہزاروں لاکھوں دلائل بھی کارگر ثابت نہ ہوں گے۔

بہر حال رسول اللہ ﷺ کی پیشین گوئیوں کا پورا ہونا بھی اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ آپ ﷺ کی زبان اقدس سے نکلنے والے کلمات وحی الٰہی ہیں، بس اتفاق اتنا ہے کہ قرآن رب کے الفاظ ہیں جبکہ حدیث رسول ﷺ کے الفاظ، اللہ تعالیٰ کے مفہوم کو لوگوں کے سامنے بیان کرتے ہیں، دونوں ہی اللہ کی طرف سے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے بے شمار پیش گوئیاں فرمائیں، بعض پوری ہو چکی ہیں اور باقی ان شاء اللہ پوری ہو کر رہیں گی، یہ سب کی سب اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے وحی تھیں اور اس کا اقرار نبی محترم ﷺ بھی گاہے بگاہے فرماتے رہتے تھے:

۱: سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا: اے فاطمہ! سب سے پہلے آپ مجھے ملو گی۔ [1]

۲: سیدنا سراقہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: سراقہ میں تیرے ہاتھوں میں کسریٰ کے کنگن دیکھ رہا ہوں۔ [2]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، رقم: ۳۷۱۶.

[2] الخصائص الکبری للبیهقی: ۲/۱۱۳.

۳: جس وقت سیّدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اکیدر کے پاس بھیجا تو فرمایا کہ تم اس کو گائے کا شکار کرتے ہوئے پاؤ گے چنانچہ اسی طرح ہی ہوا۔ ❶

۴: خیبر کے بارے میں اطلاع دی کہ کل ایک بندے کے ہاتھ پر فتح ہو جائے گا اور صبح خیبر سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں فتح ہو گیا۔ ❷

۵: آپ رضی اللہ عنہ نے سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا تھا ''میرا یہ بیٹا مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں اتفاق کا سبب ہوگا۔ ❸

اسی طرح نبی مکرم ﷺ نے قیامت کی علامت اور اس سے پہلے پیش آنے والے واقعات کی خبر دی جو کہ علم غیب سے تعلق رکھتی ہے اور قرآن وحدیث کی قطعی نصوص اس کو واضح کرتی ہیں کہ علم غیب اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، کیونکہ یہ اس کی صفت ہے۔ نہ کوئی اللہ تعالیٰ کی ذات میں اس کا شریک ہے اور نہ ہی اس کی صفات عالیہ میں۔ تو جب اس کی ذات اور صفات میں کوئی اس کا شریک نہیں ہے، تو پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ غیب کی خبریں کیسے دیں؟ جبکہ قرآن وحدیث کی صریح نصوص اس چیز کی بھی وضاحت کرتی ہیں کہ آپ ﷺ علم الغیب نہیں جانتے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ آپ ﷺ کہیے:

﴿وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۛ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ ۚ﴾

(الاعراف:۱۸۸)

''کہ اگر میں علم غیب جانتا ہوتا تو میں تو بہت سی خیر حاصل کر لیتا اور مجھے کبھی بھی کوئی تکلیف نہ پہنچتی۔''

جب آپ ﷺ غیب نہیں جانتے، تو پھر یہ غیب کی خبریں آپ ﷺ کہاں سے دے رہے ہیں۔ اس کا قطعی جواب یہی ہے کہ یہ غیب کی خبریں آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی وحی سے دے

---

❶ کنز العمال: ۵/۱۵ ۳۔ البدایہ والنہایہ: ۵/۱۷.

❷ صحیح بخاری، کتاب المغازی، رقم: ۴۲۰۹.

❸ صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، رقم: ۳۷۴۶.

رہے ہیں۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ﴾ (التکویر:۲۴)

''اور وہ غیب کی خبروں پر بخیل نہیں۔ جو خبریں ان کو دی جاتی ہیں، وہ تمہیں پہنچا دیتے ہیں۔''

معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی غیب کی خبریں بھی وحی الٰہی ہیں۔جن کا ذکر اگرچہ قرآن میں نہیں، لیکن یہ بھی اللہ تعالیٰ کی وحی جو کہ قرآن کے علاوہ ہے۔اور وہ یقیناً رسول اللہ ﷺ کی احادیث مبارکہ ہیں۔لہٰذا ثابت ہوا کہ حدیث رسول ﷺ بھی وحی الٰہی ہے، اور اس کے وحی الٰہی ہونے میں ایک ذرہ برابر بھی شک نہیں ہے، اور اگر کوئی شک کرے گا تو یقیناً اس کا ایمان سلامت نہیں رہے گا بلکہ وہ بدبخت ومردود ہو گیا۔

سیدنا حسان بن عطیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((كَانَ جِبْرِيلُ يَنْزِلُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ بِالسُّنَّةِ كَمَا يَنْزِلُ عَلَيْهِ بِالْقُرْآنِ.)) [1]

''جبرائیل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے پاس قرآن کریم کی طرح سنت لے کر بھی آئے تھے۔''

پیغمبروں کی طرف وحی کی جاتی ہے، اس کی کئی اقسام ہیں، مثلاً جس کی تلاوت کی جاتی ہے یعنی کتابی شکل میں موجود ہو۔غیر متلو جس کی تلاوت نہیں کی جاتی، یعنی کتابی شکل میں یا رب کے الفاظ نہ ہوں، بلکہ مفہوم ومعنی اللہ کی طرف سے ہو، لیکن الفاظ پیغمبروں کی اپنی زبان سے جاری ہوں جیسے کہ پھر قرآن نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی گفتگو کو جو فرعون سے ہوئی تھی وحی الٰہی کہا ہے، حالانکہ تورات اس کے بعد نازل ہوئی ہے، تو اس کو کیا کہا جائے گا؟ کیا قرآن نے غلط کہا ہے؟ یا یارانِ فتنہ کے دماغ خراب ہو چکے ہیں؟

شیخ الحدیث ابومحمد حافظ عبدالستار حماد حفظہ اللہ رقم طراز ہیں: ایک عام مسلمان بھی اس حقیقت سے آگاہ ہے کہ حضرت نوح، اسماعیل، اسحاق، یعقوب، ایوب، یونس، ہارون اور سلیمان علیہم السلام کی

[1] سنن دارمی، باب السنة قاضية علی کتاب، رقم: ۵۸۸.

طرف جو وحی بھیجی گئی اس کا تعلق وحی خفی سے تھا، یعنی وہ وحی متلو نہ تھی بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے جو فکری جنگ لڑی تھی وہ حدیث کے ہتھیار سے لڑی تھی، کیونکہ تورات تو فرعون کے غرق ہونے کے بعد عطا ہوئی تھی، ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف تینوں اقسام کی وحی سے امر الٰہی نازل ہوتا تھا، چونکہ قرآن مجید صرف ایک قسم کی وحی پر مشتمل ہے، لہٰذا دیگر اقسام وحی سے ''حدیث وسنت'' نازل ہوئی اگر احادیث کو ان اقسام وحی میں شمار نہ کیا جائے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ بقیہ دو اقسام پر مشتمل وحی الٰہی کہاں غائب ہو گئی ان کا غائب ہونا ناممکن ہے، لہٰذا ماننا پڑے گا کہ وہ بقیہ اقسام حدیث کی صحت میں رسول اللہ پر نازل ہوئیں۔ [1]

سنتِ رسول ﷺ قرآن ہی کی تفسیر ہے:

رسول اللہ ﷺ کی حدیث قرآن کی حقیقی تفسیر ہے۔ اس تفسیر کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی خود مقرر کی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الذِّكْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ﴾ (النحل:۴۴)

''اس ذکر (قرآن) کو ہم نے آپ کی طرف نازل کر دیا ہے، تاکہ آپ اسے لوگوں کے لیے بیان کر دیں۔''

اس آیت مبارکہ سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اس بات کا پابند بنایا گیا تھا کہ آپ لوگوں کو قرآن کی تفسیر وتوضیح بیان کریں، معنی ومفہوم سمجھائیں، تو جب آپ ﷺ اس کے پابند تھے، یہ بات بھی حقیقت ہے کہ آپ ﷺ اپنی مرضی سے کچھ بھی نہیں کہتے تھے۔ آپ ﷺ کی تفسیر وتوضیح اور معنی ومفہوم کی حیثیت کیا ہے؟ اور کس کی طرف سے ہے؟ ان دونوں سوالوں کا جواب یہ ہے کہ یہ تفسیر وتوضیح بھی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے، تو جب یہ تفسیر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو پھر یہی سب سے اوّل اور افضل ہے، کیونکہ یہ رسول اللہ ﷺ کی کلام کی شکل معنی ومفہوم اسی مہربان کا ہے، ارشادِ ربانی ہے:

﴿فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۚ۝۱۸ ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَهٗ ؕ۝۱۹﴾ (القیامہ:۱۸ تا ۱۹)

''جب ہم اس کو پڑھیں تو آپ ﷺ بھی اس قرآن کی پیروی کریں، پھر اس کی

❶ حجیت حدیث، ص: ۱۹/ ۲۰

وضاحت بھی ہمارے ذمہ ہے۔''

چوتھا اعتراض:

منکرین حدیث اعتراض کرتے ہیں کہ حدیث روایت بالمعنی ہے اور روایت بالمعنی میں نبی ﷺ کا مقصودِ کلام تبدیل ہوسکتا ہے۔ لہٰذا حدیث حجت نہیں ہے۔ ان کے اس شبہ کی بنیاد تین مقدموں پر ہے:

۱: جو چیز روایت بالمعنی ہو وہ حجت نہیں ہوتی۔

۲: حدیث اور سنت سب روایت بالمعنی ہیں۔

۳: روایت بالمعنی میں مقصود تبدیل ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

پہلا مقدمہ:

ان کے تینوں مقدمات باطل ہیں۔ کیونکہ قرآن میں کوئی ایسی دلیل نہیں، جس کی رو سے روایت بالمعنی حجت نہیں ہوتی۔

اللہ تعالیٰ کے اکثر انبیا ورسل علیہم السلام عجمی تھے اور ان کی امتیں بھی عجمی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی خبریں، قصے اور اقوال قرآن میں عربی میں ذکر کیے ہیں۔ جو روایت بالمعنی ہیں۔ اگر ان کی یہ بات تسلیم کر لی جائے کہ روایت بالمعنی حجت نہیں تو قرآن کا اکثر حصہ بھی حجت نہیں رہے گا، کیونکہ اکثر وبیشتر قرآن روایت بالمعنی ہے اور ان کے اس مقدمہ کی نہ عقلی دلیل ہے نہ نقلی، لہٰذا یہ باطل ہے۔

دوسرا مقدمہ:

یہ بھی باطل ہے، کیونکہ فعلی اور تقریری روایت کے الفاظ سرے سے رسول اللہ ﷺ کے نہیں ہوتے۔ لہٰذا یہ روایات روایت باللفظ ہو ہی نہیں سکتیں۔ باقی قولی روایت میں بھی بہت سی روایات روایت باللفظ ہوتی ہیں۔ جیسے مسنون دعائیں اور ''التحیات'' کے الفاظ اس قسم کی تمام روایات باللفظ ہیں۔ لہٰذا یہ دعویٰ باطل ہے کہ تمام کی تمام روایات ''روایت بالمعنی'' ہیں۔

تیسرا مقدمہ:

قبول روایت کی شرطوں میں ایک شرط راوی کا ثقہ ہونا ہے، اس کے ساتھ اگر وہ روایت بالمعنی کرے تو اسے مفہوم پر کامل دسترس حاصل ہو، تا کہ مقصود کلام تبدیل نہ ہو سکے، قبول روایت کی ان کڑی شرائط کے ہوتے ہوئے مقصودِ کلام تبدیل ہونے کا اندیشہ باقی نہیں رہتا۔ البتہ جو راوی ضعیف ہے یا لغت کا علم نہیں رکھتا اس کی حدیث کو ہم بھی حجت تسلیم نہیں کرتے۔

پانچواں اعتراض:

حدیث ہم تک خبر واحد کے طریق سے پہنچی ہے، لہٰذا حدیث ظنی ہے اور ظنی چیز حجت نہیں ہوتی کیونکہ قرآن میں ارشاد ربانی ہے:

﴿وَ اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا ﴾ (النجم:۲۸)

''بلاشبہ حق کے مقابلہ میں ظن کچھ کفایت نہیں کرتا۔''

منکرین حدیث کے اس شبے کی بنیاد تین مقدموں پر ہے۔

۱: حدیث اور سنت کا پورا ذخیرہ خبر واحد کے ذریعے پہنچا ہے۔

۲: خبر واحد ظنی ہوتی ہے۔ قطعی اور علم یقین کا فائدہ نہیں دیتی۔

۳: جو چیز ظنی ہو وہ حجت نہیں ہو سکتی۔

پہلا مقدمہ:

تینوں مقدمے اور اس کے شبہے باطل ہیں۔ پہلا مقدمہ اس لیے باطل ہے، کیونکہ بہت سی احادیث تواتر کے ساتھ ہم تک پہنچتی ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ''شرح نخبۃ الفکر'' میں وضاحت کی ہے کہ حدیث اور سنت میں بہت سی روایات متواتر ہیں۔ جبکہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے متواتر احادیث میں ایک مستقل کتاب ''الازھار المتناثرۃ فی الاخبار المتواترۃ'' لکھی ہے۔ جبکہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ متواتر اس حدیث کو کہتے ہیں جو علم یقینی کا فائدہ دے خواہ وہ بطریق احاد ہم تک پہنچتی ہو۔ اس قول کے تحت حدیث کا اکثر ذخیرہ متواتر بن جائے گا۔

دوسرا مقدمہ:

یہ بھی غلط ہے، کیونکہ بہت سی اخبار احاد بھی علم یقینی کا فائدہ دیتی ہیں۔ اس لیے کہ بسا اوقات ایک شخص ایسے اوصاف سے متصف ہوتا ہے جو بہت سے آدمیوں کی صفات سے فوقیت رکھتی ہیں۔ خاص طور پر جب خبر واحد ''مُحتَفُ باالقرائن'' ہوتو وہ علم قطعی کا فائدہ دیتی ہے۔ اس پر امام شافعی نے استدلال کیا ہے کہ اللہ نے مختلف امتوں کی طرف ایک ایک رسول بھیجا ہے۔ ہر رسول کی خبر ان کے لیے خبر احاد کی حیثیت رکھتی ہے۔

﴿لِئَلَّا یَکُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَیْکُمْ حُجَّۃٌ﴾ (البقرہ: ۱۵۰)

اور اس سے بھی استدلال کیا ہے کہ نبی کے گورنر وعمال مختلف علاقوں کی طرف ایک ایک بھیجے جاتے اور مختلف علاقوں میں پہنچ کر نبی کے اقوال وافعال کا پیغام دیتے تھے اور ان کی بات ان کے لیے حجت ہوتی تھی۔ اس لیے یہ کہنا کہ خبر واحد ظنی ہوتی ہے۔ یہ غلط ہے اکثر اخبار احاد ظنی نہیں بلکہ یقینی ہوتی ہیں۔

تیسرا مقدمہ:

تیسرا مقدمہ بھی باطل ہے۔

کیونکہ ظن بسا اوقات حجت ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

﴿الَّذِیْنَ یَظُنُّوْنَ اَنَّھُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّھِمْ﴾ (البقرہ: ۴۶)

''جو لوگ یقین رکھتے کہ وہ اپنے رب سے ملاقات کریں گے۔''

یہاں اللہ نے ظن کو حجت قرار دیا ہے۔

اس آیت مبارکہ میں بھی اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو یقین کہا گیا ہے۔

﴿قَالَ الَّذِیْنَ یَظُنُّوْنَ اَنَّھُمْ مُّلٰقُوا اللّٰہِ﴾ (البقرہ: ۲۴۹)

''ان لوگوں نے کہا جو یقین رکھتے تھے کہ وہ اپنے رب سے ملاقات کریں گے۔''

یہ آیات دلالت کرتی ہیں کہ ظن کو قبول کیا جاتا ہے اور اس پر عمل کیا جاتا ہے اور یہ بطور حجت ہوتا ہے۔ اور جو وہ آیت پیش کرتے ہیں، وہ دلیل نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ ﴿اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا﴾ ''حق کے مقابلے میں ظن باطل ہے۔'' ویسے قرآن

میں آیا ہے کہ ظن قبول کیا جاتا ہے۔ باقی رہا کہ اصول حدیث کی کتابوں میں لکھا ہوتا ہے کہ حدیث ظنی ہے اس سے مراد ظن بمعنی یقین ہوتا ہے۔ حدیث کو کوئی محدث بھی ظنی نہیں کہتا۔ پھر ظن کا تعلق حدیث کے استدلال کے ساتھ بھی ہوتا ہے۔

چھٹا اعتراض:

احادیث بسا اوقات قرآن کے خلاف آجاتی ہیں اور جو چیز قرآن کے خلاف آئے، وہ حجت نہیں ہوتی۔ اس لیے حدیث حجت نہیں۔ چنانچہ قرآن میں ہے: ﴿ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوَ اَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ﴾ جب کہ بخاری کی حدیث میں ہے کہ ''وَكَانَ يَأْمُرُنِيْ فَأَتَّزِرُ فَيُبَاشِرُنِيْ وَاَنَا حَائِضٌ'' [1] ''رسول اللہ ﷺ مجھے حکم دیتے میں ازار باندھ لیتی پھر آپ مجھ سے مباشرت کرتے۔''

یہ حدیث قرآن کے خلاف ہے۔

جواب......: اگر کسی چیز کے معنی قرآن میں نہیں حدیث میں ہیں تو یہ کوئی مخالفت نہیں، کوئی چیز قرآن میں نہیں، لیکن حدیث میں ہے، جیسے اللہ کے نبی ﷺ نے گھریلو گدھے کو حرام قرار دیا اس طرح پھوپھی، بھتیجی، بھانجی، خالہ کو ایک نکاح میں رکھنا ناجائز کہا یہ تو کوئی مخالفت نہیں۔ اگر مخالفت کا مطلب قرآن میں ایک چیز کا اثبات اور حدیث میں اسی چیز کی نفرت ہے۔ یا الٹا۔

تو یہ مخالفت کا معنی بنتا ہے، لیکن اس طرح کی قرآن اور حدیث کی مخالفت سرے سے ہے ہی نہیں۔ صحیح حدیث قرآن کے مخالف ہو۔ یہ بات بالکل غلط ہے اور جو مثال پیش کی ہے، یہ حدیث قرآن کے خلاف ہے ہی نہیں۔ کیونکہ قرآن میں حائضہ عورت کے ساتھ جماع سے روکا گیا ہے اور حدیث میں مباشرت کی اجازت دی جا رہی ہے جو کہ جماع کے علاوہ ہے۔

ایک مخالفت یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ قرآن میں حکم عام اور حدیث میں خاص ہو اور قرآن میں مطلق ہو اور حدیث میں مقید، لیکن یہ بھی مخالفت نہیں ہے۔ اگر اس کا نام مخالفت رکھ دیا جائے تو قرآن میں بھی مخالفت ہو جائے گی۔ جسے ''اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ'' (البقرہ:173) کو دوسری آیت ''دَمًا مَّسْفُوْحًا'' (الانعام:145) کے ساتھ مقید کیا گیا ہے۔ حالانکہ یہ

مخالفت نہیں، جس طرح قرآن کی آیات ایک دوسری کو مقید اور خاص کرسکتی ہیں۔ سنت اور

❶ صحیح بخاری، کتاب الحیض، باب مباشرة الحائض، رقم ۲۹۹.

حدیث بھی ایک دوسری کو خاص اور مقید کرسکتے ہیں۔ فقہ حنفی کا قاعدہ ہے کہ قرآن میں ایک حکم عام ہے تو حدیث کے ساتھ اس کو خاص نہیں کیا جاسکتا، اور خود ضعیف حدیث کے ساتھ بھی قرآن کو مقید کردیتے ہیں۔ جیسا کہ مذکورہ ذیل آیت کریمہ اس کی دلیل ہے:

﴿وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوٓا اَيْدِيَهُمَا﴾ (المائدہ:۳۸)

''اور چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ ڈالو۔''

حنفی کہتے ہیں کہ دس درہم سے کم میں ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے۔

قرآن مجید اور حدیث شریف میں بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے، حقیقت میں کچھ تعارض نہیں ہے۔

ساتواں اعتراض:

حدیث اور سنت ایک دوسرے کے خلاف آجاتی ہیں، اور جو چیز ایک دوسرے کے خلاف آجائے وہ حجت کیسے ہوسکتی ہے۔

جواب:...... ایسی دو روایتیں جو بظاہر متعارض نظر آتی ہوں یا تو وہ دونوں صحیح ہوں یا دونوں غیر صحیح ہوں یا ایک صحیح اور دوسری غیر صحیح ہو یا دونوں ضعیف یا ایک ضعیف اور ایک صحیح ہے تو تعارض ہے ہی نہیں، کیونکہ ایسی روایتوں میں تعارض کا تصور ہی نہیں ہوتا، لیکن جب دونوں روایتیں صحیح ہوں تو ان میں اگر تطبیق ممکن ہے تو تطبیق ہوگی، یا ان کے تقدیم وتاخیر کی وجہ سے ایک کو ناسخ اور دوسری کو منسوخ قرار دیا جائے گا، یا ترجیحات کی وجوہ کی بنا پر ایک کو دوسری پر ترجیح دی جائے گی۔ اگر کوئی چیز بظاہر تعارض کی وجہ سے حجت نہیں ہے تو قرآن بھی حجت نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ قرآن میں بھی بظاہر تعارض ہے۔ جیسے فرمان الٰہی ہے:

﴿فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗٓ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ﴾ (السجدہ:۵)

''اُس دن جس کی مقدار تمہارے شمار کے مطابق ہزار سال ہوگی۔''

اور دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ الرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ﴾ (المعارج:۵)

''فرشتے اور جبریل اس کے پاس چڑھتے ہیں ایک ایسے دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔''

کیا قرآن میں بھی تعارض ہے؟ کیونکہ مذکورہ بالا آیات کریمہ میں سے ایک میں ہے کہ اس دن کی مقدار ہزار سال ہے جب کہ دوسری میں پچاس ہزار سال ہے۔

اسی طرح ان آیتوں میں بھی بظاہر تعارض نظر آتا ہے۔ ایک میں ہے کہ زمین پہلے تخلیق کی گئی، جبکہ دوسری میں ہے آسمان۔

﴿هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۚ ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ﴾ (البقرہ:۲۹)

''وہ ذات جس نے تمھارے لیے زمین میں سب کچھ پیدا کیا، پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور انھیں سات آسمان بنایا۔''

﴿وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ۝۳۰﴾ (النازعات:۳۰)

''اور زمین کو اس کے بعد پھیلایا۔''

آٹھواں اعتراض:

حدیث کے اندر کئی چیزیں ایسی ہیں جو عقل کے خلاف ہیں، جو چیز عقل کے خلاف ہو وہ حجت نہیں ہوتی۔ یہ بہت پرانا شبہ ہے۔

معتزلہ، جہمیہ نے بھی اس بنیاد پر بہت سی احادیث کا انکار کیا۔ سبب یہ کہ جب یونانی فلسفہ عربی میں آیا تو بہت سے علما اس فلسفے سے متاثر ہوگئے تو انہوں نے عقل کو نقل پر مقدم سمجھ لیا۔ معتزلہ نے اللہ کے متکلم ہونے کا انکار کر دیا۔ حنفیوں نے متاثر ہو کر حدیثوں کا انکار کر دیا مثلاً

حدیث مصرات کا انکار وغیرہ۔

جواب:...... عقل کی کئی قسمیں ہیں۔ کافروں کی عقل، منافق کی عقل، مسلمانوں اور مومنوں کی عقل، پھر مومنوں کی بھی کئی قسم کی عقل ہے۔ اس کا تعین کریں کہ کس کی عقل کے خلاف ہے اور جو عقل کا تعین کریں اس کی قرآن سے دلیل بھی دیں۔ اگر وہ کہیں کہ حدیث عقل کل کے خلاف ہے۔ یہ بات نامعقول ہے۔ اگر کہیں کہ کسی خاص عقل کے خلاف ہے تو اس کی ان کے پاس کوئی دلیل نہیں۔ اگر کہیں کہ نبی کی عقل کے خلاف ہے تو یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ اگر کہیں کہ بعض کی عقل کے خلاف ہے تو ہم کہتے ہیں کہ قرآن کی آیات بھی بہت سے لوگوں کی عقل کے خلاف ہیں تو معاذ اللہ، قرآن حجت نہ رہا؟ جیسے:

﴿إِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيٓ أَصْلِ الْجَحِيمِ ۝﴾ (الصافات:۶۴)

''وہ ایسا درخت ہے جو جہنم کی تہہ میں پیدا ہوا ہے۔''

بظاہر یہ بھی عقل کے خلاف ہے۔ اسی طرح قرآن میں ہدہد کی گفتگو کا تذکرہ اسی طرح چیونٹی کی گفتگو کا تذکرہ اسی طرح انبیا علیہم السلام کے سب معجزات عقل کے خلاف ہیں۔

لہٰذا آپ کے نزدیک اور آپ کے اصول کے مطابق معاذ اللہ قرآن بھی حجت نہ رہا۔

سچی بات یہ ہے کہ حدیث اور سنت صحیح سند سے ثابت ہوجائے، وہ عقل کے خلاف ہو ہی نہیں سکتی بشرطیکہ عقل صحیح ہو۔ اگر حدیث عقل کے خلاف ہے تو یا وہ عقل بھی صحیح نہیں یا حدیث ضعیف ہوگی۔

اس کا جواب علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی کتاب ''معرفۃ المعقول الصریح'' میں تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔

نواں اعتراض:

حدیث اور سنت تاریخ کے خلاف آجاتی ہے، اس لیے حجت نہیں۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ام المومنین کا نکاح (۶) یا (۷) برس کی عمر میں ہوا، جبکہ تاریخ ان کے نکاح کے وقت ان کی عمر ۱۶ یا ۱۷ برس بتاتی ہے۔

جواب:...... حدیث اور سنت جب رسول اللہ سے ثابت ہو جاتی ہے تو جیسے قرآن اور عقل کے خلاف نہیں ہو سکتی تو اسی طرح حدیث تاریخ صحیح کے معارض بھی نہیں آ سکتی۔ اگر ایسا تعارض نظر آئے تو یقینا تاریخی روایت ثابت بھی نہیں ہوں گی۔ کیونکہ ائمہ حدیث کے نزدیک حدیث کی سند اور متن کا جتنا اہتمام ہے، مؤرخین کے نزدیک اس کا عشر عشیر بھی نہیں، ایسی سنت جو تاریخ کے معارض ہے وہ سنت تاریخ پر حاکم ہے نہ کہ تاریخ سنت پر۔ جبکہ وہ تاریخی روایت جو (۱۶۔۱۷) والی روایت ہے جس کو ترجیح دی جاتی ہے، مردود ہے۔ بلکہ سرے سے ثابت ہی نہیں۔ اس لیے تعارض بنتا ہی نہیں۔ جیسا تعارض سنت اور تاریخ میں ہے، ایسا تعارض تو قرآن اور تاریخ میں بھی ہے۔ اس لیے پھر بھی حجت ہوں گے۔ اس لیے کہ تاریخ میں ہے کہ یوسف علیہ السلام کی والدہ مصر میں ان کی وفات سے پہلے ہی فوت ہو چکی تھیں، لیکن قرآن میں ہے۔ ملاقات کے وقت زندہ تھیں۔ اس لیے بھی کہ قرآن کے خلاف ہے تو قرآن بھی پھر حجت نہ رہا۔

دسواں اعتراض:

حدیث کے اندر کئی چیزیں سائنسی تحقیق اور جدید تجربات کے خلاف ہیں، اس لیے حدیث حجت نہیں ہے۔

جواب:...... (۱) صحیح حدیث صحیح سائنسی تحقیق کے متعارض نہیں ہو سکتی۔

(۲) اگر تسلیم کر لیں کہ حدیث تحقیق و تجربات کے خلاف ہو جاتی ہے تو قرآن بھی ان کے خلاف آ جاتا ہے۔ اس لیے وہ بھی حجت نہیں۔ مثلاً سائنس دان کہتے ہیں کہ سورج کھڑا ہے، اور زمین اردگرد گھوم رہی ہے۔ قرآن میں ہے کہ سورج چلتا ہے۔ كُلٌّ يَّجْرِىْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى **(الرعد: ۲)** پھر سائنس کہتی ہے۔ سورج غروب نہیں ہوتا، اور قرآن میں ہے کہ سورج غروب ہوتا ہے۔ پھر جہنم کی آگ کی سختی، جنت میں پھل اور درختوں کا وجود بھی سائنس کے خلاف ہے تو قرآن بھی حجت نہ رہا، پھر سائنس دانوں کا آپس میں اختلاف ہے۔ پرانے سائنس دانوں کے نظریہ کے مطابق زمین ٹھہری ہے اور نئے کے نزدیک چلتی ہے، اور پرانے کہتے تھے کہ افلاک ایک مادی چیز ہے اور نئے کہتے ہیں کہ یہ مادی چیز نہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ سائنس کی رسائی انسانی عقل تک محدود ہے، اور جہاں سے عقل کی انتہا ہوتی ہے وہاں سے دین کی ابتدا ہوتی ہے۔

گیارھواں اعتراض:

اللہ تعالیٰ نے خود قرآن کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے اور حدیث کی حفاظت کا ذمہ نہیں لیا ہے۔ اس لیے حدیث حجت نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝۹ ﴾ (الحجر: ۹)

''بے شک ہم نے ذکر کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔''

جواب:...... قرآن کی اس آیت سے ان کا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ اس آیت میں یہ نہیں ہے کہ اللہ نے حدیث کی حفاظت کا ذمہ نہیں اٹھایا، قرآن سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ذکر میں قرآن کے علاوہ بھی کئی چیزیں ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ '' اس آیت میں ذکر سے مراد تورات اور انجیل ہیں، تو ثابت ہوا کہ قرآن کے علاوہ بھی ذکر ہے۔

اسی طرح ہے:

﴿ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا ۝ رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ ﴾

(الطلاق: ۱۰ تا ۱۱)

''بے شک اللہ نے تمہاری طرف ذکر کو نازل کیا ہے، ایک رسول بھیجا ہے جو تمہارے سامنے اللہ کی کھلی آیتوں کی تلاوت کرتے ہیں۔''

یہاں ذکر سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، خود اللہ نے متعین فرما دیا ہے یعنی رسول اللہ کے اقوال و افعال ذکر ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ قرآن وحدیث دونوں ذکر ہیں۔ اللہ نے دونوں کی حفاظت کا ذمہ لے لیا۔ بلکہ اللہ کا پورا دین ذکر ہے اور اللہ نے پورے دین کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔ اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ نے حدیث کی حفاظت کا بھی ذمہ لیا ہے تو ضعیف احادیث کیسے آ گئیں؟

ضعیف حدیثوں کا ہونا، اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حدیث کی حفاظت کا بھی ذمہ لیا ہے، کیونکہ جس نے بھی حدیث میں دخل اندازی اور جھوٹ شامل کرنے کی ناکام کوشش کی محدثین نے اس کے جھوٹ کی قلعی کھول دی اور ضعیف و وضاع راویوں کو طشت از بام کر دیا۔

❀❀❀❀

باب نمبر ۵:

دین اسلام میں تقلید شخصی کی حیثیت

گر نہیں جستجوئے حق کا تجھ میں ذوق و شوق
اُمتی کہلا کے پیمبر کو رسوا نہ کر!!!
ہے فقط توحید و سنت امن و راحت کا طریق
فتنہ جنگ و جدل تقلید سے پیدا نہ کر

تقلید کی لغوی تعریف:

''تقلید'' کسی چیز کے لٹکانے اور گردن میں کوئی چیز ڈالنے کو کہتے ہیں۔اسی سے ماخوذ ہے ''تَقْلِيْدُ وُلَاةِ الْاَعْمَالِ'' ''ذمہ داروں کی گردن میں کام کی ذمہ داری لگانا'' یا ''تَقْلِيْدُ الْبَدَنَةِ شَيْئًا يُعْلَمُ بِهِ أَنَّهُ هَدْيٌ'' ''اونٹ یا گائے کی گردن میں کوئی چیز اس غرض سے لٹکانا کہ اس کے ''ھدی'' یعنی ''قربانی کا جانور'' ہونے کا پتا چلے۔''

تقلید کی اصطلاحی تعریف:

''قَبُوْلُ قَوْلِ مَنْ لَيْسَ قَوْلُهُ إِحْدَى الْحِجَجِ بِلَا حُجَّةٍ.''
''جس شخص کی رائے حجت شرعی نہ ہو، اس کی بات کو بغیر دلیل کے قبول کرنا تقلید کہلاتا ہے۔''[2]

علامہ محمد امین الشنقیطی فرماتے ہیں: ''تقلید یہ ہے کہ کسی کے قول کو بغیر دلیل کے قبول کرنا تو جان لینا چاہیے کہ غیر کے قول کا معنی اس غیر کا اپنا اجتہاد ہے، مگر جس مسئلے میں کتاب وسنت کے

[1] لسان العرب: ۳/۳٦٥.

[2] شرح الكوكب المنير، ص: ۴۰۸۔ ارشاد الفحول، ص: ۲٦٥.

نصوص ہوں اس میں کسی کے قول یا مذہب کا سوال ہی نہیں، کیونکہ ہر شخص پر نصوصِ شریعت کا اتباع لازم ہے، لہٰذا اس کا نام اتباع ہے نہ کہ تقلید۔''[1]

یہی وجہ ہے کہ کتاب وسنت اور اجماع کے متبع کو مقلد نہیں کہا جائے گا کیونکہ وہ دلیل کی اتباع کر رہا ہے، فقہاء مذاہب کے کئی علماء نے اس کی تصریح کی ہے۔ چنانچہ ابن ہمام حنفی کہتے ہیں: ''تقلید یہ ہے کہ بغیر حجت ودلیل کی ایسے شخص کے قول پر عمل کرنا جس کا قول حجت نہیں ہے، اس لیے نبی کریم ﷺ اور اجماع کی طرف رجوع کرنا تقلید نہیں۔''[2]

ابن امیر الحجاج اس کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''نبی کریم ﷺ اور اجماع کی طرف رجوع کرنا تقلید نہیں کیونکہ ان میں سے ہر ایک چاروں دلیلوں میں سے شرعی دلیل ہے۔

بعینہ اسی طرح عامی کا مفتی کے قول پر عمل اور قاضی کا گواہوں کے قول پر عمل کرنا بھی تقلید نہیں ہے۔ کیونکہ دونوں اگرچہ چاروں دلیلوں میں سے نہیں ہیں مگر یہ عمل دلیل کے ساتھ ہوا بلا دلیل نہیں، کیونکہ نص شرعی واجب ہے کہ عامی مفتی کے قول کو لے، اور قاضی سچے گواہوں کے قول کو قبول کر کے فیصلہ کرے۔''[3]

اتباع اور تقلید میں فرق:

ذیل میں مذکورہ آیت کریمہ میں اتباع اور تقلید کے فرق کو واضح کر دیا گیا ہے۔ ارشاد فرمایا:

﴿ اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴾ (الاعراف:۳)

''تم اس کی اتباع کرو جو تمہاری طرف تمہارے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے، اور اس کے علاوہ اولیاء کی اتباع مت کرو، تم بہت تھوڑی نصیحت حاصل کرتے ہو۔''

---

[1] مذکرۃ اصول الفقہ، ص: ۴۹۰۔ [2] التحریر لابن الھمام: ۳/۴۵۳۔
[3] التقریر والتحبیر: ۳/۴۵۳۔

﴿ اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ ﴾ اتباع کی دلیل ہے اور تقلید کی تعریف گزر چکی ہے کہ بلا دلیل کسی ایسے شخص کے قول کو قبول کیا جائے جس کا قول حجت نہیں ہے ﴿ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ﴾ کا مصداق ہے۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد رحمہ اللہ سے سنا ہے، آپ نے فرمایا: اتباع یہ ہے کہ آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ سے آئے ہوئے احکام کی پیروی کرے! تابعین کے اقوال میں لوگوں کو اختیار ہے، آپ نے یہ بھی فرمایا: کہ میری یا مالک، ثوری اور اوزاعی، کسی کی تقلید نہ کرو، اور جہاں سے انھوں نے مسائل کو لیا ہے، وہیں سے لو۔

آپ نے مزید ارشاد فرمایا:

((مِنْ قِلَّةِ فِقْهِ الرَّجُلِ أَنْ يُّقَلِّدَ دِيْنَهُ الرِّجَالَ.)) [1]

''آدمی کے قلت فقہ کی دلیل یہ ہے کہ اپنے دین کو لوگوں کی رائے کے تابع کر دے۔''

خویز منداد مالکی فرماتے ہیں: ''تم کسی ایسے شخص کی اتباع کرو جس کی رائے دلیل کے بغیر حجت نہیں تو تم اس کے مقلد ہوئے اور اللہ کے دین میں تقلید جائز نہیں اور جس کی اتباع تمھارے اوپر واجب ہے، تم اس کی اتباع کرو، تم اس کے متبع ہوئے، پس اتباع دین میں جائز ہے، اور تقلید ممنوع ہے۔'' [2]

* * * *

[1] مسائل ابی داؤد، ص: ۲۷۷۔ أعلام الموقعین: ۲/ ۲۰۱۔

[2] التحریر مع التقریر والتحبیر: ۳/ ۳۵۳۔

تقلید کی مذمت قرآن مجید کی روشنی میں

ذیل میں مذکورہ آیات میں بغیر حجت و برہان آباؤ اجداد کی اتباع سے روکا گیا ہے جو درحقیقت شیطان ہی کی اتباع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جب مشرکین سے کہا جاتا ہے کہ اللہ نے اپنے رسول پر جو دین اتارا ہے اس کی اتباع کرو، تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو وہی کریں گے جو ہمارے آباؤ اجداد کرتے تھے، یعنی بتوں اور خودساختہ معبودوں کی پرستش کریں گے۔ اللہ نے ان کی تردید کی کیا تم اپنے آباؤ اجداد کی پیروی کروگے، چاہے انھوں نے دین کو بالکل نہ سمجھا ہو اور حق سے دور رہے ہوں؟

﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ﴾ (البقرہ: ۱۷۰)

''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ نے جو نازل کیا ہے اس کا اتباع کرو، تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو اس کا اتباع کریں گے جس پر ہم نے اپنے آباء کو پایا، تو کیا اگرچہ اُن کے آباء کچھ نہ سمجھتے ہوں اور نہ راہِ راست پر ہوں (اُنھی کا اتباع کریں گے؟)''

اس آیت کریمہ میں اس بات کی شدید نکیر کی گئی ہے کہ صریح قرآن وسنت کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے کی بات مانی جائے اور قرآن وسنت کے مقابلے میں اسے دلیل بنایا جائے، اور حجت یہ پیش کی جائے کہ ہمارے امام، ہمارے پیر، ہمارے مرشد، ہمارے بزرگ اور ہمارے فقہاء زیادہ سمجھتے تھے، اور یقیناً یہ احادیث ان کے علم میں رہی ہوں گی، لیکن کسی اقویٰ دلیل ہی کی وجہ سے انھوں نے ان احادیث کا انکار کیا ہوگا۔

اور ستم بالاستم یہ کہ ان حضرات نے انکار حدیث کے ان واقعات سے فقہی اصول کشید کیے اور انھی کتابوں میں مدوّن کردیا کہ جب بھی کوئی حدیث ان اصولوں اور قواعد کے خلاف پڑے

گی تو اسے ردّ کر دیا جائے گا، لہٰذا یا تو وہ ضعیف ہوگی یا مرجوح یا منسوخ ہوگی۔

حنفیوں کے مشہور امام ابوالحسن عبیداللہ بن الحسین الکرخی (المتوفی ۳۴۰ھ) فرماتے ہیں:

((اِنَّ كُلَّ اٰيَةٍ تُخَالِفُ قَوْلَ اَصْحَابِنَا فَاِنَّهَا تُحْمَلُ عَلَى النَّسْخِ اَوْ عَلَى التَّرْجِيْحِ وَالْاَوْلٰى اَنْ تُحْمَلَ عَلَى التَّاوِيْلِ مِنْ جِهَةِ التَّوْفِيْقِ.)) [1]

اس کا ترجمہ جناب عبدالرحیم اشرف بلوچ یوں فرماتے ہیں:

''ہر وہ آیت جو ہمارے اصحاب کے قول کے خلاف ہو تو اسے نسخ یا ترجیح پر محمول کیا جائے گا اور بہتر یہ ہے کہ اسے تاویل پر محمول کیا جائے۔ تا کہ توافق ظاہر ہو جائے۔'' [2]

امام ابوالحسن عبیداللہ بن الحسین الکرخی مزید فرماتے ہیں:

((اِنَّ كُلَّ خَبَرٍ يَّجِيْئُ بِخِلَافِ قَوْلِ اَصْحَابِنَا فَاِنَّهُ يُحْمَلُ عَلَى النَّسْخِ اَوْ عَلٰى اَنَّهُ مُعَارِضٌ بِمِثْلِهِ.)) [3]

''ہر وہ حدیث جو ہمارے اصحاب اصول کے قول کے خلاف ہو۔ اسے نسخ پر محمول کیا جائے گا۔ یا یہ سمجھا جائے گا کہ وہ معارضِ ہے اپنے ہم پلہ حدیث کے۔'' [4]

قرآن وسنت کے حق میں اس جرم عظیم کا بدترین نتیجہ یہ سامنے آیا کہ امت کے انفرادی اور اجتماعی زندگی میں بہت سی کمزور اور واہیات قسم کی روایات رائج ہو گئیں، اور وہ صحیح حدیثیں جو بخاری و مسلم نے روایت کی ہیں اور جن پر عمل نہ کرنے کا کوئی جواز امت کے پاس موجود نہیں، کئی صدیوں سے مسلمانوں کا منہ تک رہی ہیں اور پکار پکار کر کہہ رہی ہیں کہ ہم پر عمل کرو، ہم اللہ کے رسول کی صحیح احادیث ہیں، لیکن اہل تقلید انھیں درخورِ اعتناء نہیں سمجھتے۔

مشہور فقیہ ابوالفلاح عبدالحی بن العماد المتوفی ۱۰۸۹ھ مقلدین احناف کے مشہور قاضی امام جمال الدین یوسف بن موسیٰ الحنفی کے متعلق رقمطراز ہیں:

---

[1] اصول الکرخی مع اصول البزدوی، ص: ۳۷۳ سطر ۴، ۳، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی.

[2] اصول الکرخی اردو، ص: ۲۴ نمبر: ۲۸، مطبوعہ ادارہ تحقیقاتِ اسلامی اسلام آباد.

[3] اصول الکرخی مع اصول البزدوی، ص: ۳۷۳ سطر: ۱۵، ۱۶.

[4] اصول الکرخی اُردو، ص: ۲۵، نمبر: ۲۹.

((وَاِنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ مَنْ نَظَرَ فِيْ كِتَابِ الْبُخَارِيِّ تَزَنْدَقَ.)) [1]

''یعنی بلاشبہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص امام بخاری رحمہ اللہ کی کتاب بخاری شریف کو دیکھے گا زندیق ہو جائے گا۔''

اپنے مشائخ کی بات حجت ماننے والوں پر ردّ کرتے ہوئے شاعر کہتا ہے:

أَقُوْلُ قَالَ اللّٰهُ وَقَالَ رَسُوْلُهُ

فَتُجِيْبُ: شَيْخِيْ اِنَّهُ قَدْ قَالَ

''میں کہتا ہوں کہ اللہ اور اس کے رسول نے کہا، اور تو جواب دیتا ہے کہ میرے شیخ نے یوں کہا ہے؟''

اسلام میں تمام گمراہ فرقوں کا وجود، شرک و بدعت کا رواج، قبروں، مزاروں اور درگاہوں کی پرستش اور عقائد کی تمام بیماریاں اس چور دروازے سے داخل ہوئی ہیں کہ قرآن وسنت کو چھوڑ کر اپنے بزرگوں، پیروں، مشائخ اور خود ساختہ معبودوں کی بات کو ترجیح دی، ان کی تقلید کی اور کہا کہ یہ حضرات جو کرتے آئے ہیں۔ آخر ان کے پاس بھی تو کوئی دلیل رہی ہوگی، اس لیے ہم وہی کریں گے جو ہمارے بزرگ کرتے آئے ہیں۔ اور ان حدیثوں کو ہم نہیں مانیں گے اس، لیے کہ ہم اپنے بزرگوں سے زیادہ نہیں سمجھتے۔ یہ روش مشرکین کی سی ہے۔

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ۭ اَوَ لَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ﴾ (لقمان: ۲۱)

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ نے جو نازل کیا ہے اس کی اتباع کرو، تو کہتے ہیں کہ ہم تو اس چیز کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا ہے، کیا وہ انھی کی اتباع کریں گے اگرچہ شیطان انھیں بھڑکتی آگ کے عذاب کی طرف بلاتا رہا ہے۔''

---

[1] شذرات الذهب في اخبار من ذهب: ۴/۴۰.

اس آیت کریمہ میں بیان ہوا کہ جب اُن مشرکین مکہ سے کہا جاتا ہے کہ اللہ عزوجل نے اپنے رسول محمد ﷺ پر جو دین وشریعت اور جو آسمانی کتاب نازل کی ہے، اس کا اتباع کرو، تو وہ کہتے ہیں کہ ہم اپنے آباؤاجداد کا اتباع کریں گے، اگرچہ شیطان اُنھیں اس شرک اور بت پرستی کی طرف بلا رہا ہو جو جہنم میں داخل ہونے کا سبب ہو، اور جو آباء واجداد کے ساتھ اُنھیں بھی وہیں پہنچادے؟

❋❋❋❋

تقلید کی مذمت آثار صحابہ کی روشنی میں

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سچے متبعین رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے، تقلید سے شدید نفرت کرتے تھے۔

سیّدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

((أَمَّا الْعَالِمُ فَإِنِ اهْتَدَى فَلَا تُقَلِّدُوْهُ دِيْنَكُمْ.)) ❶

''عالم راہِ ہدایت پر بھی ہو تو اپنے دین میں اس کی تقلید مت کرنا۔''

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ:

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

((لَا تُقَلِّدُوْا دِيْنَكُمُ الرِّجَالَ.)) ❷

''تم اپنے دین میں لوگوں کی تقلید نہ کرو۔''

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما:

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا: ''قریب ہے کہ تم لوگوں پر آسمان سے پتھر برسیں، میں تمھیں بتاتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اور تم اس کے مقابلے میں ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے اقوال پیش کرتے ہو۔ ❸

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ بتاؤ معاویہ رضی اللہ عنہ کے دین پر ہو یا علی رضی اللہ عنہ کے دین پر؟ تو سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ((بَلْ أَنَا عَلَى مِلَّةِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ.)) ❹ ''ان دونوں کے دین پر نہیں، بلکہ میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر ہوں۔''

---

❶ حلية الاولياء: ۹۷/۵، وقال أبو نعيم الأصبهاني "وهو الصحيح."

❷ السنن الكبرى للبيهقي: ۱۰/۲.

❸ بحواله كتاب التوحيد، باب: ۳۸، ص: ۲۹۶.

❹ مصنف عبدالرزاق ـ مصنف ابن ابی شيبه.

تقلید کی مذمت ائمہ ھدی کے اقوال کی روشنی میں

ائمہ ہدایت قرآن وحدیث کو اپنی بات اور رائے پر مقدم کرتے تھے اور جو بات خلافِ قرآن وسنت ہوتی، اس سے رجوع کر لیتے تھے۔

(۱) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ:

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ:

((اِذَا قُلْتُ قَوْلًا یُخَالِفُ كِتَابَ اللّٰهِ وَخَبَرَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَاتْرُكُوْا قَوْلِیْ.)) [1]

''جب میں کوئی ایسی بات کہوں جو کہ کتاب اللہ اور احادیث رسول ﷺ کے خلاف ہو تو میری بات کو چھوڑ دو۔''

(۲) امام مالک بن انس رحمہ اللہ:

امام مالک بن انس رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((اِنَّمَا بَشَرٌ اُخْطِئُ وَاُصِیْبُ، فَانْظُرُوْا فِیْ رَأْیِیْ، فَكُلُّ مَا وَافَقَ الْكِتَابَ وَالسُّنَّةَ فَخُذُوْهُ، وَكُلُّ مَا یُخَالِفُ الْكِتَابَ وَالسُّنَّةَ فَاتْرُكُوْهُ.)) [2]

''بے شک میں ایک بشر ہوں، میری بات غلط بھی ہو سکتی ہے اور صحیح بھی۔ پس تم میری رائے میں غور کرو۔ اگر تمھیں کتاب وسنت کے موافق لگے تو اسے لے لو، اور اگر کتاب وسنت کے مخالف ہو تو اسے چھوڑ دو۔''

---

[1] ایقاظ همهم أولی الابصار، ص: ۵۰.

[2] الجامع لابن عبدالبر: ۳۲/۲۔ أصول الاحکام لابن حزم: ۱۴۹/۶۔ الایقاظ، ص: ۷۲۔ صفة صلاة النبی للالبانی، ص: ۴۸.

(۳) امام محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ :

امام شافعی رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا:

((كُلُّ مَا قُلْتُ۔ وَكَانَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ خِلَافَ قَوْلِيْ مِمَّا يَصِحُّ فَحَدِيْثُ النَّبِيِّ ﷺ أَوْلٰى، وَلَا تُقَلِّدُوْنِيْ.)) [1]

''میری کوئی بھی بات رسول اللہ ﷺ کی صحیح حدیث کے خلاف ہو تو نبی ﷺ کی حدیث زیادہ لائق اتباع ہے۔ پس تم میری تقلید نہ کرنا۔''

(۴) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ :

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا:

((لَا تُقَلِّدْ دِيْنَكَ أَحَدًا مِنْ هٰؤُلَاءِ...الخ.)) [2]

''تم اپنے دین میں کسی کی تقلید نہ کرنا......۔''

(۵) شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ :

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((مَنْ قَالَ: يَجِبُ اِتِّبَاعُ إِمَامٍ عَيْنِهِ فَإِنْ تَابَ وَإِلَّا قُتِلَ، وَمَنْ قَالَ يَنْبَغِيْ اِتِّبَاعُ فُلَانٍ فَإِنَّهُ جَاهِلٌ ضَالٌّ.)) [3]

''جو شخص یہ کہے کہ فلاں پر خاص امام کی اتباع واجب ہے تو اس سے توبہ کرنے کو کہا جائے گا (اگر وہ توبہ نہیں کرے گا) تو اس کو قتل کر دیا جائے گا۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ فلاں شخص کی اتباع کرنا بہتر ہے تو وہ جاہل و گمراہ ہے۔''

مزید فرمایا:

((وَإِمَّا اَنْ يَّقُوْلَ قَائِلٌ: اِنَّهُ يَجِبُ عَلَى الْعَامَةِ تَقْلِيْدَ فُلَانٍ أَوْ فُلَانٍ، فَهٰذَا لَا

[1] آداب الشافعي ومناقبه لابن أبي حاتم، ص: ۵۱.
[2] مسائل ابی داؤد، ص: ۲۷۷ بحوالہ صفۃ صلاۃ النبی، ص: ۵۳.
[3] منہج سلف صالحین، ص: ۱۳۴.

يَقُوْلُهُ مُسْلِمٌ.)) [1]

''اور اگر کوئی کہنے والا یہ کہے کہ عوام پر فلاں یا فلاں کی تقلید واجب ہے تو یہ قول کسی مسلمان کا نہیں ہے۔''

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ خود بھی تقلید نہیں کرتے تھے۔ [2]

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

((وَلَا يَجِبُ عَلٰى أَحَدٍ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ تَقْلِيْدَ شَخْصٍ بِعَيْنِهٖ مِنَ الْعُلَمَاءِ فِيْ كُلِّ مَا يَقُوْلُ، وَلَا يَجِبُ عَلٰى أَحَدٍ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اِلْتِزَامَ مَذْهَبِ غَيْرِ الرَّسُوْلِ ﷺ فِيْ كُلِّ مَا يُوْجِبُهُ وَيُخْبِرُهُ.)) [3]

''کسی ایک مسلمان پر بھی علماء میں سے کسی ایک متعین عالم کی ہر بات میں تقلید واجب نہیں ہے، رسول اللہ ﷺ کے علاوہ، کسی شخص متعین کے مذہب کا التزام کسی ایک مسلمان پر واجب نہیں ہے کہ جس چیز میں اسی کی پیروی شروع کر دے۔''

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

((مَنْ نَصَبَ إِمَامًا فَأَوْجَبَ طَاعَتَهُ مُطْلَقًا اِعْتِقَادًا أَوْ حَالًا فَقَدْ ضَلَّ فِيْ ذٰلِكَ كَأَئِمَّةِ الضُّلَّالِ الرَّافِضَةِ الْإِمَامِيَّةِ.)) [4]

''جس شخص نے امام مقرر کر کے مطلقاً اس کی اطاعت واجب قرار دے دی، چاہے عقیدتاً ہو یا عملاً تو ایسا شخص گمراہ رافضیوں امامیوں کے سرداروں کی طرح گمراہ ہے۔''

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اجماع کا معنی یہ ہے کہ علماء اسلام کسی حکم پر متفق ہو جائیں اور جب کسی حکم پر اجماع ثابت ہو جائے تو اس کی مخالفت جائز نہیں۔ اس لیے کہ پوری امت گمراہی پر متفق نہیں ہو سکتی۔ لیکن بہت سے مسائل ایسے ہیں جن میں اجماع کا دعویٰ کیا جاتا

---

[1] مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ: ۲۲/ ۲۴۹.
[2] دیکھئے: اعلام الموقعین: ۲/ ۲۴۱، ۲۴۲.
[3] مجموع فتاویٰ: ۲۰/ ۲۰۹.
[4] مجموع فتاویٰ: ۱۹/ ۶۹.

ہے مگر ان میں اجماع ہوتا نہیں ہے۔ بلکہ اس دعویٰ اجماع کے خلاف جو قول ہوتا ہے وہ کتاب وسنت کی رو سے راجح ہوتا ہے۔ اس پر تمام اہل اسلام کا اتفاق ہے کہ بعض ائمہ جیسا کہ فقہاء اربعہ ہیں ان کے اقوال نہ حجت لازمہ ہیں اور نہ ہی اجماع ہیں۔ بلکہ ان سے یہ ثابت ہے کہ انھوں نے اپنی تقلید سے منع کیا تھا اور یہ حکم دیا تھا کہ ان کے اقوال کو کتاب وسنت (قرآن مجید وسنت رسول ﷺ) کے مقابلے میں چھوڑ دیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے اکابر ساتھی اور پیروکار ہمیشہ جب ان کو کتاب وسنت سے دلیل مل جاتی تو وہ ان کے اقوال کو چھوڑ دیتے تھے اور کتاب و سنت (قرآن مجید وسنت رسول ﷺ) کی پیروی کرتے تھے۔ اس کی مثال مسافت قصر ہے تین دن یا سولہ فرسخ کی تحدید ایک ضعیف قول ہے۔ اس لیے کئی حنبلی علماء اور دیگر علماء نے یہ کہا کہ سفر کی حد اس سے بھی کم ہو تو نماز قصر کرنا جائز ہے جیسا کہ اہل مکہ نے عرفہ اور منیٰ میں نبی ﷺ کے ساتھ نماز قصر کی تھی۔'' [1]

(۶) حافظ ابن حزم رحمہ اللہ:

امام ابن حزم رحمہ اللہ نے فرمایا:

((وَالتَّقْلِيْدُ حَرَامٌ.)) [2] ''اور تقلید حرام ہے۔''

حافظ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((وَقَدْ صَحَّ اِجْمَاعُ جَمِيْعِ الصَّحَابَةِ رضی اللہ عنہم، اَوَّلِهِمْ عَنْ آخِرِهِمْ، وَاِجْمَاعُ جَمِيْعِ التَّابِعِيْنَ، اَوَّلِهِمْ عَنْ آخِرِهِمْ عَلَى الْاِمْتِنَاعِ وَالْمَنْعِ مِنْ أَنْ يَقْصِدَ مِنْهُمْ أَحَدٌ اِلٰى قَوْلِ اِنْسَانٍ مِنْهُمْ اَوْ مِمَّنْ قَبْلَهُمْ فَيَأْخُذُهُ كُلَّهُ فَلْيَعْلَمْ مَنْ اَخَذَ بِجَمِيْعِ قَوْلِ اَبِيْ حَنِيْفَةَ اَوْ جَمِيْعِ قَوْلِ مَالِكٍ اَوْ جَمِيْعِ قَوْلِ الشَّافِعِيِّ اَوْ جَمِيْعِ قَوْلِ اَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ مِمَّنْ يَتَمَكَّنُ مِنَ النَّظْرِ، وَلَمْ يَتْرُكْ مَنِ اتَّبَعَهُ مِنْهُمْ اِلٰى

[1] فتاویٰ ابن تیمیہ: ۲۵/۱۰.

[2] النبذة الكافية فى احكام اصول الدين، ص: ۷۰.

غَیْرِہٖ قَدْ خَالَفَ اِجْمَاعَ الْاُمَّۃِ کُلِّھَا مِنْ آخِرِھَا وَاتَّبَعَ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ، نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ھٰذِہِ الْمَنْزِلَۃِ وَأَیْضًا فَاِنَّ ھٰؤُلَاءِ الْاَفَاضِلِ قَدْ مَنَعُوْا عَنْ تَقْلِیْدِھِمْ وَتَقْلِیْدِ غَیْرِھِمْ خَالَفَھُمْ مَنْ قَلَّدَھُمْ.)) [1]

''اوّل سے آخر تک تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اوّل سے آخر تک تمام تابعین کا اجماع ثابت ہے کہ ان میں سے یا ان سے پہلے (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ) کسی انسان کے تمام اقوال قبول کرنا منع اور ناجائز ہیں۔ جو لوگ ابوحنیفہ، مالک، شافعی اور احمد رحمہم اللہ میں سے کسی ایک کے اگر سارے اقوال لے لیتے (یعنی تقلید) کرتے ہیں، باوجود اس کے کہ وہ علم بھی رکھتے ہیں اور ان میں سے جس کو اختیار کرتے ہیں اس کے کسی قول کو ترک نہیں کرتے، وہ جان لیں کہ وہ پوری امت کے اجماع کے خلاف ہیں۔ انھوں نے مومنین کا راستہ چھوڑ دیا ہے۔ ہم اس مقام سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ ان تمام فضیلت والے علماء نے اپنی اور دوسروں کی تقلید سے منع کیا ہے، پس جو شخص ان کی تقلید کرتا ہے وہ ان کا مخالف ہے۔''

(۷) علامہ ابن قیم رحمہ اللہ:

امام ابن قیم رحمہ اللہ ''قصیدہ نونیہ'' میں فرماتے ہیں:

وَالْخَوْفُ کُلَّ الْخَوْفِ فَھُوَ عَلَی الَّذِیْ
تَرَکَ النُّصُوْصَ مِنْ اَجْلِ قَوْلِ فُلَانٍ

''جس شخص کے بارے میں بہت زیادہ ڈر ہے (عذاب کا گمراہ ہونے کا) وہ ایسا شخص ہے، جو نصوص (دلائل قرآن وسنت) کو کسی کے قول کی وجہ سے چھوڑ دیتا ہے۔''

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ ارشاد باری تعالیٰ: ﴿اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَھُمْ وَرُھْبَانَھُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ﴾ (التوبہ: ۳۱)

[1] النبذۃ الکافیۃ فی احکام اصول الدین، ص: ۷۱۔ الرد علی من اخلد الی الارض، للسیوطی، ص: ۱۳۲، ۱۳۱.

''انھوں نے اپنے احبار (مولویوں) اور رہبان (پیروں) کو، اللہ کے سوا ربّ بنالیا۔''
سے متعلق رقمطراز ہیں:

((قَدِ احْتَجَّ الْعُلَمَاءُ بِهٰذِهِ الْآيَاتِ فِي إِبْطَالِ التَّقْلِيْدِ وَلَمْ يَمْنَعْهُمْ كُفْرُ أُولٰئِكَ مِنَ الْاَحْتِجَاجِ بِهَا، وَإِنَّمَا وَقَعَ التَّشْبِيْهُ بَيْنَ الْمُقَلِّدِيْنَ بِغَيْرِ حُجَّةٍ لِلْمُقَلِّدِ..)) [1]

علماء نے ان آیات کے ساتھ ابطالِ تقلید پر استدلال کیا ہے۔ انھیں (ان آیات میں مذکورین کے) کفر نے استدلال کرنے سے روکا، کیونکہ تشبیہ کسی کے کفر یا ایمان کی وجہ سے نہیں ہے، تشبیہ تو مقلدین میں بغیر دلیل کے (اپنے) مقلد (امام، راہنما) کی بات ماننے میں ہے۔''

اس آیت کریمہ سے درج ذیل علماء نے تقلید کے ردّ پر استدلال کیا ہے۔

۱: ابن عبدالبر (جامع بیان العلم وفضلہ: ۲/ ۱۹۰)
۲: ابن حزم (الاحکام فی اصول الاحکام: ٦/ ۲۸۳)
۳: ابن القیم (اعلام الموقعین: ۲/ ۱۹۰)
۴: السیوطی (باقرارہ، الرد علیٰ من اخلد الی الارض، ص: ۱۲۰)
۵: الخطیب البغدادی (الفقیہ والمتفقہ: ۲/ ٦٦)

علامہ ابن قیم مزید ارشاد فرماتے ہیں کہ:

ماذا ترى فرضا عليك معينا
ان كنت ذا عقل وذا ايمان
عرض الذى قالوا على اقواله
او عكس ذاك فذانك الامران

[1] اعلام الموقعین: ۲/ ۱۹۱.

هى مفرق الطرقات بين طريقنا

وطريق اهل الزيغ والعدوان

’’اگر تم ذی عقل اور ذی ایمان ہو تو امامانِ دین کی جن باتوں کو تم نے اپنے اوپر فرض عین سمجھ لیا ہے اُن کو احادیث رسول پر پیش کر دو لیکن اس کے برعکس اگر تم احادیث رسول کو اماموں کے اقوال پر پیش کرو گے تو یہ ہمارے اور اہل زیغ وظلم کے درمیان باہمی فراق ہے۔‘‘

کیونکہ ہم احادیث رسول کے مقابلے میں کسی امام کے اقوال کو ذرہ برابر بھی اہمیت نہیں دیتے۔

ورسوله فهو المطاع وقوله
المقبول اذ هو صاحب البرهان
والامر منه الحتم لا تخيير فيه
عند ذى عقل وذى ايمان
من قال قولًا غيره قمنا
على اقواله بالسبير والميزان
ان وافقت قول الرسول وحكمه
فعلى الرؤس تشال كالتحيان
او خالفت هذا رددناها على
من قالها مَنْ كَانَ مِن انسان
او اشكلت عنا توقفنا ولم
نحزم بلا علم ولا برهان
هذا الذى ادّى اليه عِلْمُنَا
وبه نَدِيْنُ الله كل اَوَان

اشعار کا خلاصہ:

’’محمد رسول اللہ ﷺ کے قول وفعل کی تابعداری کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

آپ ﷺ کے احکامات کو ماننا واجب ہے۔کسی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ نبی ﷺ کے جملہ احکامات کا انکار کرے یا اپنے مذہب کے موافق احکام مانے باقی سب چھوڑ دے۔امت کے علماء کے اقوال سنت نبوی ﷺ کے ترازو میں اگر شریعت نبویہ کے مطابق ہوئے تو اس کو مان لیا جائے اور اگر وہ شریعت محمدیہ سے مطابقت نہ رکھتے ہوں تو ان کو چھوڑ دیا جائے چاہے وہ قول کسی کا بھی ہو(کیونکہ نبی ﷺ کے فرمودات کے مقابلے میں کسی کی طرف دیکھنا بھی مسلمانوں کو زیب نہیں دیتا) اور اگر کسی عالم کی بات مجمل ہو تو اس پر توقف کرنا چاہیے دلیل اور وضاحت کے بغیر اس کو نہیں اپنانا چاہیے۔''

اور علامہ ابن القیم رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

''ثُمَّ جَاءَتِ الْأَئِمَّةُ مِنَ الْقَرْنِ الرَّابِعِ الْمُفَضَّلِ فِيْ إِحْدَى الرِّوَايَتَيْنِ كَمَا ثَبَتَ فِي الصَّحِيحِ مِنْ حَدِيْثِ أَبِيْ سَعِيْدٍ وَابْنِ مَسْعُوْدٍ وَأَبِيْ هُرَيْرَةَ وَعَائِشَةَ وَعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ فَسَلَكُوْا عَلَى آثَارِهِمْ اِقْتِصَاهَا وَاقْتَبَسُوْا هَذَا الْأَمْرَ عَنْ مِشْكَاتِهِمْ اِقْتِبَاسًا، وَكَانَ دِيْنُ اللّٰهِ سُبْحَانَهُ أَجَلَّ فِيْ صُدُوْرِهِمْ وَاَعْظَمَ فِيْ نُفُوْسِهِمْ مِنْ اَنْ يُّقَدِّمُوْا عَلَيْهِ رَأْيًا أَوْ مَعْقُوْلًا أَوْ تَقْلِيْدًا أَوْ قِيَاسًا فَطَارَ لَهُمُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ فِي الْعَالَمِيْنَ، وَجَعَلَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْآخِرِيْنَ، ثُمَّ سَارَعُوْا عَلَى آثَارِهِمِ الرَعِيْلَ الْأَوَّلَ مِنْ أَتْبَاعِهِمْ وَدَرَجَ عَلَى مِنْهَاجِهِمُ الْمُوَفَّقُوْنَ مِنْ أَشْيَاعِهِمْ زَاهِدِيْنَ فِي التَّعَصُّبِ لِلرِّجَالِ وَاقِفِيْنَ مَعَ الْحُجَّةِ وَالْاِسْتِدْلَالِ، يَسِيْرُوْنَ مَعَ الْحَقِّ أَيْنَ سَارَتْ رَكَائِبُهُ، وَيَسْتَقِلُّوْنَ مَعَ الصَّوَابِ حَيْثُ اسْتَقَلَّتْ مَضَارِبُهُ، إِذَا بَدَا لَهُمُ الدَّلِيْلُ بِأَخْذَتِهِ طَارُوْا اِلَيْهِ زُرَافَاتٍ ووحدانا، وَإِذَا دَعَاهُمُ الرَّسُوْلُ إِلَى أَمْرٍ اِنْتَدَبُوْا اِلَيْهِ وَلَا يَسْأَلُوْنَهُ عَمَّا قَالَ بُرْهَانًا، وَنَصُوْصُهُ أَجَلُّ فِيْ صُدُوْرِهِمْ وَاَعْظَمُ فِيْ نُفُوْسِهِمْ مِنْ أَنْ يُّقَدِّمُوْا عَلَيْهَا قَوْلَ أَحَدٍ مِّنَ النَّاسِ أَوْ يُعَارِضُوْهَا بِرَأْيٍ أَوْ قِيَاسٍ.

ثُمَّ خَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خُلُوْفٌ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ، وَتَقَطَّعُوْا أَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا وَكُلٌّ اِلَى رَبِّهِمْ رَاجِعُوْنَ، جَعَلُوْا التَّعَصُّبَ لِلْمَذَاهِبِ دِيَانَتِهِمُ الَّتِيْ بِهَا يَدِيْنُوْنَ، وَرَؤُسِ أَمْوَالِهِمُ الَّتِيْ يَتَّجِرُوْنَ، وَآخَرُوْنَ مِنْهُمْ قَنَعُوْا بِمَحْضِ التَّقْلِيْدِ وَقَالُوْا: اِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَى أُمَّةٍ وَاِنَّا عَلَى آثَارِهِمْ مُقْتَدُوْنَ۔"[1]

''پھر چوتھی صدی آئی جو دو روایتوں میں سے ایک روایت کے مطابق فضیلت والی صدی ہے، جیسا کہ ابوسعید، عبد اللہ بن مسعود، ابو ہریرہ، عائشہ اور عمران بن حصین رضی اللہ عنہم سے صحیح بخاری و مسلم میں مروی ہے، اس صدی کے ائمہ دین اپنے پیش روائمہ دین کے نقش قدم پر چلے اور انہی کے نور سے مستنیر ہوئے، ان کی ذات اور ان کے سینے دین الٰہی کے پیغام سے معمور تھے اور ان کے نزدیک اللہ کا دین اس سے کہیں بلند تھا کہ وہ عقل، رائے، قیاس اور تقلید کو اس پر مقدم جانتے، جس کی وجہ سے ان کی شہرت چار دانگ عالم میں پھیل گئی اور اللہ تعالیٰ نے ان کا ذکر جمیل ان کے بعد بھی رکھا، پھر ان کے تابعداروں کا ہر اول دستہ اللہ کی توفیق سے ان ہی کے نقش قدم پر گامزن رہا، وہ شخصیات میں غلو اور تعصب کی راہ اختیار کرنے سے بالکل کنارہ کش رہے اور اپنے ماسبق بزرگوں کی طرح دلیل و برہان کی اتباع کرتے، حق کا دامن ان کے ہاتھ سے نہیں چھوٹا، ان کا ہر عمل اسی کے اردگرد گھومتا رہا، دلیل کے واضح ہو جانے کے بعد تنہا اور باجماعت اسے مضبوطی سے تھام لیتے، حدیث رسول سنتے ہی پروانہ وار اس پر لپکتے اور اسے دل وجان سے لگا لیتے اور اس کے خلاف کسی مزید دلیل اور حجت کی قطعاً کوئی ضرورت محسوس نہیں کرتے، ان کے دل و دماغ اور ان کی ذات پر کتاب وسنت کی نصوص کی حکمرانی ہوتی، ان کا معارضہ اور مقابلہ کسی انسان کے قول، اس کی رائے اور قیاس سے نہیں کرتے۔

[1] أعلام الموقعين عن رب العالمين: ۱/۶۔۷۔

زمانے نے کروٹ لی، ایسے لوگ یکے بعد دیگرے آئے جنھوں نے دین الٰہی کے ٹکڑے ٹکڑے کردیے اور ہر فرقہ اپنے قائم کردہ اصول وفروع پر خوشی خوشی جم گیا اور ان کی اصل پونجی مذہب تعصب ہوگئی، ان میں ایسے لوگ پیدا ہوتے گئے جنھوں نے صرف تقلید پر قناعت کرلی اور صدا لگائی کہ ہم نے اپنے آباء واجداد اور بزرگوں کو اسی مذہب پر پایا ہے، اس لیے ہم ان ہی کے نقش قدم پر چلیں گے۔''

(۸) علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ:

علامہ عبدالوہاب بن احمد بن علی شعرانی المتوفی ۹۷۳ھ رقمطراز ہیں:

((وَمَنْ قَالَ لَا اَعْمَلُ بِحَدِيْثٍ اِلَّا اَخَذَ بِهٖ اِمَامِیْ فَاتَهُ خَيْرٌ كَثِيْرٌ كَمَا عَلَيْهِ كَثِيْرٌ مِّنَ الْمُقَلِّدِيْنَ لِاَئِمَّةِ الْمَذَاهِبِ وَكَانَ الْاَوْلٰى لَهُمُ الْعَمَلُ بِكُلِّ حَدِيْثٍ صَحَّ بَعْدَ اِمَامِهِمْ تَنْفِيْذًا لِّوَصِيَّةِ الْاَئِمَّةِ.)) [1]

''اور جس شخص نے کہا کہ وہ حدیث جس کو میرے امام نے نہیں لیا میں تو اس پر عمل نہیں کروں گا تو وہ شخص خیر کثیر سے ہاتھ دھو بیٹھا جیسا کہ اکثر مقلدین کا حال ہے حالانکہ ان مقلدین کے لیے مناسب یہ تھا کہ وہ ہر اس حدیث پر عمل کرتے جو ان کے امام کے بعد صحیح طور پر ان کے پاس پہنچ گئی۔''

دوسری جگہ مقلدین کی باطل اور گمراہ کن روش کا ذکر بایں الفاظ قلم بند کرتے ہیں:

((خِلَافُ مَا عَلَيْهِ بَعْضُ الْمُقَلِّدِيْنَ حَتّٰى اِنَّهُ قَالَ لِیْ لَوْ وَجَدْتُّ حَدِيْثًا فِی الْبُخَارِیِّ وَمُسْلِمٍ لَمْ يَاْخُذْ بِهٖ اِمَامِیْ لَا اَعْمَلُ بِهٖ وَذٰلِكَ جَهْلٌ مِّنْهُ بِالشَّرِيْعَةِ وَاَوَّلُ مَنْ يَّتَبَرَّاُ مِنْهُ اِمَامُهُ.)) [2]

''یعنی برخلاف اس کے بعض مقلدین کا حال تو یہ ہے کہ انھوں نے مجھ سے یہاں تک کہہ دیا ہے کہ اگر میں کوئی حدیث بخاری ومسلم میں پاؤں جسے میرے امام

---

[1] المیزان الکبریٰ: ۱/ ۲۸.

[2] المیزان الکبریٰ: ۱/ ۱۰.

صاحب نے نہ لیا ہو تو میں اس پر عمل نہیں کروں گا۔ یاد رکھو! یہ طرزِ عمل شریعت سے ناواقفیت اور جہالت کا نتیجہ ہے اور سب سے پہلے اس کا امام ہی اس طرزِ عمل سے بیزار ہوگا۔''

(۹) علامہ سیوطی رحمہ اللہ:

امام جلال الدین سیوطی نے کتاب ''الرد علی من اخلد الی الارض'' میں لکھا ہے:

''کیا امام مالک، ابوحنیفہ اور شافعی رحمہم اللہ نے کبھی کسی کے لیے اپنی تقلید کرنے کو جائز ٹھہرایا؟ حَاشَا لِلّٰهِ کبھی نہیں، بلکہ انھوں نے تو اس سے روکا ہے اور کسی کو بھی اس میں گنجائش پیدا نہیں کرنے دی۔'' [1]

(۱۰) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ:

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

''وَبَعْدَ الْقَرْنَيْنِ حَدَثَ فِيْهِمْ شَيْءٌ مِنَ التَّخْرِيْجِ غَيْرَ أَنَّ أَهْلَ الْمِائَةِ الرَّابِعَةِ لَمْ يَكُوْنُوْا مُجْتَمِعِيْنَ عَلَى التَّقْلِيْدِ الْخَالِصِ عَلَى مَذْهَبٍ وَاحِدٍ وَالتَّفَقُّهِ لَهُ وَالْحِكَايَةِ لِقَوْلِهِ كَمَا يَظْهَرُ مِنَ التَّتَبُّعِ بَلْ كَانَ فِيْهِمُ الْعُلَمَاءُ وَالْعَامَةُ. وَكَانَ مِنْ خَبَرِ الْعَامَةِ أَنَّهُمْ كَانُوْا فِي الْمَسَائِلِ الْاِجْتِمَاعِيَّةِ الَّتِيْ لَا اخْتِلَافَ فِيْهَا بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَجَمْهُوْرِ الْمُجْتَهِدِيْنَ لَا يُقَلِّدُوْنَ إِلَّا صَاحِبَ الشَّرْعِ، وَكَانُوْا يَتَعَلَّمُوْنَ صِفَةَ الْوُضُوْءِ وَالْغُسْلِ وَالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ وَنَحْوِ ذٰلِكَ مِنْ آبَائِهِمْ أَوْ مُعَلِّمِيْ بُلْدَانِهِمْ فَيَمْشُوْنَ حَسَبَ ذٰلِكَ، وَإِذَا وَقَعَتْ لَهُمْ وَاقِعَةٌ اِسْتَفْتُوْا فِيْهَا أَيَّ مُفْتٍ وَجَدُوْا مِنْ غَيْرِ تَعْيِيْنِ مَذْهَبٍ.'' [2]

''دو صدیوں کے بعد مسائل کے استنباط و استخراج کا قدرے رواج ہونے لگا، لیکن چوتھی صدی ہجری تک کسی ایک مذہب کی نری تقلید، اس راہ میں فقہی تک بندی اور

---

[1] معیار الحق۔ الظفر المبین، ص: ۵۷.

[2] حجة اللّٰه البالغة: ۱/ ۱۵۲۔ ۱۵۳.

اس کی نقل وحکایت پر امت اسلام جمع نہ ہوئی تھی، جیسا کہ اس وقت کے حالات و ظروف سے واضح ہوتا ہے، بلکہ ان میں بلاتفریق مذاہب علماء اور عوام ایک دوسرے کے تعاون سے دین اسلام پر قائم و دائم تھے۔ عام لوگ مسلمانوں اور جمہور مجتہدین کے درمیان غیر مختلف فیہ اجتماعی مسائل میں صرف صاحب شریعت محمد کی تقلید واتباع کرتے تھے، وضوء، غسل، نماز اور زکاۃ وغیرہ کی تعلیم اپنے ماں باپ اور اپنے شہروں کے اساتذہ اور معلّمین سے سیکھ کر اس کے مطابق عمل کیا کرتے تھے، جب ان کے درمیان کوئی واقعہ اور مسئلہ پیدا ہوتا تو وہ بغیر کسی مذہب کی تعیین کے جس مفتی کو پاتے ان سے مسئلہ دریافت کر لیتے۔''

تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خیر القرون کے زمانہ میں لوگ قرآن وسنت فہم وعمل صحابہ کرام وتابعین ہی عمل پیرا تھے۔

خیر القرون کا زمانہ:

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''سب سے بہتر میرا زمانہ ہے اس کے بعد ان لوگوں کا جو اس کے بعد ہوں گے پھر جو ان کے بعد ہوں گے اور اس کے بعد ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو قسم سے پہلے گواہی دیں گے کبھی گواہی سے پہلے قسم کھائیں گے۔'' [1]

((عن عمران بن حصين رضي الله عنه أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ: ''خَيْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِي ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ'' قَالَ عِمْرَانُ: فَلَا أَدْرِيْ أَقَالَ بَعْدَ قَرْنِهِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا .)) [2]

''سیّدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرا زمانہ سب سے بہتر زمانہ ہے، پھر اس کے بعد کا زمانہ اور پھر اس کے بعد کا

[1] صحیح بخاری، کتاب الرقاق، رقم: ۶۴۲۹.

[2] صحیح بخاری، کتاب الشهادات، رقم: ۲۶۵۱۔ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، رقم: ۶۴۷۵.

زمانہ۔سیّدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں یاد نہ رکھ سکا کہ اللہ کے رسول نے اپنی صدی کے بعد دو صدیوں کا ذکر فرمایا تھا یا تین کا۔‘‘

اس حدیث کے مطابق خیر القرون کا زمانہ اتباع تابعین تک بنتا ہے۔

۱: عہد نبی کریم ﷺ اور عہد صحابہ کرام ۱۱۰ھ تک آخری صحابی سیّدنا ابوالطفیل رضی اللہ عنہ۔

۲: عہد تابعین عظام: ۱۱۰ھ سے دوسری ہجری کے آخر تک۔

۳: عہد تبع تابعین کرام: دوسری صدی سے ۲۴۱ھ تک (احمد بن حنبل)

۴: اتباع تبع تابعین کرام: تیسری صدی کے آخر سے چوتھی صدی تک۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی الانصاف (ص:۵۹) میں فرماتے ہیں:

((قَالَ ابْنُ الْهَمَّامِ فِيْ آخِرِ التَّحْرِيْرِ: كَانُوْا يَسْتَفْتُوْنَ مَرَّةً وَاحِدًا، وَمَرَّةً غَيْرَهُ، غَيْرَ مُلْتَزِمِيْنَ مُفْتِيًا وَاحِدًا.))

علامہ ابن الہمام نے اپنی کتاب التحریر کے آخر میں لکھا ہے کہ: ’’اسلاف کبھی کسی سے فتوی پوچھتے اور کبھی کسی سے ایک مفتی کو انھوں نے لازمی نہیں پکڑا ہوا تھا۔‘‘

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں کہ:

((إِنْ آمَنْتُمْ بِنَبِيِّكُمْ فَاتَّبِعُوْهُ خَالَفَ مَذْهَبًا أَوْ وَافَقَهُ.)) [1]

’’اگر تم اپنے نبی کریم ﷺ پر ایمان لائے ہو تو آپ ﷺ ہی کی اطاعت کرو خواہ وہ مذہب (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی) کے خلاف ہو یا موافق۔‘‘

اسی لیے فقہ حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی اور جعفری کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے کیونکہ ان سب مذاہب کا آپس میں حلال وحرام تک کا اختلاف ہے حقیقت یہ ہے کہ یہ فقہی مذاہب مختلف آراء تو ہیں، شریعت اسلامیہ ہرگز نہیں ہے۔

شاہ ولی اللہ حنفی محدث دہلوی المتوفی ۱۱۷۶ھ مزید قمطراز ہیں:

((فَإِنْ شِئْتَ أَنْ تَرٰى أُنْمُوْذَجَ الْيَهُوْدِ فَانْظُرْ إِلٰى عُلَمَاءِ السُّوْءِ مِنَ الَّذِيْنَ

[1] تفہیمات: ۱/۲۰۲.

يَطْلُبُوْنَ الدُّنْيَا وَقَدِ اعْتَادُوْا تَقْلِيْدَ السَّلَفِ وَاَعْرَضُوْا عَنْ نُّصُوْصِ الْكِتٰبِ وَالسُّنَةِ وَتَمَسَّكُوْا بِتَعَمُّقِ عَالِمٍ وَتَشَدُّدِهٖ وَاسْتِحْسَانِهٖ فَاَعْرَضُوْا عَنْ كَلَامِ الشَّارِعِ الْمَعْصُوْمِ وَتَمَسَّكُوْا بِاَحَادِيْثَ مَوْضُوْعَةٍ وَتَاْوِيْلَاتٍ فَاسِدَةٍ.)) [1]

''یعنی اگر یہودیوں کا نمونہ دیکھنا چاہتے ہوتو ان بدترین علماء کو دیکھ لو جو دنیا طلبی میں مشغول ہیں جن میں تقلید کی بیماری گھر کر گئی ہے جنھوں نے کتاب وسنت سے منہ موڑ لیا ہے اور ایک ہی امام کے پیچھے لگ گئے اور شارع معصوم ﷺ کی حدیث کو چھوڑ رکھا ہے (اور اپنے امام کے قول کو تو) موضوع حدیثوں اور فضول تاویلوں سے مضبوط بنا بنا کر اسی پر تمسک کئے بیٹھے ہیں بس (یہی باطل اور گمراہ کن) روش ان کی ہلاکت کا سبب بنی۔''

****

[1] الفوز الکبیر فی اصول التفیسر، ص: ۱۰، ۱۱.

تقلید کی مذمت علماء احناف کی نظر میں

انصاف پسند علماء احناف نے بھی اس تقلید کو انتہائی مذموم اور برا جانا ہے۔ ذیل میں چند علماء احناف کے اقوال بطور ثبوت دعویٰ پیش خدمت قارئین ہیں:

شرح مسلم الثبوت میں مرقوم ہے:

((اَجْمَعَ الصَّحَابَةُ عَلَی أَنَّ مَنِ اسْتَفْتَی أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ أَمِيْرَی الْمُؤْمِنِيْنَ فَلَهُ أَنْ يَسْتَفْتِيَ أَبَا هُرَيْرَةَ وَمَعَاذِ بْنِ جَبَلٍ وَغَيْرِهِمَا وَيَعْمَلُ بِقَوْلِهِمْ مِنْ غَيْرِ نَكِيْرٍ.))

''یہ اجماع صحابہ ہے کہ کوئی اگر حضرات ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما جو اہل ایمان کے امیر ہیں۔ ان سے فتویٰ پوچھے تو وہ سیّدنا ابوہریرۃ اور سیّدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما اور ان کے سوا دوسروں سے فتویٰ پوچھ کر بھی بغیر کسی ملامت کے عمل کر سکتا ہے۔''

(۱) علامہ ابن الہمام رحمہ اللہ:

شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((قَالَ ابْنُ الْهَمَّامِ فِيْ آخِرِ التَّحْرِيْرِ: كَانُوْا يَسْتَفْتُوْنَ مَرَّةً وَاحِدًا وَمَرَّةً غَيْرَهُ، غَيْرُ مُلْتَزِمِيْنَ مُفْتِيًا وَاحِدًا.)) [1]

''ابن اہمام ۔التحریر۔ کے آخر میں لکھتے ہیں: لوگ کبھی کسی سے فتویٰ پوچھتے تھے اور کبھی کسی سے۔ کسی ایک مفتی کا التزام نہیں کرتے تھے۔''

---

[1] الانصاف، ص:۵۹.

(۲) ملا علی قاری حنفی:

ملا علی القاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((وَلَا یَجِبُ عَلٰی اَحَدٍ مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَنْ یَکُوْنَ حَنَفِیًّا اَوْ شَافِعِیًّا اَوْ مَالِکِیًّا اَوْ حَنْبَلِیًّا.)) [1]

''اس امت کے کسی بھی فرد پر حنفی، شافعی، مالکی یا حنبلی بننا واجب نہیں ہے۔''

ملا علی القاری رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں کہ:

((وَمِنَ الْمَعْلُوْمِ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی مَا کَلَّفَ اَحَدًا اَنْ یَّکُوْنَ حَنَفِیًّا اَوْ مَالِکِیًّا اَوْ شَافِعِیًّا اَوْ حَنْبَلِیًّا بَلْ کَلَّفَهُمْ اَنْ یَّعْمَلُوْا بِالسُّنَّةِ.)) [2]

''یعنی یہ ظاہر و باہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو اس بات کا مکلف نہیں ٹھہرایا کہ وہ حنفی، شافعی، مالکی، یا حنبلی بنے، بلکہ سب بندوں کو اس کا مکلف بنایا ہے کہ وہ سنت نبویہ علیہ التحیۃ والسلام پر عمل کریں۔''

مولانا عبدالحی لکھنوی:

مولانا لکھنوی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ:

((وَالْحَاصِلُ أَنَّ مَنِ ادَّعٰی بِأَنَّهُ قَدْ اِنْقَطَعَ مَرْتَبَةَ الْاِجْتِهَادِ الْمُطْلَقَ الْمُسْتَقِلِّ بِالْاَئِمَّةِ الْاَرْبَعَةِ اِنْقِطَاعًا لَا یُمْکِنُ عَوْدُهُ فَقَدْ غَلَطَ وَخَبَطَ، فَإِنَّ الْاِجْتِهَادَ رَحْمَةٌ مِنَ اللّٰهِ سُبْحَانَهُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ لَا تَقْصِرُ عَلٰی زَمَانٍ دُوْنَ زَمَانٍ، وَلَا عَلٰی بَشَرٍ دُوْنَ بَشَرٍ. وَمَنِ ادَّعٰی اِنْقِطَاعَهَا فِیْ نَفْسِ الْاَمْرِ مَعَ اِمْکَانِ وُجُوْدٍ فِیْ کُلِّ زَمَانٍ فَإِنْ اَرَادَ اَنَّهُ لَمْ یُوْجَدْ بَعْدَ الْاَرْبَعَةِ مُجْتَهِدٌ اِتَّفَقَ الْجُمْهُوْرُ عَلٰی اِجْتِهَادٍ وَسَلَّمُوْا اِسْتِقْلَالَهُ کَاتِّفَاقِهِمْ عَلٰی اِجْتِهَادِهِمْ فَهُوَ مُسَلَّمٌ وَاِلَّا فَقَدْ وُجِدَ بَعْدَهُمْ اَیْضًا اَرْبَابُ الْاِجْتِهَادِ الْمُسْتَقِلِّ کَاَبِیْ ثَوْرٍ

---

[1] معیار حق، ص: ۷۵.

[2] شرح عین العلم، ص: ۳۲۶، طبع عامرہ استنبول۔ انتصار الحق، ص: ۲۳۸.

الْبَغْدَادِيُّ وَدَاوُدَ الظَّاهِرِيُّ وَمُحَمَّدِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ الْبُخَارِيِّ وَغَيْرِهِمْ عَلَى مَا لَا يَخْفَى عَلَى مَنْ طَالَعَ كُتُبَ الطَّبَقَاتِ.)) ❶

''حاصل کلام یہ ہے کہ جو اس بات کا مدعی ہے کہ اجتہاد مطلق و مستقل کا مرتبہ ائمہ اربعہ کے بعد ختم ہو چکا ہے یہ مرتبہ اب کسی کو حاصل نہیں ہو سکتا تو وہ غلطی اور خبط میں مبتلا ہے کیونکہ مرتبہ اجتہاد اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت نہ کسی زمانہ پر منحصر ہے اور نہ ہی کسی انسان پر رُک سکتی ہے، اور جو امکان کے باوجود اس کے انقطاع کا نفس الامر میں مدعی ہے تو اس کا منشا اگر یہی ہے کہ ائمہ اربعہ کے بعد کوئی ایسا مجتہد نہیں جس کے اجتہاد پر جمہور کا اتفاق ہو اور انہوں نے اسے اسی طرح مستقل مجتہد تسلیم کیا ہو جیسے ائمہ اربعہ ہیں تو یہ بات قابل تسلیم ہے ورنہ ائمہ اربعہ کے بعد بھی مجتہد مستقل ہوئے ہیں جیسے امام ابوثور بغدادی، امام داؤد ظاہری، امام محمد بن اسماعیل بخاری وغیرہ کتب طبقات کا مطالعہ کرنے والا اسے اچھی طرح جانتا ہے۔''

مولانا اشرف علی تھانوی:

مولوی اشرف علی خاں تھانوی دیوبندی فرماتے ہیں کہ:

'''ہم خود ایک غیر مقلد کے معتقد اور مقلد ہیں کیونکہ امام اعظم ابوحنیفہ کا غیر مقلد ہونا یقینی ہے۔'' ❷

مولانا اشرف علی تھانوی صاحب فرماتے ہیں کہ:

حنفی وشافعی ہونا جزو ایمان نہیں، ورنہ صحابہ وتابعین کا غیر مومن ہونا لازم آئے گا۔ ❸

---

❶ النافع الكبير، ص: ۹.

❷ مجالس حکیم الامت از مفتی شفیع دیوبندی، ص: ۳۴۵۔ حقیقت حقیقت الالحاد از امداد الحق شیوی، ص: ۷۰.

❸ امداد الفتاویٰ: ۵/ ۳۰۰.

مولانا مفتی کفایت اللہ:

مولانا مفتی کفایت اللہ حنفی فرماتے ہیں کہ:

''محض ترک تقلید سے اسلام میں فرق نہیں پڑتا اور نہ اہل سنت والجماعت سے تارک تقلید باہر ہوتا ہے۔''[1]

امام طحاوی رحمہ اللہ:

امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایسا نہیں ہوسکتا کہ میں ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے تمام اقوال کو قبول کرلوں کیونکہ تقلید تو متعصب اور بے وقوف کا کام ہے۔[2]

امام محمد بن حسن الشیبانی رحمہ اللہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ (شاگرد خاص امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ) فرماتے ہیں:

((مَا مِنْ اَحَدٍ اِلَّا وَهُوَ مَاخُوْذٌ مِنْ كَلَامِهِ وَمَرْدُوْدٌ عَلَيْهِ اِلَّا رَسُوْلُ اللّٰهِ.))

''رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا ہر شخص کی بات لی بھی جاسکتی ہے اور ردّ بھی کی جاسکتی ہے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات تسلیم کی جائے گی۔''

امام محمد رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

((وَلَوْ جَازَ التَّقْلِيْدُ كَانَ مَنْ قَضٰى مِنْ قَبْلِ أَبِيْ حَنِيْفَةَ مِثْلُ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ وَإِبْرَاهِيْمَ النَّخْعِيِّ أَحْرٰى أَنْ يُقَلَّدُوْا.))[3]

''اگر تقلید جائز ہوتی تو جو ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے پہلے گزر چکے ہیں جیسے، حسن بصری اور ابراہیم نخعی (استاد امام ابوحنیفہ) تو وہ زیادہ حقدار تھے کہ ان کی تقلید کی جاتی۔''

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ:

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ بیہقی زمان المشہور رقمطراز ہیں: جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی ایک کے متعلق عقیدہ رکھتا ہے کہ اس کی ہر بات درست اور واجب الاتباع ہے وہ گمراہ اور

---

[1] کفایت المفتی: ۱/۳۲۵.   [2] الایقاظ، ص: ۵۲.

[3] أصول سرخسی: ۱/۲۸.

جاہل ہے۔ [1]

مفتی احمد یار نعیمی:

احمد یار نعیمی (بریلوی) لکھتے ہیں:

''شریعت وطریقت دونوں کے چار چار سلسلے یعنی حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی اسی طرح قادری، چشتی، نقشبندی، سہروردی یہ سب سلسلے بالکل بدعت ہیں۔'' [2]

مولانا مفتی تقی عثمانی:

تقلید شخصی کے بارے میں محمد تقی عثمانی حنفی لکھتے ہیں:

''یہ کوئی شرعی حکم نہیں تھا، بلکہ ایک انتظامی فتویٰ تھا۔'' [3]

---

[1] تفسیر مظہری۔ طریق محمدی، ص: ۱۵۹.

[2] جاء الحق ۱/ ۲۲۲، طبع قدیم، بدعت کی قسموں کی پہچانیں اور علامتیں۔

[3] تقلید کی شرعی حیثیت، ص: ٦۵ طبع ششم ۱۴۱۳ھ۔

تقلید کی مذمت عصر حاضر کے اہل علم کی نظر میں

مختار احمد شنقیطی رحمہ اللہ :

مختار احمد شنقیطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''تقلید اور اتباع کے درمیان جو فرق ہے اس فرق کو جاننا ضروری ہے، جہاں اتباع ہوگی وہاں تقلید ہرگز جائز نہیں ہے، اس بات کی وضاحت کچھ یوں ہے کہ جس مسئلہ میں کتاب اللہ یا سنت رسول ﷺ یا پھر مسلمانوں کے اجماع میں سے اگر کوئی دلیل اس مسئلہ میں مل جاتی ہے (ظاہر ہوجاتی ہے) تو اس مسئلہ میں کسی بھی صورت میں تقلید جائز نہیں ہے کیونکہ جو اجتہاد (نص کے مخالف ہو) وہ اجتہاد باطل وفاسد ہے اور کسی کے اجتہاد پر عمل صرف اجتہادی مسئلہ میں جائز ہے، کیونکہ نصوص (دلائل) کتاب وسنت مجتہدین پر حاکم (وفیصل) ہیں ان (مجتہدین) میں سے کسی کو بھی لائق وزیبا نہیں کہ وہ ان دونوں کی مخالفت کرے، چاہے وہ کوئی بھی ہو۔''

شیخ سلیمان بن عبداللہ آل شیخ رحمہ اللہ :

شیخ سلیمان بن عبداللہ آل شیخ رحمہ اللہ کتاب التوحید کے اسی باب کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''بلکہ ہر مومن پر فرض ہے کہ اسے جب کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ سے کوئی حکم معلوم ہو تو وہ اس پر عمل کرے، خواہ اس کی کسی بھی امام نے مخالفت کی ہو، کیونکہ ہمیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے اسی بات کا حکم دیا ہے، اور اس پر تمام علماء کا اجماع ہے، سوائے جاہل اور خشک مقلدین کے کہ جن کے نزدیک ہدایت یافتہ شخص وہ ہے جو سنت رسول ﷺ سے اعراض کرتے ہوئے کسی فقہی مذہب یا کسی

عالم پر اعتماد کرے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو ہدایت یافتہ قرار دیا ہے جو صرف رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرے، فرمایا: ''وَإِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا'' یعنی ''اگر تم نے اس (رسول ﷺ) کی اطاعت کی تو تم ہدایت یافتہ ہو گے''، اور افسوس اس بات پر ہے کہ اس حرام تقلید میں آج بہت ساری خلقت مبتلا ہے۔''

شیخ ابن باز رحمہ اللہ:

سعودی عرب کے مفتی شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ نے فرمایا:

((وَأَنَا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ۔ لَسْتُ بِمُتَعَصِّبٍ وَلٰكِنِّيْ اَحْكُمُ الْكِتَابَ وَالسُّنَّةَ وَاَبْنِيْ فَتَاوَايَ عَلٰى مَا قَالَهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ، لَا عَلٰى تَقْلِيْدِ الْحَنَابِلَةِ وَلَا غَيْرِهِمْ.)) [1]

''الحمد للہ! میں متعصب نہیں، میں کتاب وسنت کو حاکم مانتا ہوں اور اپنے فتاویٰ کی بنیاد قال اللہ وقال الرسول پر رکھتا ہوں نہ کہ حنابلہ اور دوسروں کی تقلید پر۔''

الشیخ مقبل بن ہادی رحمہ اللہ:

یمن کے مشہور سلفی عالم شیخ مقبل بن ہادی الوادعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((اَلتَّقْلِيْدُ حَرَامٌ، لَا يَجُوْزُ لِمُسْلِمٍ اَنْ يُّقَلِّدَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ.)) [2]

''تقلید حرام ہے، کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اللہ کے دین میں (کسی کی) تقلید کرے۔''

شیخ مقبل رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

((فَالتَّقْلِيْدُ لَا يَجُوْزُ وَالَّذِيْنَ يَبِيْحُوْنَ تَقْلِيْدَ الْعَامِي لِلْعَالِمِ نَقُوْلَ لَهُمْ: أَيْنَ الدَّلِيْلُ؟.)) [3]

''پس تقلید جائز نہیں ہے اور جو لوگ عامی (جاہل) کے لیے تقلید جائز قرار دیتے ہیں

---

[1] المجلة، رقم: ۸۰٦، تاریخ ۲۵ صفر ۱۴۱٦ھ، ص: ۲۳۔ الاقناع، ص: ۹۲.
[2] تحفة المجیب علی اسئلة الحاضر والغریب، ص: ۲۰۵.
[3] ایضاً، ص: ۲٦.

ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ (اس کی) دلیل کہاں ہے؟''

شیخ مقبل بن ہادی رحمہ اللہ طالب علموں کو نصیحت فرماتے ہیں:

((نَصِيحَتِي لِلطَّلَبَةِ الْعِلْمِ: اَلْإِبْتِعَادُ عَنِ التَّقْلِيدِ، قَالَ اللهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى ﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ﴾.)) [1]

''طالب علموں کو میری یہ نصیحت ہے کہ وہ تقلید سے دور رہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جس کا تجھے علم نہ ہو اس کے پیچھے نہ چل۔''

---

[1] غارة الاشرطة على اهل الجهل والسعسطة، ص: ۱۲، ۱۱.

تقلید کے نقصانات

قارئین کرام گزشتہ صفحات میں آپ نے تقلید کی تعریف، اور قرآن وسنت، صحابہ کرام وائمہ ہدیٰ کے اقوال کی روشنی میں تقلید کی مذمت پڑھ لی، اب ہم تقلید شخصی کے نقصانات زیر قلم لا رہے ہیں۔ تا کہ تقلید سے بچنے میں مدد مل سکے۔ اور ہماری آخرت بہترین جائے۔ یاد رہے کہ اس سے ہمارا مقصد کسی کی دل آزاری نہیں، بلکہ اصلاح انسانیت ہے۔ اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ۔

۱۔ بہتان باندھنا:

جب کوئی انسان کسی کا مقلد ہو جاتا ہے تو وہ دوسروں پر بہتان باندھنے سے بھی گریز نہیں کرتا۔ چنانچہ حنفیوں کی کتاب ہدایہ میں امام مالک پر یہ بہتان موجود ہے:

((وَقَالَ مَالِكٌ: هُوَ جَائِزٌ لِاَنَّهُ مُبَاحٌ.)) [1]

''یعنی رافضیوں کی طرح امام مالک بھی نکاح متعہ کو حلال جانتے ہیں۔''

اور اسی طرح فقہ حنفی کی کتاب ہدایہ میں کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الکعبہ، میں امام شافعی پر افترا کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''کہ امام شافعی کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کو ناجائز کہتے ہیں۔''

۲۔ مذہب کی خاطر جھوٹ بولنا:

مقلدین اکثر اپنے اپنے مذاہب کی خاطر جھوٹ بولتے ہیں۔ چنانچہ فقہ حنفی کی کتاب درمختار میں مرقوم ہے:

امام صاحب (ابوحنیفہ) کے والد گرامی ثابت رحمہ اللہ اپنے بیٹے امام ابوحنیفہ کو سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس لے گئے اور دعا کروائی۔ [2]

❶ ھدایہ، کتاب النکاح: ۲/ ۳۹۲.

❷ در مختار: ۱/ ۳۶.

حالانکہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ چالیس ہجری میں وفات فرما گئے تھے۔ اور امام صاحب کی پیدائش ۸۰ھ میں ہوئی۔

یوسف بن موسیٰ الملطی حنفی کہتا تھا: ''جو شخص امام بخاری کی کتاب (صحیح بخاری) پڑھتا ہے وہ زندیق ہو جاتا ہے۔'' ❶

اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ:

''حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نزول کے بعد امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مذہب کے موافق عمل کریں گے۔'' ❷

اگر کوئی شخص کسی عورت پر یہ دعویٰ کر دے کہ یہ میری بیوی ہے اور وہ عورت انکار کرے پھر یہ شخص جھوٹے گواہ پیش کر کے اپنے حق میں قاضی سے فیصلہ لے لے تو ایسی صورت میں اس کے لیے عورت سے جماع جائز ہوگا اور اس عورت کا اپنے آپ کو اس کے قابو میں کر دینا جائز ہوگا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یہ جائز ہے اور ابو یوسف کے ایک قول کے مطابق بھی جائز ہے۔ ❸

۳۔ مذہب کی خاطر غلو:

مقلدین اپنے ائمہ کی شان میں اکثر غلو سے کام لینے لگتے ہیں۔ چنانچہ درمختار میں ہے:

((اَنَّ سَائِرَ الْاَنْبِيَاءِ يَفْتَخِرُوْنَ بِیْ وَاَنَا اَفْتَخِرُ بِاَبِیْ حَنِيْفَةَ مَنْ اَحَبَّهُ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَبْغَضَهُ فَقَدْ اَبْغَضَنِیْ.)) ❹

''یعنی تمام انبیاء کو مجھ پر فخر ہے اور مجھے ابوحنیفہ پر۔ جس نے اس سے محبت کی اس نے میرے ساتھ محبت کی، اور جس نے اس سے بغض کیا اس نے میرے ساتھ بغض کیا۔''

امام صاحب کی شان میں یہ حدیث بھی گھڑی گئی ہے:

---

❶ شذرات الذهب: ۷/ ۴۰۔ دین میں تقلید کا مسئلہ، ص: ۷۵.

❷ مکتوبات اردو، ج: ۱، ص: ۵۸۵، مکتوب: ۲۸۲.

❸ فتاویٰ عالمگیری: ۳/ ۳۵۰ـ ۳۵۱.

❹ در مختار.

((لِقَوْلِ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ صَلّٰى خَلَفَ عَالِمٍ تَقِيٍّ فَكَاَنَّمَا صَلّٰى خَلْفَ النَّبِيِّ.)) ❶

''جس نے متقی امام کی اقتدا میں نماز باجماعت ادا کی تو اسے اتنا اجر وثواب میسر ہوگا جس قدر کہ رسول اللہ ﷺ کی اقتدا میں نماز پڑھنے سے ہوتا ہے۔''

یہ حدیث بھی گھڑ لی گئی کہ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

((اِنَّ آدَمَ اِفْتَخَرَ بِیْ وَاَنَا اَفْتَخِرُ بِرَجُلٍ مِنْ اُمَّتِیْ اِسْمُهُ نُعْمَانُ وَكُنِيَّتُهُ اَبُوْحَنِيفَةَهُوَسِرَاجُ اُمَّتِیْ.)) ❷

''یعنی آدم علیہ السلام کو میری ذات پر فخر ہے اور مجھے اپنے ایک امتی کے سبب سے فخر ہے جس کا نام نعمان اور کنیت ابوحنیفہ ہے جو کہ میری امت کا روشن چراغ ہے۔''

اور یہ بھی آتا ہے کہ:

''امام صاحب نے اپنے آخری حج میں کعبہ شریف کے خادموں سے ایک رات اندر داخل ہونے کی اجازت لی۔ایک رکعت میں ایک ٹانگ پر آدھا قرآن شریف ختم کیا پھر رکوع اور سجدہ کیا پھر دوسری رکعت میں کھڑے ہوئے، یہاں تک کہ دوسری ٹانگ پر باقی آدھا قرآن ختم کیا۔'' ❸

۴۔قرآن وحدیث اور حتی کہ شانِ رسالت میں گستاخی:

مقلدین نے قرآن وحدیث کی توہین کو اپنا وطیرہ بنا رکھا ہے۔حتی کہ بعض دفعہ تو وہ رسول اللہ ﷺ کی شانِ اقدس میں گستاخی کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ذیل میں دیئے گئے اقوال کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے۔چنانچہ درمختار میں مرقوم ہے:

۱: فقہ کا سیکھنا افضل ہے باقی قرآن سیکھنے سے۔ ❹

---

❶ هداية كتاب الصلوة، باب الامامة، ج: ۱ ص: ۱۰۱.

❷ مقدمه در مختار مع ردّالمختار: ۱/ ۵۲.

❸ در مختار: ۱/۳۰.

❹ در مختار: ۱/۱۹۔ عالمگیری: ۹/۱۲۹.

۲: پورا قرآن پڑھنے سے فقہ پڑھنا افضل ہے۔ ❶

۳: کتاب درمختار باذن نبوی تالیف ہوئی۔ ❷

۴: جو اہل قبلہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو گالی دینا جائز سمجھے وہ کافر نہیں۔ ❸

۵: مولوی محمود حسن دیوبندی نے لکھا ہے کہ ''قول مجتہد بھی قول رسول اللہ ﷺ ہی شمار ہوتا ہے۔'' ❹

مفتی احمد یار خان گجراتی نے لکھا ہے:

''چار مذہبوں کے سوا کسی کی تقلید جائز نہیں، اگرچہ وہ صحابہ کے قول، صحیح حدیث اور آیت کے موافق ہی ہو، جو ان چار مذہبوں سے خارج ہے وہ گمراہ اور گمراہ کرنے والا ہے کیونکہ حدیث وقرآن کے محض ظاہری معنی لینا کفر کی جڑ ہے۔'' ❺

۶: نکسیر پھوٹ پڑے تو پیشانی اور ناک پر سورۃ فاتحہ کو خون اور پیشاب سے لکھنا جائز ہے۔ ❻

۷: اشرف علی خاں تھانوی نے بہشتی زیور میں لکھا ہے کہ:

''یہ آیت بسم اللہ سمیت لکھ کر ناف کی جگہ باندھیں ناف اپنی جگہ آ جائے گی اور اگر بندھا رہنے دیں تو پھر نہ ٹلے گی۔ اَللّٰہُ یُمْسِكُ السَّمٰوٰاتِ.....۔'' ❼

۸: برہان الدین مرغینانی لکھتا ہے:

((اَنَّ الْهِدَايَةَ كَالْقُرْآنِ قَدْ نَسَخَتْ مَا صَنَّفُوْا قَبْلَهَا فِي الشَّرْعِ مِنْ كُتُبٍ.)) ❽

---

❶ عالمگیری: ۹/۱۲۹ ایضا.

❷ در مختار: ۱/۱۱.

❸ در مختار: ۱/۲۹۲.

❹ الورد الشذی: ۲/۳۰۔ تقاریر حضرت شیخ الهند، ص: ۲۴.

❺ جاء الحق: ۲۴، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور۔

❻ دُر مختار، ج: ۱، ص: ۱۹۴.

❼ بهشتی زیور جهاڑ پهونك كا بیان نواں حصه، ۷۵۶.

❽ مقدمه هدایه اخیرین، ص: ۳.

''بے شک ہدایہ قرآن کی طرح ہے، جس طرح قرآن مجید نے پہلی شرائع کو منسوخ کر دیا ایسے ہی ہدایہ نے اس سے قبل مرقوم کتب کو منسوخ کر دیا۔''

۹: ((وَمَنِ امْتَنَعَ مِنَ الْجِزْيَةِ اَوْ قَتَلَ مُسْلِمًا اَوْ سَبَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَوْ زَنٰى بِمُسْلِمَةٍ لَمْ يَنْتَقِضْ عَهْدُهٗ.)) ❶

''جو ذمی جزیہ دینے سے انکار کر دے یا کسی مسلمان کو قتل کرے یا نبی ﷺ کو گالی دے یا کسی مسلمان عورت سے زنا کرے تب بھی اس کا عہد (ذمہ) نہیں ٹوٹے گا۔''

۵۔ مذہب کی خاطر حدیث کے ساتھ ظلم اور ناانصافی:

دیوبندی عالم محمود الحسن صاحب کا خیارِ مجلس کے مسئلہ میں قول ملاحظہ ہو:

((اَلْحَقُّ وَالْاِنْصَافُ اَنَّ التَّرْجِيْحَ لِلشَّافِعِي فِيْ هٰذِهِ الْمَسْئَلَةِ وَنَحْنُ مُقَلِّدُوْنَ يَجِبُ عَلَيْنَا تَقْلِيْدُ اِمَامِنَا اَبِيْ حَنِيْفَةَ.)) ❷

''حق اور انصاف یہ ہے کہ اس مسئلہ (اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَالَمْ يَتَفَرَّقَا) میں امام شافعی کے قول کو ترجیح حاصل ہے۔ اور ہم مقلد ہیں لہٰذا ہم پر اپنے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تقلید واجب ہے۔''

ابن نجیم الحنفی شاتم رسول ﷺ کی سزا کے بارے میں لکھتے ہیں:

((نَفْسُ الْمُؤْمِنِ تَمِيْلُ اِلَى قَوْلِ الْمُخَالِفِ فِيْ مَسْئَلَةِ السَّبِّ لٰكِنْ اِتِّبَاعًا لِلْمَذْهَبِ وَاجِبٌ.)) ❸

''مسئلہ شاتم رسول میں مومن کا نفس قولِ مخالف (امام شافعی رحمہ اللہ) کی طرف مائل ہوتا ہے کہ (کافر شاتم رسول کا ذمہ ٹوٹ جاتا ہے) لیکن ہم پر اپنے مذہب کی اتباع ضروری ہے۔''

❶ ھدایۃ: ۱/۵۷۸.
❷ تقریر ترمذی، ص: ۴۰.
❸ البحر الرائق ۵/۱۲۵.

۶۔نفس پرستی:

ام المومنین عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ وہ رمضان میں عورتوں کی امامت کرتی تھیں۔ امام محمد نے کہا کہ ہمیں پسند نہیں کہ عورت امامت کرے۔ ❶

۷۔تعصب اور بغض وعناد:

مقلدین میں تعصب اور بغض وعناد بہت زیادہ پایا جاتا ہے۔ چنانچہ فقہ حنفی کی کتب میں مرقوم ہے:

لعنت ہو ہمارے ربّ کی اس شخص پر بقدر ریت کے ذرّات کے جو ابوحنیفہ کے قول کو ردّ کر کے یعنی قبول نہ کرے۔ ❷

صاحبین یعنی امام ابوحنیفہ کے شاگردوں امام محمد وابو یوسف نے دوثلث سے زیادہ مسائل میں امام ابوحنیفہ کا خلاف کیا ہے۔ ❸

صاحبِ شرح مسلم الثبوت رقمطراز ہیں:

((شَدَّدَ بَعْضُ الْمُتَكَلِّمِيْنَ، قَالُوْا: ''اَلْحَنَفِيُّ إِذَا تَرَكَ مَذْهَبَ إِمَامِهِ يُعَزَّرُ''، وَالْحَقُّ اَنَّهُ تَعَصُّبٌ، لَا دَلِيْلَ عَلَيْهِ، وَإِنَّمَا هُوَ تَشْرِيْعٌ مِنْ عِنْدِ نَفْسِهِ. قَالَ فِيْ التَّيْسِيْرِ شَرْحِ التَّحْرِيْرِ: ''هُوَ الْاَصَحُّ، إِذْ لَا وَاجِبَ إِلَّا مَا اَوْجَبَهُ اللّٰهُ، وَبِالْجُمْلَةِ لَا يَجِبُ تَقْلِيْدُ مَذْهَبٍ مُعَيَّنٍ، بَلْ جَازَ الْاِنْتِقَالُ. لٰكِنْ لَا بُدَّ اَنْ لَا يَكُوْنَ ذٰلِكَ قَصْدَ التَّلَهِّي وَتَوْهِيْنَ كِبَارِ الْمُجْتَهِدِيْنَ.))

''کچھ متکلمین اہل علم نے شدت سے کام لیا اور کہہ دیا کہ: ''حنفی اگر اپنے امام کے مذہب کو ترک کر دے تو اسے کوئی سزا دی جائے۔'' حق تو یہ ہے کہ ایسی متعصّبانہ بات ہے جس کی کوئی دلیل نہیں۔ بلکہ اپنی طرف سے شریعت سازی ہے۔ ''التیسیر'' میں ہے کہ: ''بالکل یہ تعصب ہے کیونکہ واجب وہی ہے جسے اللہ نے واجب قرار

❶ کتاب الآثار، ص: ۲۱۴.
❷ در مختار: ۱/ ۳۶.
❸ در مختار: ۱/ ۳۳.

دیا، (ہم کون ہوتے ہیں تقلید کو واجب کرنے والے، اور اس کے ترک پر تعزیر دینے والے) القصہ کسی مذہب معین کی تقلید واجب نہیں۔ بلکہ ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف مسئلہ کی تلاش میں جانا بھی جائز ہے۔مگر شرط یہ ہے کہ ایسا کرنا محض خواہش نفس کی بنیاد پر نہ ہواور نہ ہی مجتہدین کرام کی توہین مقصود ہو۔''

قاضی ابو یوسف (شاگرد امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ) نے فرمایا:

''اس کذاب یعنی محمد بن الحسن (شاگرد امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ) سے کہو......الخ۔'' ❶

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے دین میں تحریف اور بدعت کے سات اسباب ذکر کیے ہیں جن میں ایک موذی مرض تقلید ہے اور بلا شبہ تقلید لفظ اتنا ردّی اور ناکارہ ہے اور کیسا بے نور لفظ ہے جو قرآن وسنت کے مقدس اوراق میں نوع بشر کے لیے کہیں مستعمل نہیں ہوا اور البتہ یہ بہت بڑا المیہ ہے کہ صرف اور صرف ائمہ اربعہ کی تقلید سے عالم اسلام مختلف فرقوں کی نذر ہو چکا ہے اور باہمی آویزش ومنافرت، مشاجرات واختلافات کی کبھی نہ ختم ہونے والی لامتناہی خلیج حائل ہو چکی ہے اور مقلدین احناف اصحاب الحدیث کے بارہ میں ہمیشہ دلی کدورت رکھتے ہیں، خصوصاً دیوبند سے وابستہ حنفی دوست حدیث اور اہل حدیث سے ''مخلصانہ'' بغض وعناد رکھتے ہیں سب سے سبقت لے گئے ہیں۔

شیخ بکر ابوزید حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

((فَاَهْلُ الْحَدِيْثِ حَشَرَنَا اللّٰهُ مَعَهُمْ، لَا يَتَعَصَّبُوْنَ لِقَوْلِ شَخْصٍ مُعَيَّنٍ مَهْمَا عَلَا وَسَمَا، حَاشَا مُحَمَّدًا، بِخِلَافِ غَيْرِهِمْ مِمَّنْ لَا يَنْتَمِيْ إِلَى اَهْلِ الْحَدِيْثِ وَالْعَمَلِ بِهِ، فَإِنَّهُمْ يَتَعَصَّبُوْنَ لِاَقْوَالِ اَئِمَّتِهِمْ وَقَدْ نُهُوْهُمْ عَنْ ذٰلِكَ، كَمَا يَتَعَصَّبُ اَهْلُ الْحَدِيْثِ لِاَقْوَالِ نَبِيِّهِمْ، فَلَا عَجَبَ اَنْ يَّكُوْنَ اَهْلُ الْحَدِيْثِ هُمُ الطَّائِفَةُ الْمَنْصُوْرَةُ وَالْفِرْقَةُ النَّاجِيَةُ.)) ❷

❶ تاریخ بغداد: ۲/ ۱۸۰.

❷ مجموع رسائل التوجيهات الإسلامية: ۱/ ۱۶۴.

''سو اہل حدیث کسی خاص شخص کے قول کے لیے تعصب نہیں کرتے، چاہے وہ کتنا بڑا امام ہو، سوائے محمد ﷺ کے، جبکہ وہ لوگ جو اہل حدیث کی طرف اپنی نسبت نہیں کرتے، وہ اپنے ائمہ کے اقوال کے لیے تعصب کرتے ہیں، حالانکہ ائمہ نے انہیں اس سے روکا ہے، اور اہل حدیث صرف اپنے نبی ﷺ کے اقوال کے لیے تعصب کرتے ہیں، اس لیے کوئی عجب نہیں کہ طائفہ منصورہ اور فرقہ ناجیہ یہی اہل حدیث ہوں۔''

الشیخ صالح بن فوزان الفوزان حفظہ اللہ فرماتے ہیں کہ

((اَلتَّعَصُّبُ لِلْآرَاءِ وَالرِّجَالِ: يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَاِتِّبَاعِ الدَّلِيْلِ وَمَعْرِفَةِ الْحَقِّ، قَالَ تَعَالٰى: ﴿وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَاۤ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَ نَا﴾ وَهٰذَا هُوَ الشَّانُ فِيْ الْمُتَعَصِّبِيْنَ الْيَوْمَ مِنْ بَعْضِ اِتِّبَاعِ الْمَذَاهِبِ الصُّوْفِيَّةِ وَالْقُبُوْرِيِّيْنَ إِذَا دُعُوْا إِلَى اِتِّبَاعِ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَنَبْذِ مَا هُمْ عَلَيْهِ فَمَا يُخَالِفُهُمَا اِحْتَجُّوْا بِمَذَاهِبِهِمْ وَمَشَائِخِهِمْ وَآبَاءِهِمْ وَاَجْدَادِهِمْ.)) ❶

''آراء اور اشخاص کے لیے تعصب، جو کہ انسان کو اتباعِ دلیل اور حق کی معرفت سے روک دیتا ہے، (بھی ظہورِ بدعات کے اسباب میں سے ایک ہے) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''اور جب انہیں کہا جاتا ہے کہ اللہ نے جس چیز کو اتارا ہے اس کی پیروی کرو، تو وہ جواب دیتے ہیں کہ نہیں ہم تو اس چیز کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا'' اور یہی حال آج ان متعصب لوگوں کا ہے جن کا تعلق صوفیاء اور قبر پرستوں کے ساتھ ہے، اور وہ مذاہب کی پیروی کرتے ہیں، تو انہیں جب کتاب وسنت کی پیروی کی طرف دعوت دی جائے اور انھیں کہا جائے کہ تمہارے

اندر کتاب وسنت سے ٹکرانے والی جو باتیں ہیں انہیں چھوڑ دو، تو یہ اس کے مقابلے

❶ کتاب التوحید، ص: ۱۱۰.

میں اپنے مذاہب، مشائخ اور آباؤاجداد کو دلیل بناتے ہیں۔''

ذہبی نے سمعانی سے نقل کیا ہے کہ آخر میں (احمد بن محمد حنفی) اُن کو مذہبی تعصب بہت ہو گیا تھا یہاں تک اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ علماء کو وحشت ڈال دی اور قوموں میں عداوت پھیلا دی حتی کہ منبروں پر بیٹھ کر لعنت کی نوبت پہنچتی۔ ❶

امیر کاتب عمید کے بارے میں فوائد بہیہ میں لکھتے ہیں:

> ''حنفیوں کے اندر سردار تھے لغت وفقہ میں پیش پیش تھے۔ اپنے آپ کو بہت بڑا جانتے تھے۔ مخالفین کے ساتھ سخت تعصب رکھتے تھے۔ چنانچہ اُن کے الفاظ جو اُن کی تصانیف مثل شرح منتخب حسامی اور شرح ہدایہ میں واقع ہیں وہ اس پر دلالت کرتے ہیں۔ اپنے مخالف کے ساتھ زبان درازی کرنے والے تھے۔ شافعیہ کے ساتھ عداوت رکھتے تھے۔ اس میں انہوں نے بڑی کوشش کی۔ رفع الیدین کرنے سے نماز کے فاسد ہو جانے کا حکم لگا دیا تھا۔ آخر عظیم محدث سبکی رحمہ اللہ نے ان کا ردّ کیا تب انہوں نے اس مسئلہ سے رجوع کیا۔'' ❷

خیانت برتنا:

مقلدین اکثر مسائل بتلاتے وقت خیانت علمی سے کام لیتے ہیں۔ چنانچہ اُن کتابوں میں لکھا ہوا ہے:

> ''فتویٰ طلب کرنے والا پوچھے کہ اس مسئلہ میں شافعی رحمہ اللہ کا کیا قول ہے تو مفتی جواب میں ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول بیان کر دے۔'' ❸

۹۔ شرم وحیا کی رخصتی:

مقلدین ائمہ کتاب وسنت کو خیر آباد کہتے ہیں تو شرم وحیا کو بھی ساتھ ہی رخصت کر دیتے

❶ الارشاد إلى سبيل الرشاد، تاليف علامه حافظ ابويحيى، ص: ۲۲۸.

❷ الارشاد إلى سبيل الرشاد، تاليف علامه حافظ ابويحيى، ص: ۲۲۹۔ فوائد بيهية.

❸ در مختار: ۲۷۲/۴.

ہیں۔ چنانچہ انہوں نے لکھا ہے:

۱: اپنے ذکر کو یا دوسرے کے ذکر کو پکڑنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ ❶

۲: زندہ یا مردہ جانور یا کم عمر لڑکی سے جماع کیا تو وضو نہیں ٹوٹتا۔ ❷

۳: جانور یا مردہ یا کم عمر لڑکی سے جماع کرے اور انزال نہ ہو تو غسل فرض نہیں۔ ❸

۴: کسی جانور کا ذکر فرج یا دبر میں داخل کرے تو غسل لازم نہیں۔ ❹

۵: نفاس والی کے چالیس دن گزرنے کے بعد بغیر غسل کے صحبت جائز ہے۔ ❺

۶: نجاست بھرا کپڑا اس قدر چاٹے کہ نجاست کا اثر جاتا رہے تو پاک ہے۔ ❻

۷: جس عضو پر نجاست لگی ہو وہ تین بار چاٹنے سے پاک ہو جاتا ہے۔ ❼

۸: چھری پر نجاست لگے تو چاٹنے سے پاک ہے۔ ❽

۹: بہشتی زیور میں جناب اشرف علی خاں تھانوی لکھتا صاحب لکھتے ہیں کہ:

کسی کے لڑکا پیدا ہو رہا ہے لیکن ابھی سب نہیں نکلا کچھ باہر ہے اور کچھ نہیں نکلا ایسے وقت میں بھی اگر ہوش وحواس باقی ہوں تو نماز پڑھنا فرض ہے قضا کر دینا درست نہیں، البتہ اگر پڑھنے سے بچہ کی جان کا خوف ہو تو نماز قضا کر دینا درست ہے۔" ❾

۱۰: بہشتی زیور میں اشرف علی خاں تھانوی صاحب نے لکھا ہے کہ مردہ عورت کا دودھ دوہ کر کسی بچہ کو پلا دیا تو اس سے بھی سب رشتے حرام ہو گئے۔ ❿

۱۱: ردالمختار ۱/ ۱۳۹ میں ہے کہ:

---

❶ عالمگيری: ۱/ ۱۸.　❷ عالمگيری: ۱/ ۲۲۔ در مختار: ۹۵، ۹۶.

❸ در مختار: ۱/ ۹۵۔ عالمگيری: ۱/ ۲۲۔ هدايه: ۱/ ۸۷.

❹ در مختار: ۱/ ۹۵.　❺ شرح وقايه: ۶۵.

❻ هدايه: ۱/ ۲۷۸۔ عالمگيری: ۱/ ۷۰.

❼ عالمگیری: ۱/۷۰۔ ❽ عالمگیری: ۱/۷۰۔ھدایہ: ۱/۲۸۲۔

❾ بہشتی زیور، مسئلہ باب نماز کا بیان، حصہ دوم، ص: ۱۸۴۔

❿ بہشتی زیور، مسئلہ ۱۱، باب دودھ پینے اور پلانے کا بیان، حصہ چہارم، ص: ۳۱۸۔

((قَالَ مَشَایِخُنَا مَنْ صَلّٰی وَفِیْ کُمِّہٖ جَرٌّ وَتَجُوْزُ صَلَاتُہٗ وَقَیَّدَہُ الْفَقِیْہُ اَبُوْجَعْفَرٍ الْھِنْدَوَانِیُّ بِکَوْنِہٖ مَشْدُوْدَ الْفَمِ.))

''یعنی ہمارے مشائخ نے فرمایا ہے: جو اس حالت میں نماز پڑھے کہ اس کی آستین میں کتے کا پلا ہو تو ایسی صورت میں نماز پڑھنا جائز ہے، فقیہ ابو جعفر ہندوانی نے یہ شرط لگائی ہے کہ کتے کا منہ بندھا ہونا چاہیے۔''

۱۲: اگر تشہد میں ہوا سبقت لے جائے تو دوبارہ وضو کرے، پھر سلام پھیرے کیونکہ سلام پھیرنا واجب ہے اور سلام پھیرنے کے لیے وضو ضروری ہے۔ لیکن اگر اس حالت میں جان بوجھ کر ہوا خارج کر دے یا گفتگو شروع کر دے یا نماز کے منافی کام کرے تو اس کی نماز مکمل ہوگی۔ ❶

۱۳: ابن عابدین شامی حنفی کے نزدیک امام کی شرطوں میں ایک شرط یہ بھی ہے کہ ''ثُمَّ الْاَکْبَرُ رَأْسًا وَالْاَصْغَرُ عُضْوًا'' ''وہ بڑے سر والا اور چھوٹے عضو والا ہو۔'' ❷

۱۴: ((وَکَذٰلِكَ لَوْ تَزَوَّجَ بِذَاتِ رَحِمٍ مَحْرَمٍ نَحْوَ الْبِنْتِ وَالْاُخْتِ وَالْاُمِّ وَالْعَمَّةِ وَالْخَالَةِ وَجَامَعَھَا لَا حَدَّ عَلَیْہِ فِیْ قَوْلِ اَبِیْ حَنِیْفَةَ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی وَاِنْ قَالَ عَلِمْتُ اَنَّھَا عَلَیَّ حَرَامٌ.)) ❸

''اس طرح اگر کوئی محرمات ابدیہ سے نکاح کرے، مثلاً بیٹی، بہن، ماں، پھوپھی یا خالہ اور پھر ان سے جماع بھی کرے تو امام ابو حنیفہ کے قول کے مطابق اس پر کوئی حد نہیں چاہے، وہ یہ جانتا بھی ہو کہ یہ کام مجھ پر حرام ہے۔'' ❹

۱۱۔حلال وحرام میں تمیز ختم:

تقلید کا ثمرہ یہ بھی ہے کہ مقلدین ائمہ کی تقلید میں حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار دینے

لگتے ہیں۔ چنانچہ فقہ حنفی کی معتبر کتاب ہدایہ میں مرقوم ہے:

❶ هداية اولين، ص: ١١٠.
❷ ردالمختار: ١/٣٧٥.
❸ فتوىٰ عالمگيرى: ٣/٤٦٨.
❹ فتاوىٰ عالمگيرى: ٣/٤٦٨.

ا: حرام چیز سے دوا کرنا اگر شفا کا یقین ہو تو جائز ہے۔ ❶

۲: جو گوشت شراب میں پکایا گیا ہو وہ تین بار جوش دینے اور خشک کرنے سے پاک ہے۔ ❷

۳: سور نمک سار میں گر کر نمک ہو جائے تو پاک ہے۔ ❸

۴: کتے کی ہڈی اور بال اور پٹھے پاک ہیں اور کتے کی کھال کا ڈول اور جائے نماز بنانا جائز ہے۔ ❹

۵: سور یا کتے کی پیٹھ پر غبار ہو تو تیمم جائز ہے۔ ❺

٦: روزہ میں ہاتھ سے منی نکالنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ ❻

۷: خلیفہ اور امام اور بادشاہ زنا کرے تو حد نہیں۔ ❼

۸: جانور سے جماع کرنے پر حد نہیں آتی۔ ❽

۹: زوجہ مفقود الخبر نوے برس انتظار کرے۔ ❾

۱۲۔ حیرت واضطراب:

مقلدین کی زندگی بس حیرت واضطراب کی حالت میں ہی گزرتی ہے۔

ایک مصری عالم کا حال دل سنیے:

جامع ازہر میں ہم نے باب وضوء تین ماہ میں پڑھا۔ مگر وضوء کی حقیقت وسہولت سمجھ نہ آئی۔ یہاں تک کہ فقہ السنہ نے آنکھوں پر سے پردہ اٹھایا۔ ہم میں بہتیرے جامعہ ازہر میں بارہ بارہ اور پندرہ پندرہ برس رہتے ہیں۔ اور مذاہب اربعہ میں کسی ایک مذہب کی اکثر وبیشتر کتابیں پڑھ جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ فضیلت کی سند بھی مل جاتی ہے۔ لیکن جب آخر میں غور کرتے ہیں

❶ هدايه: ١/١٣٩.
❷ در مختار: ١/١٧٢.
❸ عالمگيرى: ١/٢٩۔ در مختار: ١٧٠.
❹ در مختار: ١/١١٩۔ هدايه: ١/١٣٥.

❺ ابوحنیفہ۔ھدایہ: ۱/ ۱۸۲۔ ❻ درمختار: ۱/ ۵۶۴۔ھدایہ: ۱/ ۱۱۲۔

❼ درمختار: ۲/ ۴۷۶۔عالمگیری: ۳/ ۲۷۰۔ھدایہ: ۲/ ۴۶۳۔شرح وقایہ: ۲/ ۹۶۔

❽ درمختار: ۲/ ۴۷۲۔عالمگیری: ۳/ ۲۶۸۔ھدایہ: ۲/ ۵۴۵۔شرح وقایہ: ۲/ ۹۶، ۹۵۔

❾ عالمگیری: ۳/ ۵۱۰، ۵۱۱۔ھدایہ: ۴/ ۹۳۶۔شرح وقایہ: ۲/ ۱۲۲۔

تو معلوم ہوتا ہے کہ باوجود اتنی کتابیں رٹ جانے کے خود اس مذہب کی بھی تحقیق حاصل نہیں ہو پائی۔ دوسرے مذاہب کی تحقیق اور تفسیر وحدیث کا علم تو بہت دور رہا۔ چنانچہ ہم ہمیشہ حیرت واضطراب میں پڑے رہتے ہیں کہ اختلافی مسائل میں طریق ترجیح تک نہیں جانتے۔'' ❶

۱۲۔تقلید شرک کا سبب ہے:

مولانا سرفراز خان صاحب صفدر (دیوبندی، حنفی) فرماتے ہیں: کسی ایک خاص مجتہد کی ایسی تقلید کہ اس کے قول کو حق وصواب سمجھا جائے اور اس سے خطاء اور غلطی کو ناممکن تصور کیا جائے،......ایسی تقلید مفضی الی الشرک ہے۔ ❷

قاضی ثناءاللہ پانی پتی نے آلِ عمران آیت نمبر ۴۶ کے تحت تقلید کو شرک کہا ہے۔ ❸

۱۳۔مذہب کی خاطر حیلہ سازی:

مقلدین اپنے ائمہ کے اقوال کو تقویت دینے اور اپنے مذہب کا دفاع کرنے کے لیے عموماً حیلہ سازی سے کام لیتے ہیں۔ چنانچہ ان کا کہنا ہے کہ:

۱: ((وَاِذَا نَقَبَ اللِّصُّ الْبَيْتَ فَدَخَلَ وَاَخَذَ الْمَالَ وَنَاوَلَهُ اٰخر خَارِجَ الْبَيْتِ فَلَا قَطْعَ عَلَيْهِمَا.)) ❹

''کوئی چور نقب لگا کر گھر میں داخل ہو کر مال چوری کرے گھر سے باہر موجود شخص وہ مال لے لے تو دونوں کے ہاتھ نہ کاٹے جائیں گے۔''

۲: اور دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ:

((وَكَذٰلِكَ اِنْ حَمَلَهُ عَلَى حِمَارٍ فَسَاقَهُ وَاَخْرَجَهُ.)) ❺

''اگر چور مال سمیٹ کر گدھے پر لاد کر ہانک کر لے جائے تو ہاتھ نہیں کٹیں گے۔''

❶ مقدمہ هدی الرسول، ص: ۴.
❷ الکلام المفید، ص: ۳۱۰.
❸ الظفر المبین.
❹ هدایہ اولین، ص: ۵۲۵.
❺ هدایہ اولین، ص: ۵۲۶.

۱۴۔ دوسرے مسلمان کو حقیر جاننا حتی کہ خارج از اسلام سمجھنا:

مقلدین دوسرے مسلمانوں کو مسلمان تصور ہی نہیں کرتے، اور ان سے نکاح وشادی کو بھی حرام سمجھتے ہیں۔ چنانچہ محمد بن موسیٰ البلاساغونی حنفی کا کہنا تھا کہ

محمد بن موسیٰ البلاساغونی حنفی سے مروی ہے کہ اس نے کہا:

((لَوْ كَانَ لِيْ اَمْرٌ لَاَخَذْتُ الْجِزْيَةَ مِنَ الشَّافِعِيَّةِ.)) ❶

''اگر میرے پاس اختیار ہوتا تو میں شافعیوں سے جزیہ لیتا۔''

عیسی بن ابی بکر بن ایوب الحنفی سے جب پوچھا گیا کہ تم حنفی کیوں ہو گئے ہو جبکہ تمہارے خاندان والے سارے شافعی ہیں؟ تو اس نے جواب دیا: کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ گھر میں ایک مسلمان ہو! ❷

حنفیوں کے ایک امام السفکر دری نے کہا ہے:

((لَا يَنْبَغِيْ لِلْحَنَفِيِّ اَنْ يُّزَوِّجَ بِنْتَهُ مِنْ شَافِعِيِّ الْمَذْهَبِ وَلٰكِنْ يَتَزَوَّجُ مِنْهُمْ.)) ❸

''حنفی کو نہیں چاہیے کہ وہ اپنی بیٹی کا نکاح کسی شافعی مذہب والے سے کرے لیکن وہ اس (شافعی) کی لڑکی سے نکاح کر سکتا ہے۔''

۱۵۔ تقلید کا ثمرہ قتل وغارت کی صورت میں:

تقلید شخصی کی وجہ سے ائمہ اربعہ کی تقلید کرنے والے لوگوں نے آپس میں لڑائی جھگڑے اور قتل وغارت تک کرنے سے گریز نہ کیا۔ حنفیوں اور شافعیوں نے ایک دوسرے سے خونریز جنگیں لڑیں ایک دوسرے کو قتل کیا دکانیں لوٹیں اور محلے جلائے۔ ❹

امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ کی زبانی سنیے:

"فقہ کے مذاہب اربعہ جب مشخص ومدوّن ہوگئے اور تقلید شخصی کا التزام ہوگیا تو سوال پیدا ہوا کہ ان چاروں اماموں میں افضل کون ہے حضرت امام ابوحنیفہ یا حضرت امام شافعی؟ اب بحث شروع ہوئی اور بحث نے جنگ وقتال کی شکل اختیار کی۔ چنانچہ ہلاکو خان کو اسلامی ممالک پر حملہ کی سب سے پہلی ترغیب خراسانیوں کے اسی جھگڑے سے ملی تھی۔ حنفیوں نے شافعیوں کی ضد میں آ کر بلاوا بھیجا اور شہر کے پھاٹک کھول دیئے۔ جب تاتاریوں کی تلوار چل گئی تو اس نے نہ شافعیوں کو چھوڑا نہ حنفیوں کو۔" ((فَجَاسُوْا خِلَالَ الدِّيَارِ وَكَانَ وَعْدًا مَفْعُوْلًا.)) [4]

۱۶۔ حق کو قبول کرنے سے اعراض:

مقلدین قبول حق سے اعراض برتتے ہیں۔ چنانچہ امام فخر الدین الرازی لکھتے ہیں:

"ہمارے استاد جو خاتم المحققین والمجتہدین ہیں: فرماتے ہیں کہ میں نے فقہائے مقلدین کے ایک گروہ کا مشاہدہ کیا ہے کہ میں نے انہیں کتاب اللہ کی بہت سی آیتیں سنائیں جو ان کے تقلیدی مذہب کے خلاف تھیں تو انہوں نے (نہ) صرف ان کے قبول کرنے سے اعراض کیا بلکہ ان کی طرف کوئی توجہ ہی نہیں دی۔" [5]

۱۷۔ تقلید سے جہالت آتی ہے:

عبیداللہ بن المعتز (متوفی ۲۴۷ھ) سے مروی ہے:

((لَا فَرْقَ بَيْنَ بَهِيْمَةٍ تُقَادُ وَإِنْسَانٍ يُقَلَّدُ.)) [6]

"یعنی تقلید کرنے والے انسان اور ہنکائے جانے والے جانور میں کوئی فرق نہیں ہے۔"

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

---

[1] میزان الاعتدال للذہبی: ۴/۵۲۔ [2] الفوائد البھیہ، ص: ۱۵۲، ۱۵۳۔

[3] فتاویٰ بزازیہ علی ہامش فتاویٰ عالمگیریہ ۴/۱۱۲۔

[4] معجم البلدان: ۱/۲۰۹۔ اصبہان: ۳/۱۱۷۔ تاریخ ابن اثیر۔ الکامل: ۹/۹۲۔ حوادث سنۃ ۵۴۱ھ۔

''کسی امام یا عالم کی بات بغیر دلیل وتحقیق کے آنکھیں بند کر کے قبول کرنا تقلید کہلاتا

❶ ملخص ترجمان القرآن: ۴۹۴/۲.

❷ تفسیر کبیر، سورۃ التوبہ آیت: ۱۳، ج: ۱۶، ص: ۳۷۔ اصلی اہل سنت، ص: ۱۳۵، ۱۳۶.

❸ جامع بیان العلم وفضله: ۱۱۴/۲۔ اعلام الموقعین: ۱۹۶/۲۔ الرد علی من اخلد الی الارض، ص: ۱۲۱.

ہے قطع نظر اس سے کہ اس نے یہ بات کہاں سے لی اور کس سے لی ہے۔ ایسا اندھا مقلد جاہل اور علم سے کورا ہے۔ پھر آپ نے اس کی دلیل میں قرآنِ مجید کی یہ آیت پیش کی ﴿فَاعْلَمْ اَنَّهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ ''یقین جانو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔'' اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو معرفت اور تحقیق کا حکم دیا ہے نہ کہ ظن اور تقلید کا۔'' ❶

۱۸۔ شریعت سازی:

مقلدین جب اپنے مذہب کی خاطر اور اپنے اپنے ائمہ کے اقوال کو تقویت پہنچانے کے لیے اصول وضوابط گھڑتے ہیں یا پھر اپنے امام کے قول کو حدیث وسنت پر ترجیح دیتے ہیں تو گویا وہ شریعت سازی کر رہے ہوتے ہیں۔ چنانچہ امام شافعی رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا:

((مَنِ اسْتَحْسَنَ فَقَدْ شَرَّعَ.)) ❷

''جس نے کسی عمل کو اپنی طرف سے اچھا جانا اس نے شریعت سازی کی۔''

احناف کے مشہور ومعروف عالم مسعود بن شیبہ اپنی ''کتاب التعلیم'' کے مقدمے میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تقلید کے بارے میں رقم طراز ہیں:

((اِنَّهُ يَجِبُ عَلَى اَهْلِ الْغَرْبِ وَالشَّرْقِ بَلْ عَلَى كَافَّةِ الْخَلْقِ اَنْ يَّتَّخِذُوْا اَبَاحَنِيْفَةَ اِمَامًا وَعَقِيْدَتَهُ دِيْنًا وَقَوْلَهُ مَذْهَبًا بِحَيْثُ لَا يَبْغُوْنَ عَنْهُ حَوْلًا وَلَا يُرِيْدُوْنَ بِهِ بَدْلًا.))

''مشرق ومغرب میں رہنے والوں پر بلکہ تمام مخلوق پر واجب ہے کہ وہ امام ابوحنیفہ

رحمہ اللہ کو اپنا امام، ان کے عقیدے کو اپنا دین اور ان کے اقوال کو اپنا مذہب اس طور سے بنائے کہ نہ اس سے آگے بڑھ سکے اور پیچھے پلٹ سکے بلکہ تاحیات حنفی المذہب بن کے رہیں۔''

محمود الحسن دیوبندی صاحب مزید فرماتے ہیں:

''کیونکہ قولِ مجتہد بھی قول رسول اللہ ﷺ ہی شمار ہوتا ہے۔'' [1]

شیخ عبدالرحمن بن حسن آل الشیخ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''یہ برائی عام ہو چکی ہے، خصوصاً ان لوگوں میں جو اہل علم کہلاتے ہیں، انہوں نے کتاب وسنت کے سامنے رکاوٹیں کھڑی کر دی ہیں اور لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کی پیروی سے روک رہے ہیں، چنانچہ ان کا کہنا ہے کہ کتاب وسنت سے صرف مجتہد ہی دلیل لے سکتا ہے، اور اب اجتہاد کا دروازہ بند ہے، نیز یہ کہتے ہیں کہ جس کی ہم تقلید کرتے ہیں وہ آپ سے بڑا عالم بالحدیث تھا، تو اس طرح کی باتوں کا مقصد صرف یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اتباع نہ کی جائے جو کہ وحی کے بغیر بولتے ہی نہیں تھے، اور اس شخص کی بات پر مکمل اعتماد کیا جائے جو غلطی بھی کر سکتا ہے......سو ہر مکلّف پر واجب ہے کہ اسے جب کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ سے کوئی دلیل مل جائے اور اسے اس کا معنی بھی سمجھ میں آجائے تو وہ اس پر عمل کر گزرے، خواہ اس پر کسی عالم یا امام نے عمل کیا ہو یا نہ کیا ہو، اور اس بات پر ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے اجماع نقل کیا۔'' [2]

۱۹۔ مذہب کی خاطر تاویلات:

مقلدین اپنے ائمہ کے اقوال کی خاطر قرآنی آیات اور احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی تاویلات کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ چنانچہ ابوالحسن کرخی حنفی نے لکھا ہے:

((اَنَّ كُلَّ آيَةٍ تُخَالِفُ قَوْلَ اَصْحَابِنَا فَإِنَّهَا تُحْمَلُ عَلَى النَّسْخِ اَوْ عَلَى

---

[1] فقہ الاکبر لامام ابو حنیفہ، طبع مصر، ص: ۱۰۔

[2] الإحکام للآمدی: ۴/ ۱۶۲۔

التَّرْجِيْحِ، وَالْأَوْلَى اَنْ تُحْمَلَ عَلَى التَّاوِيْلِ مِنْ جِهَةِ التَّوْفِيْقِ.)) [3]

''ہر وہ آیت قرآنیہ جو ہمارے فقہاء کے اقوال کے خلاف ہے اسے یا تو نسخ پر محمول کیا جائے گا یا ترجیح پر۔ زیادہ بہتر یہی ہے کہ اسے تاویل پر محمول کیا جائے تا کہ موافقت پیدا ہو جائے۔''

مزید لکھتے ہیں:

((اَنَّ كُلَّ خَبَرٍ يَجِئُى بِخِلَافِ قَوْلِ اَصْحَابِنَا فَاِنَّهُ يُحْمَلُ عَلَى النَّسْخِ اَوْ عَلٰى اَنَّهُ مُعَارِضٌ بِمِثْلِهِ.)) [1]

''ہر وہ حدیث جو ہمارے اصحاب کے قول کے خلاف ہو اسے منسوخ سمجھا جائے گا یا اس کے مثل حدیث کے معارض سمجھا جائے گا۔''

۲۰۔ مقلد، مبتدع جماعت اہل سنت سے خارج ہے:

علامہ سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((وَالَّذِيْ يَجِبُ اَنْ يُّقَالَ: كُلُّ مَنِ انْتَسَبَ إِلَى إِمَامٍ غَيْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ يُوَالِي عَلَى ذٰلِكَ وَيُعَادِي عَلَيْهِ فَهُوَ مُبْتَدِعٌ خَارِجٌ عَنِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ، سَوَاءٌ كَانَ فِي الْاُصُوْلِ اَوِ الْفُرُوْعِ.)) [2]

''یہ کہنا واجب (فرض) ہے کہ ہر وہ شخص جو رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی دوسرے امام سے منسوب ہو جائے، اس انتساب پر وہ دوستی رکھے اور دشمنی رکھے تو یہ شخص بدعتی ہے، اہل سنت والجماعت سے خارج ہے، چاہے (انتساب) اصول میں ہو یا فروع میں۔''

۲۱۔ تقلید کی وجہ سے ہر گروہ اپنے مذہب کی دعوت دیتا ہے:

---

[1] تقاریر حضرت شیخ الہند، ص: ۲۴۔ الورد الشذی، ص: ۲۔

[2] فتح المجید، صفحہ نمبر: ۳۳۹۔ ۲۴۰۔

[3] اصول کرخی: ۱۲۔

تقلید کی وجہ سے ہر گروہ اپنے مذہب اور امام کی طرف بلاتا ہے، نہ کہ اسلام کی طرف نتیجتاً حیرانی ہی حیرانی ہوتی ہے۔

شیخ محمد سلطان معصومی نے اپنی کتاب ''ھل اعلم ملتزم باتباع مذہب معین، ص: ۳'' پر ذکر کیا ہے، کہ: ''جاپان کے شہر ٹوکیو سے انہیں ایک خط موصول ہوا، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

❶ اصول الکرخی، ص: ۳۷۳. ❷ الکنز المدفون والفلك المشحون، ص: ۱۴۹.

جاپان کے چند روشن دماغ آدمی اسلام کی طرف مائل ہوئے تو انہوں نے اپنا ارادہ جمعیت المسلمین ٹوکیو کے سامنے ظاہر کیا، تو وہاں پر جو ہندوستان کے حنفی علماء تھے، وہ کہنے لگے: تم ابوحنیفہ کے مذہب کو قبول کرو۔ کیونکہ وہ سراج امت ہیں۔ لیکن جاوا (انڈونیشیا) کے شافعی علماء نے ان کو مشورہ دیا کہ تم شافعی مذہب قبول کرو تو وہ لوگ دونوں گروہوں کی کھینچا تانی کی وجہ سے سخت متحیر ہوئے اور اسلام قبول نہ کر سکے۔''

شیخ محمد حیات سندھی حنفی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

''ہمارے اہل زمانہ نے جو خاص مذہب کے التزام کی بدعت ایجاد کی ہے کہ ہر ایک کی ایک مذہب سے منتقل ہو کر دوسرے مذہب میں جانے کو ناجائز کہتا ہے۔ تو یہ جہالت بدعت اور ظلم ہے۔ ہم نے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے جو صحیح غیر منسوخ احادیث کو چھوڑ کر جن مذاہب کی کوئی سند نہیں انہیں سے تمسک کرتے ہیں۔'' إنا لله وإنا إليه راجعون۔ ❶

بین المذاہب رسہ کشی کی مثالوں سے کتب بھری پڑی ہیں، اسی تعصب اور اپنے مذہب کی طرف دعوت دینے کے نتیجے میں مسجد الحرام میں چار مصلے، بلکہ کچھ عرصہ شیعہ زیدیہ کا پانچواں مصلی اس کی بین دلیل ہے، جیسا کہ ابن جیر اندلسی نے ۵۷۸ھ کے سفر نامہ حج میں ذکر کیا ہے۔ اختلاف کا کس قدر بدنما منظر ہوگا کہ جسے دیکھ کر اعداء اسلام کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچے۔ العیاذ باللہ

علامہ صنعانی لکھتے ہیں کہ:

''اللہ تعالیٰ کے اِس حرم کہ جس کے سب مقامات سے افضل ترین مقام ہونے پر

علماء امت کا اجماع ہے، میں بھی پھر کسی، جاہل، گمراہ اور برے ملوک نے ان مصلوں کو ایجاد کیا۔ جس کی وجہ سے عباد اللہ کی عبادت کو بھی متفرق کر کے کتنے مفاسد پیدا کیے، یہ اللہ ہی جانتا ہے۔

اہل اسلام کی عبادت کو متفرق کرنا، ایسی بدعت ہے کہ جس سے ابلیس لعین کی آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں، اور پھر مسلمانوں کو شیطان کے لیے مسخرہ بنا دیا۔'' [1]

علامہ شوکانی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

''مکہ مکرمہ میں مختلف مصلوں کی ایجاد کے بدعت ہونے پر اجماع ہے۔ جسے چرکسی ملوک میں سے فرج بن برقوق نے نویں صدی ہجری کے اوائل میں ایجاد کیا۔ اس زمانے کے اہل علم نے اس پر نکیر کیا۔ اور اس کی مخالفت میں کتابیں بھی لکھیں۔ اللہ اکبر۔

مقام تعجب ہے کہ زمین پر سب سے افضل مقام میں مسلمانوں کے برے بادشاہ نے اس بدعت کو ایجاد کیا، جسے بعد کے اہل خیر ملوک نے برا جانا، کیونکہ ان مصلوں نے مسلمانوں کو باجماعت نماز کو کئی ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا۔ حالانکہ صادق ومصدوق پیغمبر ﷺ نے اختلاف اور تفرقہ سے منع فرمایا اور اتحاد واتفاق کا درس دیا۔ بلکہ آپ نے بیک وقت مختلف جماعتیں کرانے سے منع فرمایا ہے۔

سب سے خطرناک اور اسلام اور اہل اسلام پر گراں بات یہ کہ حرم مکی میں ہر امام اپنی الگ الگ جماعت کھڑی کرتا۔ ہر امام کے مقلد ومتبع اپنے ہی مصلی پر اس کے پیچھے کھڑے ہوتے، ایسا معلوم ہوتا کہ یہ لوگ مختلف شریعتوں اور ادیان کے جانتے مانتے ہیں۔'' انا للہ وانا الیہ راجعون [2]

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر وصی اللہ محمد عباس مدرس ومفتی مسجد الحرام وپروفیسر جامعہ ام القریٰ مکۃ المکرمہ نے اپنی کتاب ''المسجد الحرام تاریخہ واحکامہ'' میں اس مسئلے کو تاریخی طور پر ذکر کیا ہے۔ اس میں لکھتے ہیں کہ: ''مجھے تتبع کے بعد ائمہ اربعہ کے مصلوں اور محاریب کا پہلا ذکر ۴۸۸ھ میں

[1] إیقاظ هم اولی الابصار، ص: ۷۰.

ملا۔اس کا معنی یہ ہے کہ یہ مصلے نویں صدی سے بہت پہلے ہی ایجاد ہو چکے تھے۔ [3]

مزید برآں اپنی کتاب ''تقلید کا حکم، ص:۱۱٦'' پر رقمطراز ہیں: ''اللہ کے فضل و کرم سے یہ

---

[1] تطهير الإعتقاد عن ادران الالحاد، ص: ۳۴.

[2] إرشاد السائل إلى دلائل المسائل، ص: ۹۵.

[3] المسجد الحرام تاريخه واحكامه، ص: ۱٦۳، ۱٦۹.

بدعت حرم پاک سے ختم ہوگئی۔ جب اسلام کے عبقری، اللہ کے دین کے مجدد شاہ عبدالعزیز بن عبدالرحمن آل فیصل رحمہ اللہ جزیرہ عرب پر حاکم ہوئے اور اپنی حکومت کی بنیاد کتاب وسنت پر رکھی، جس نے دین حنیف کی خدمت کا حتی الامکان حق ادا کیا، کتاب وسنت کی تعلیم کو عام کیا۔ عقیدہ سلف کی ایسی خدمت کی جس کی مثال بہت صدیوں کے پہلے قرونِ خیر ہی میں مل سکتی ہے۔ اللہ ان کو اپنی رحمت میں رکھے، آمین!

البتہ اموی مسجد دمشق میں جیسا کہ وہاں کے لوگوں نے بتایا ہے کہ چار محراب اب بھی باقی ہیں۔ اللہ انہیں بھی زائل کر کے مسلمانوں کو ایک امام پر اکٹھا کر دے۔

مقلدین ائمہ کی کتب کا سرسری جائزہ

مقلدین ائمہ میں سے ہم صرف امام ابوحنیفہ کے مقلدین کی کتب اصول فقہ کا سرسری جائزہ پیش کیے دیتے ہیں تاکہ عوام مقلدین پر اس حقیقت کا پتا چل جائے کہ جن کتب پر ان کا اعتماد ہے، اُن کی حیثیت علمی وفقہی کیا ہے؟

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وَجَدْتُ اَكْثَرَهُمْ يَزْعَمُوْنَ اَنَّ بِنَاءَ الْخِلَافِ بَيْنَ اَبِیْ حَنِيْفَةَ وَالشَّافِعِیِّ عَلَى هٰذِهِ الْاُصُوْلِ الْمَذْكُوْرَةِ فِیْ كِتَابِ الْبَزْدَوِیِّ وَنَحْوِهِ، وَاِنَّمَا الْحَقُّ اَنَّ اَكْثَرَهَا اُصُوْلٌ مُخَرَّجَةٌ عَلَى قَوْلِهِمْ وَاِنَّهَا لَا تَصِحُّ بِهَا رِوَايَةٌ عَنْ اَبِیْ حَنِيْفَةَ وَصَاحِبَيْهِ." [1]

"اکثر مقلدین کا خیال ہے کہ اصول امام ابوحنیفہ اور صاحبین سے منقول ہیں لیکن یہ بات درست نہیں ہے کیونکہ اصول ان کے فروعی مسائل اور اقوال سے بنائے گئے ہیں۔ لہٰذا اصول کو ان کی طرف منسوب کرنا درست نہیں ہے۔"

علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ: جس شخص کی سنت مطہرہ پر نظر ہے اور وہ سنت کی تحقیق اور اشاعت میں مشغول رہتا ہے۔ اسے خوب معلوم ہے کہ کتب فقہ ایسے اقوال سے بھری پڑی ہیں۔ جن کو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کرنا بھی جائز نہیں۔

یہی وجہ ہے کہ جید حنفی عالم عبدالحیٔ حنفی لکھنوی تسلیم کرتے ہیں کہ:

"کتنی کتابیں ایسی ہیں جو جلیل القدر فقہاء کے ہاں قابل اعتماد ہیں لیکن ضعیف احادیث سے بھری پڑی ہیں۔ پس ہم غور وفکر کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ اگر چہ

[1] الانصاف، ص: ۸۸۔ حجۃ البالغۃ: ۱/ ۱۶۰.

ان کتابوں کے مؤلفین نیک تھے لیکن وہ احادیث کے نقل کرنے میں سہل افکار تھے۔''[1]

امام ابوحنیفہ کی وفات ۱۵۰ھ میں ہوئی، اور فقہ حنفی کی کتب امام ابوحنیفہ کی وفات کے صدیوں بعد لکھی گئیں جس طرح یہود نصاریٰ اپنی کتب سیّدنا موسیٰ اور سیّدنا عیسیٰ علیہما السلام کی طرف منسوب کرتے ہیں، بالکل اسی طرح حنفی حضرات بھی اپنی کتب فقہیہ امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب کرتے ہیں جن کا تعلق امام ابوحنیفہ کے ساتھ ہرگز ثابت نہیں۔

یہ لوگ حدیث میں بہت کمزور تھے۔ چنانچہ مولانا عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں:

''اِنَّ الْكُتُبَ الْفِقْهِيَّةِ وَاِنْ كَانَتْ مُعْتَبَرَةِ فِیْ نَفْسِهَا بِحَسْبِ الْمَسَائِلِ الْفَرْعِيَّةِ وَكَانَ مُصَنِّفُوْهَا اَيْضًا مِنَ الْمُعْتَبِرِيْنَ وَالْفُقَهَاءِ الْكَامِلِيْنَ لَايعتمد على الاحاديث المنقولة فيها اعتمادًا كليا ولا يجزم بورودها وثبوتها قطعا بمجرد وقوعها فيها فكم من احاديث ذكرت فى الكتب المعتبرة وهى موضوعة ومختلقة.''[2]

مصنف بھی ایسے ہی معتبر فقہاء ہوں کہ ان کی فقاہت پر اعتماد کیا جاتا ہو لیکن ان احادیث پر اعتماد نہیں کرنا چاہیے جو ان لوگوں نے اپنی کتب فقہ میں لکھی ہیں اور نہ ہی ان کا حدیث نام دے کر اپنی کتب میں کوئی عبارت لکھ دینے سے یقین کر لینا چاہیے کہ یہ ضرور حدیث ہی ہوگی۔ کیونکہ ان کتب فقہ میں بہت سی ایسی احادیث ہیں جو موضوع یعنی من گھڑت اور بناوٹی ہیں اور بہت سی مختلف فیہ ہیں یعنی جن کی صحت کا اعتبار نہیں ہے۔''

فقہ حنفی میں ہدایہ کو ''کالقرآن'' بھی کہا گیا ہے، اس کی روایات کے متعلق ملا علی قاری حنفی قضائے عمری کے بارے میں ایک بے بنیاد روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

---

[1] النافع الکبیر لمن یطالع الجامع الصغیر، ص: ۱۲۲.

[2] مقدمه عمدة الرعايه، صفحه: ۱۲، مطبوعه یوسفی.

”لَا عَبْرَةَ بِنَقْلِ النِّهَايَةِ وَلَا بِبَقِيَّةِ شُرَّاحِ الْهِدَايَةِ، فَإِنَّهُمْ لَيْسُوْا مِنَ الْمُحَدِّثِيْنَ، وَلَا أَسْنَدُوا الْحَدِيْثَ إِلَى أَحَدٍ مِنَ الْمُخَرِّجِيْنَ.“ [1]

”نہایۃ شرح ہدایۃ اور دیگر شارحین ہدایہ کی نقل کردہ روایاتِ حدیث کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ ایک تو وہ محدث نہیں دوسرے وہ روایات کا ماخذ (source) بھی بیان نہیں کرتے کہ کس محدث نے اس روایت کی تخریج کی ہے۔

مولانا عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں:

”مِنْ كِتَابٍ مُعْتَمَدٍ اِعْتَمَدَ عَلَيْهِ أَجِلَّةُ الْفُقَهَاءِ مَمْلُوْءٌ مِنَ الْأَحَادِيْثِ الْمَوْضُوْعَةِ، وَلَاسِيَمَا الْفَتَاوَى.“ [2]

”کتنی معتبر کتب ایسی ہیں جن پر جلیل القدر فقہاء نے اعتماد کیا ہے اور وہ موضوع احادیث سے بھری پڑی ہیں، خصوصاً فتاوے۔“

علامہ عبدالحی لکھنوی حنفی بہانگ دہل حق بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

”اَلَا تَرَى إِلَى صَاحِبِ الْهِدَايَةِ مِنْ اَجِلَّةِ الْحَنَفِيَّةِ وَالرَّافِعِيِّ شَارِحٍ مِنْ اَجِلَّةِ الشَّافِعِيَّةِ مَعَ كَوْنِهِمَا مِمَّنْ يُشَارُ إِلَيْهِمَا بِالْأَنَامِلِ وَيَعْتَمِدُ عَلَيْهِ الْأَمَاجِدُ وَالْأَمَاثِلُ قَدْ ذَكَرُوْا فِيْ تَصْنِيْفَيْهِمَا مَا لَمْ يُوْجَدْ لَهُ اَثَرٌ عِنْدَ خَبِيْرٍ بِالْحَدِيْثِ.“ [3]

”یعنی کیا تم صاحب ہدایہ کی طرف نہیں دیکھتے جو سرتاج حنفیہ اور رافعی شارح جو چوٹی کے فقہاء شافعیہ میں شمار کیے جاتے ہیں باوجود اس کے کہ یہ وہ جلیل القدر ہستیاں ہیں کہ ان کی عظمت اور جلالت کی طرف انگلیوں سے اشارے کیے جاتے ہیں اور بڑے بڑے نامور علماء وفقہاء ان کے مسائل حلال وحرام پر اعتماد کرتے

---

[1] الأسرار المرفوعة: ۳۵۶ بیروت۔ موضوعات کبیر، ص: ۷۴، مطبوعہ مجتماعی، دھلی۔

[2] مقدمہ النافع الکبیر: ۱/۳۱۔

[3] اجوبہ فاضلہ۔

چلے آئے ہیں، مگر اصل حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں نے بہت زیادہ ایسی احادیث اپنی کتابوں میں لکھی ہیں جو اس درجہ من گھڑت اور بناوٹی ہیں کہ اصل کتب حدیث سے ان کا ہرگز کچھ سروکار اور واسطہ ہی نہیں ہے۔''

الشیخ عبدالحق حنفی، مصنف ہدایہ کا علم حدیث کے ساتھ تعلق کو آشکارا کرتے ہوئے شرح سفر السعادت، ص ۲۳، طبع لکھنو میں رقمطراز ہیں:

''اگر حدیثے آوردہ نزد محدثین خالی از ضعفے نہ غالباً اشتغال وقت آں آستاذ در علم حدیث کمتر بودہ۔''

''یعنی معلوم ہوتا ہے مصنف ہدایہ کو علم حدیث سے کچھ زیادہ تعلق اور واسطہ نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ ایسی احادیث نقل کرتا ہے جو کہ محدثین رحمہم اللہ کے نزدیک ناقابل اعتبار وضعیف ہیں۔''

ان جلیل القدر ہستیوں اور فقہاء کا یہ حال ہے، کہ احادیث کے ذکر کرنے میں تساہل برتتے ہیں اور احادیث کی اسانید کے بارے میں چھان بین سے کام نہیں لیتے۔ یعنی یہ ہے بڑی بڑی اور معتبر کتب فقہ کا حال کہ ان میں موضوع اور بے اصل روایات پائی جاتی ہیں۔ ان کی چند ایک مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

ہدایہ کی موضوع اور بے اصل روایات:

پہلی حدیث:......صاحب ہدایہ لکھتے ہیں:

''رُوِيَ أَنَّهُ - عَلَيْهِ السَّلَامُ - قَاءَ فَلَمْ يَتَوَضَّأْ .''[1]

''روایت کیا جاتا ہے کہ آپ علیہ السلام نے قے کی، لیکن وضو نہیں کیا۔''

تحقیق:......حافظ زیلعی اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

''غریب جداً، بہت غریب ہے۔''[2]

---

[1] فتح القدير: ۱/ ۳۹.

[2] نصب الراية: ۱/ ۳۷، ۱۸۴.

نوٹ:......ان کی غریب سے مراد یہاں یہ ہے کہ یہ حدیث ان کو نہیں ملی۔

اور ابن ہمام رقمطراز ہیں:

''أَمَّا حَدِيْثُ، أَنَّهُ ﷺ قَاءَ فَلَمْ يَتَوَضَّأْ. فَلَمْ يُعْرَفْ.'' ❶

''نبی کریم ﷺ نے قے کی، لیکن وضو نہیں کیا، تو یہ معروف نہیں ہے۔''

علامہ عینی نے کہا ہے:

''هٰذَا الْحَدِيْثُ غَرِيْبٌ لَا ذِكْرَ لَهُ فِيْ كُتُبِ الْحَدِيْثِ.'' ❷

''یہ حدیث غریب ہے، اس کا کتب حدیث میں کوئی وجود نہیں۔''

دوسری حدیث:...... صاحب ہدایہ لکھتے ہیں:

''وَقَالَ - عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ - لَا تَزَالُ أُمَّتِيْ بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوْا الْمَغْرِبَ وَأَخَّرُوْا الْعِشَاءَ.'' ❸

''اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ''میری اُمت خیر پر رہے گی جب تک وہ مغرب کو جلد اور عشاء کو تاخیر سے ادا کرتی رہے گی۔''

تحقیق:......حافظ زیلعی اس کے متعلق لکھتے ہیں:

''قُلْتُ غَرِيْبٌ.'' ❹

''میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث غریب ہے۔''

ابن ابی العز الحنفی لکھتے ہیں:

''هٰذَا الْحَدِيْثُ مُنْكَرٌ، لَا يُعْرَفُ فِيْ كُتُبِ الْحَدِيْثِ.'' ❺

''یہ حدیث منکر ہے، کتب حدیث میں پہچانی نہیں جاتی۔''

علامہ بدر الدین عینی فرماتے ہیں:

---

❶ ۱/۳۹.　❷ البناية: ۱/۱۹۸.

❸ ۱/۲۲۸.　❹ ۱/۲۴۶.

❺ التنبيه على مشكلات الهداية: ۱۰/۴۶۸.

"هٰذَا الْحَدِيْثُ لَهُ أَصْلٌ وَلٰكِنْ بِغَيْرِ هٰذِهِ الْبَصَارَةِ." ❶

"اس حدیث کی اصل ہے لیکن دوسرے الفاظ سے۔"

تیسری صورت:...... صاحب ہدایہ لکھتے ہیں:

"لِقَوْلِهِ - عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ - مَنْ قَلَّدَ بَدَنَةً فَقَدْ أَحْرَمَ." ❷

"یعنی جس شخص نے حج کے موقع پر مکہ میں قربانی ہونے والی اونٹنی کے گلے میں بطور علامت جوتا یا پٹا ڈال دیا ہو اس نے یقیناً احرام باندھ لیا یعنی ایسا کرنے سے اس پر احرام کی پابندیاں لاگو ہو جائیں گی، اگرچہ اس نے ابھی تک احرام نہ بھی باندھا ہو۔"

حافظ زیلعی اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں:

"قُلْتُ: غَرِيْبٌ مَرْفُوْعًا." ❸

"میں یہ کہتا ہوں کہ یہ حدیث مرفوعاً غریب ہے۔"

اس کے بعد انھوں نے ذکر کیا ہے کہ یہ ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔

اور یہی بات ابن ہمام نے "فتح القدیر" (۲/ ۵۱۴) میں اور علامہ عینی نے "البنایۃ" (۴/ ۱۷۴) میں کہی ہے۔

اور حافظ ابن حجر نے کہا ہے:

"لَمْ أَجِدْهُ مَرْفُوْعًا...." ❹

"یہ حدیث مرفوعاً مجھے نہیں ملی۔"

اور ابن ابی العز نے کہا ہے:

"هٰذَا الْحَدِيْثُ غَيْرُ مَعْرُوْفٍ...." ❺

"یہ حدیث غیر معروف ہے۔"

پس انہی تین روایات کی حقیقت عیاں کرنے کے لیے چند باتوں پر اکتفا کرتے ہیں۔ ورنہ اس کتاب میں بہت سی احادیث ہیں جو بے اصل ہیں، اگر کسی کو اس بات میں شک وشبہ

ہوتو وہ ''نصب الرایۃ''، ''الدرایۃ'' اور ''التنبیہ علی مشکلات الھدایۃ لابن ابی العز'' کا مطالعہ

❶ البنایۃ: ۲/ ۴۹. ❷ ۲/ ۵۱۴.
❸ ۳/ ۹۷. ❹ الدرایۃ: ۲/ ۳۲.
❺ التنبیہ علی مشکلات الھدایۃ: ۳/ ۱۰۶۲.

کر کے دیکھ لے۔ فانہ یری العجب العجاب.

درمختار بھی فقہ حنفی کی چوٹی کی کتاب ہے۔ اس کے صفحہ (۱۸۳) پر ''جامع المسانید'' وغیرہ کے حوالے سے امام ابوحنیفہ کی فضیلت سے متعلق ''أَبُوْ حَنِيْفَةَ سِرَاجُ أُمَّتِيْ.'' روایت موجود ہے۔ اس کی اسنادی حیثیت بیان کرتے ہوئے ملا علی قاری حنفی رقمطراز ہیں:

''مَوْضُوْعٌ بِاتِّفَاقِ الْمُحَدِّثِيْنَ.'' ❶

''محدثین کا اتفاق ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے۔''

حنفی فتاویٰ میں بھی موضوع اور من گھڑت روایات پائی جاتی ہیں۔ قاضی خان اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں:

''رُوِيَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَكَلَ مُتَّكِأً.'' ❷

''روایت کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ٹیک لگا کر کھانا کھایا۔''

یہ موضوع اور من گھڑت روایت ہے اور صحیح احادیث کے مخالف ہے کیونکہ صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اِنِّيْ لَا آكُلُ مُتَّكِأً.'' ❸

''میں ٹیک لگا کر نہیں کھاتا۔''

اور یہی حال کتب اصول فقہ حنفی کا ہے۔ ملا جیون نے ''نور الانوار'' میں ایک حدیث میں اسی طرح ذکر کیا ہے:

''اِذَا انْسَلَخَ شَعْبَانُ فَلَا صَوْمَ اِلَّا عَنْ رَمَضَانَ.'' ❹

''جب شعبان ختم ہو جائے تو پھر رمضان ہی کا روزہ رکھو۔''

❶ موضوعات کبیر، رقم: ۴.

❷ فتاویٰ قاضی خان: ۴/۴۸۱، مطبوع نور لکشور دھلی، منقول از الطوام المرعشة لبدیع الدین الراشدی، ص ۸۳.

❸ صحیح بخاری، کتاب الأطعمة، رقم: ۵۳۹۸، ۵۳۹۹.

❹ نور الأنوار، ص: ۲۱۱، بتحقیق حافظ ثناء اللّٰہ زاھدی.

باب نمبر ۶:

دین اسلام میں بدعت کی مذمت

۱: بدعت کی لغوی تعریف:

علامہ مجد الدین یعقوب بن محمد فیروز آبادی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

"بِدْعَةٌ بِالْكَسْرِ: اَلْحَدْثُ فِي الدِّيْنِ بَعْدَ الْإِكْمَالِ أَوْ مَا اسْتُحْدِثَ بَعْدَ النَّبِيِّ مِنَ الْأَهْوَاءِ وَالْأَعْمَالِ." [1]

"بدعت: باء کے کسرہ کے ساتھ: ایسی چیز جو تکمیل دین کے بعد نکالی جائے یا وہ چیز جو رسول اللہ ﷺ کے بعد خواہشات واعمال کی صورت میں پیدا کی جائے۔"

علامہ محمد بن ابی بکر الرازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اَلْبِدْعَةُ: اَلْحَدِيْثُ فِي الدِّيْنِ بَعْدَ الْإِكْمَالِ." [2]

"بدعت: تکمیل دین کے بعد کسی چیز کو دین میں نیا ایجاد کرنا ہے۔"

امام ابواسحٰق الشاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اصل مادہ اس کا "بدع" ہے۔ جس کا مفہوم کسی سابقہ نمونے کے بغیر کسی چیز کا ایجاد کرنا ہے۔ اور اسی سے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ "یعنی آسمانوں اور زمین کو کسی سابقہ نمونے کے بغیر بنانے والا۔"

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ﴾ (الاحقاف: ۹)

"آپ کہہ دیں! میں اللہ کی طرف سے رسالت لے کر آنے والا پہلا آدمی نہیں

---

[1] القاموس المحیط: ۳/۳.

[2] مختار الصحاح، ص: ۴۴.

ہوں بلکہ مجھ سے پہلے بھی بہت رسول آ چکے ہیں۔''

اسی طرح جب کہا جاتا ہے! ''اِبْتَدَعَ فُلَانٌ بِدْعَةً'' تو اس کا مطلب ہوتا ہے کہ ''اس نے ایسا طریقہ شروع کیا جس کی طرف پہلے کسی نے سبقت نہیں کی۔'' ❶

ان ائمہ لغات کی توضیحات سے معلوم ہوا کہ بدعت کا مفہوم یہ ہے کہ کسی ایسی چیز کو ایجاد کرنا جس کی مثال یا نمونہ پہلے موجود نہ ہو۔

۲: بدعت کی اصطلاحی تعریف:

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ ﴿بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو کسی سابقہ مثال اور نمونے کے بغیر پیدا کرنے والا ہے اور یہی لغوی تقاضا ہے۔ اس لیے کہ لغت میں ہر نئی چیز کو بدعت کہتے ہیں اور بدعت کی دو اقسام ہیں:

۱: بدعت شرعی: جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ''ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔''

۲: بدعت لغوی: جیسے امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے جمع ہو کر تراویح پڑھنے کے متعلق فرمایا کہ ''یہ کیا ہی اچھی بدعت ہے۔'' ❷

امام عبدالرحمن بن شباب المعروف ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''وَالْمُرَادُ بِالْبِدْعَةِ: مِمَّا لَا اَصْلَ لَهُ فِي الشَّرِيْعَةِ يَدُلُّ عَلَيْهِ فَاَمَّا مَا كَانَ لَهُ اَصْلٌ مِنَ الشَّرْعِ يَدُلُّ عَلَيْهِ فَلَيْسَ بِبِدْعَةٍ شَرْعًا وَاِنْ كَانَ بِدْعَةً لُغَةً.'' ❸

''بدعت سے مراد وہ نو ایجاد چیز جس کی شریعت میں کوئی اصل نہ ہو جو اس پر دلالت کرے۔ بہرکیف جس کی شریعت میں کوئی اصل ہو جو اس پر دلالت کرے وہ شرعی بدعت نہیں اگرچہ وہ لغت کے اعتبار سے بدعت ہو۔''

---

❶ الاعتصام: ۱/۳۶.

❷ تفسیر ابن کثیر: ۱/۳۴۸، بتحقیق عبدالرزاق المهدی. تفسیر سورة البقرة آیت: ۱۱۷.

❸ جامع العلوم والحکم: ۲/۱۲۷.

مولوی عبد الغنی خان حنفی اپنی کتاب ''الجنة لأهل السنة'' ص: ۱۶۱ میں ''البحر الرائق'' اور'' درمختار'' فقہ حنفی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

''بدعت وہ چیز ہے جو ایسے حق کے خلاف ایجاد کی گئی ہو جو رسول اللہ ﷺ سے اخذ کیا گیا ہو۔علم،عمل یا حال اور کسی شبہ کی بنیاد پر اسے اچھا سمجھ کر دین قویم اور صراط مستقیم بنالیا گیا ہو۔''

ان ائمہ اور حنفی اکابر کی توضیحات سے معلوم ہوا کہ ہر وہ نیا کام جسے ثواب وعبادت سمجھ کر دین میں داخل کرلیا گیا ہو وہ بدعت ہے۔

❀❀❀❀

قرآن کریم کی روشنی میں بدعت کی مذمت

اللہ تعالیٰ نے علمائے یہود کے لیے وعید کا ذکر فرمایا کہ جو تورات کی آیات اور اس کے احکام کو دنیا کی حقیر متاع کی خاطر بدل دیتے تھے اور تحریف کردہ کلام کے بارے میں لوگوں کو باور کراتے تھے کہ یہ کلام اللہ ہے۔ اور اپنی حرکتوں کی وجہ سے ناجائز طور پر لوگوں پر دو قسم کا ظلم کرتے تھے، ان کا دین بدل دیتے تھے، اور ان کا مال بھی ناجائز طور پر کھا جاتے تھے:

۱: ﴿فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ۗ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ ○﴾ (البقرہ: ۷۹)

''پس خرابی ہے ان لوگوں کے لیے جو اپنے ہاتھ سے کتاب لکھ لیتے ہیں، پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے، تاکہ اس کے بدلے کچھ مال حاصل کریں، پس ان کے لیے خرابی ہے، اپنے ہاتھوں سے لکھی ہوئی (کتاب) کے سبب، ان کے لیے خرابی ہے ان کی اپنی کمائی کے سبب۔''

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان یہود علماء کی مذمت کی ہے جو تورات کی آیات کو بدل دیتے تھے، لیکن دین اسلام آنے کے بعد ان لوگوں کو بھی شامل ہے جو بدعتوں کو صحیح ثابت کرنے کے لیے قرآن وسنت میں تحریف کرتے ہیں۔ اس میں ان یہود کی مذمت کی گئی ہے جو تورات کا علم نہیں رکھتے تھے، صرف ان کے پاس چند بے بنیاد تمنائیں تھیں، اور اب اس میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو قرآن کریم میں غور وفکر نہیں کرتے صرف حروف کی تلاوت کرتے ہیں، اور وہ لوگ بھی شامل ہیں جو دنیاوی مقاصد حاصل کرنے کے لیے قرآن کریم کے خلاف کوئی دوسری بات اپنے ہاتھ سے لکھ کر لوگوں میں

رائج کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی شریعت اور اللہ کا دین ہے۔ اور وہ لوگ بھی شامل ہیں جو قرآن وسنت کو چھپاتے ہیں، تا کہ ان کا مخالف حق بات پر ان سے استدلال نہ کرے۔

اور قرآنِ پاک کی سورۃ الانعام میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

۲: ﴿وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ○﴾ (الانعام: ۱۵۳)

''اور بے شک یہی میری سیدھی راہ ہے، پس تم لوگ اسی کی پیروی کرو، اور دوسرے طریقوں پر نہ چلو جو تمھیں اس کی (سیدھی) راہ سے الگ کر دیں، اللہ نے تمھیں ان باتوں کا حکم دیا ہے، تا کہ تم تقویٰ کی راہ اختیار کرو۔''

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: ''کہ اس آیت میں اسلام کے لیے لفظ ''سبل'' مفرد آیا ہے اور دیگر مذاہب اور فرقوں کے لیے ''سبل'' جمع آیا ہے۔ اس لیے کہ حق ایک ہے، اور تقلیدی مذاہب اور عقائدی فرقے متعدد اور گوناگوں ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، تحت الآیۃ)

ابن عطیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ''سبل'' کا لفظ یہودیت، نصرانیت، مجوسیت اور دیگر تمام حلقوں، بدعتوں اور گمراہیوں کو شامل ہے جنھیں اہل ہوا و ہوس نے پیدا کیا ہے، اسی طرح علم کلام کے وہ تمام فرقے اس لپیٹ میں آجاتے ہیں جو خواہ مخواہ کی تفصیلات میں داخل ہوتے ہیں۔

امام قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں، جان لو کہ راستہ صرف ایک ہے، اور اہل ہدایت کی جماعت اور اس کا انجام جنت ہے، اور ابلیس نے مختلف راستے پیدا کر دیے ہیں جو گمراہوں کی جماعتیں ہیں اور ان کا انجام جہنم ہے۔

یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ اُمت اسلامیہ کا اتحاد صرف ایک ہی صورت میں وجود میں آسکتا ہے کہ وہ سارے فرقوں اور مذاہب کو چھوڑ کر صرف صحیح اسلام کی متبع بن جائے، جو صرف قرآن وحدیث کا نام ہے۔ اس کے بغیر اہل اسلام کا متحد ہونا محال ہے جیسا کہ امام مالک رحمہ اللہ کا قول ہے کہ یہ اُمت کسی بھی زمانے میں اسی راہ پر چل کر اصلاح پذیر ہوسکتی ہے، جسے اپنا کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اصلاح پذیر ہوئے۔

۳: بدعت افترا علی اللہ اور افترا علی الرسول ﷺ کے مترادف ہے۔ مفتری کبھی بھی کامیاب نہیں ہوسکتا، اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿قُلْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ﴾ (یونس: ۷۰)

''آپ کہہ دیجیے کہ بے شک جو لوگ اللہ پر جھوٹ بہتان باندھتے ہیں وہ کامیاب نہیں ہوں گے۔''

۴: کسی بھی معاملے میں اللہ اور اس کے رسول کا حکم صادر ہوجائے تو کسی مومن مرد یا عورت کے لیے یہ اختیار باقی نہیں رہتا کہ اس کی مخالفت کرے اور اپنی یا کسی اور کی رائے پر عمل کرے، اس لیے کہ ایسا کرنا اللہ اور اس کے رسول کی سراسر نافرمانی اور کھلم کھلا گمراہی ہوگی۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ۭ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا﴾

(الاحزاب: ۳۶)

''اور جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملے میں فیصلہ کردے، تو کسی مسلمان مرد اور عورت کے لیے اس بارے میں کوئی اور فیصلہ قبول کرنے کا اختیار باقی نہیں رہتا، اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا وہ کھلی گمراہی میں مبتلا ہوجائے گا۔''

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: کہ اس آیت میں مذکور حکم تمام امور کو شامل ہے یعنی کسی بھی معاملے میں جب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم صادر ہوجائے، تو کسی کے لیے بھی اس کی مخالفت جائز نہیں ہے، اور نہ کسی کے قول یا رائے کی کوئی حیثیت باقی رہ جاتی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء آیت (۶۵) میں فرمایا ہے:

۵: ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ (النساء: ۶۵)

''آپ کے ربّ کی قسم! وہ لوگ مومن نہیں ہوسکتے جب تک آپ کو اپنے اختلافی

امور میں اپنا فیصل نہ مان لیں، پھر آپ کے فیصلہ کے بارے میں اپنے دلوں میں کوئی تکلیف نہ محسوس کریں، اور پورے طور سے تسلیم کرلیں۔''

(تفسیر ابن کثیر، تحت الآیۃ)

۶: بدعت ایجاد کرنا شریعت سازی کے مترادف ہے۔ قرآن مجید کی اس آیت کریمہ میں اس چیز کی مذمت کی گئی ہے۔ چنانچہ مشرکین کے خلاف اللہ تعالیٰ کے غیظ وغضب کا اعلان ہوا کہ:

﴿ اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ ۭ وَ لَوْ لَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ وَ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۲۱ ﴾

(الشوریٰ: ۲۱)

''کیا ان کے ایسے شرکاء ہیں جنھوں نے ان کے لیے ایسا دین مقرر کر دیا ہے جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی ہے، اور اگر اللہ کی جانب سے یہ بات طے نہ ہوگئی ہوتی (کہ ان کا فیصلہ قیامت کے دن ہوگا) تو اس دنیا میں ہی اُن کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا، اور بے شک ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

مفسرین لکھتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں شرک باللہ کا شدید انکار اور مشرکین کے خلاف اللہ تعالیٰ کے غیظ وغضب کا اعلان ہے۔ اسی لیے اس کے بعد کہا گیا ہے کہ اگر یہ فیصلہ نہ ہو چکا ہوتا کہ ان کی سزا قیامت کے دن کے لیے مؤخر کر دی گئی ہے، تو ان کے جرم کا تقاضا تو یہ تھا کہ انھیں فوراً ہلاک کر دیا جاتا، اور ایسے ظالموں کو قیامت کے دن دردناک عذاب دیا جائے گا۔ [1]

۷: اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو اسلام جیسا دین برحق دے کر دُنیا میں بھیجا، جس نے حق و باطل کو واضح کر دیا ہے، اب اگر کوئی اس سے چشم پوشی کرے اور اللہ تعالیٰ پر افترا پردازی کرے تو اس سے بڑا ظالم کون ہوگا، جیسا کہ مشرکین کا حال تھا کہ وہ اللہ کے لیے بیٹا اور شریک ٹھہراتے، اور اس کی حرام کردہ چیزوں کو حلال، اور حلال چیزوں کو حرام بناتے، اور کہتے کہ اگر اللہ کی مرضی نہ ہوتی تو پھر ہم بتوں کی پرستش نہ کرتے۔

---

[1] تیسیر الرحمن، ص: ۱۳۵۹۔

﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰۤی اِلَى الْاِسْلَامِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝﴾ (الصف:۷)

’’اور اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جو اللہ کے خلاف جھوٹ باندھے، حالانکہ اسے اسلام کی دعوت دی جا رہی ہو، اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔‘‘

❋❋❋❋

سنت رسول ﷺ کی روشنی میں بدعت کی مذمت

بدعت، سنت کی ضد ہے، بدعت دین میں اضافہ کے مترادف ہے، جس سے قرآن وسنت میں انتہائی سخت الفاظ میں منع کیا گیا ہے، چنانچہ سیّدنا سمرة بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

۱: ((إِذَا حَدَّثْتُكُمْ حَدِيثًا فَلَا تَزِيدُنَّ عَلَيْهِ.)) [1]

''جب میں تمھیں کوئی بات بیان کروں تو تم اس پر اضافہ ہرگز نہ کرنا۔''

۲: ((عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رضی اللہ عنہما قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: إِذَا أَتَيْتَ مَضْجَعَكَ، فَتَوَضَّأْ وُضُوءَكَ لِلصَّلَاةِ، ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلَى شِقِّكَ الْأَيْمَنِ، ثُمَّ قُلِ: اللّٰهُمَّ أَسْلَمْتُ وَجْهِيَ إِلَيْكَ، وَفَوَّضْتُ أَمْرِيْ إِلَيْكَ، وَأَلْجَأْتُ ظَهْرِيْ إِلَيْكَ، رَغْبَةً وَرَهْبَةً إِلَيْكَ، لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَى مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ، اَللّٰهُمَّ آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِيْ أَنْزَلْتَ، وَنَبِيِّكَ الَّذِيْ أَرْسَلْتَ. فَإِنْ مُتَّ مِنْ لَيْلَتِكَ، فَأَنْتَ عَلَى الْفِطْرَةِ، وَاجْعَلْهُنَّ آخِرَ مَا تَكَلَّمُ بِهِ. قَالَ: فَرَدَّدْتُهَا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَلَمَّا بَلَغْتُ: اَللّٰهُمَّ آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِيْ أَنْزَلْتَ، قُلْتُ: وَرَسُوْلِكَ، قَالَ: لَا، وَنَبِيِّكَ الَّذِيْ أَرْسَلْتَ.)) [2]

''براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: جب تم اپنی خوابگاہ میں جاؤ تو پہلے نماز کا سا وضو کرو اور اپنے دائیں پہلو پر لیٹ کر یہ دعا پڑھو۔ اے اللہ! تیرے ثواب کے شوق میں اور تیرے عذاب

---

[1] مسند احمد: ۱۱۱/۵، حدیث نمبر: ۲۰۰۷۔ احمد شاکر نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

[2] صحیح البخاری، کتاب الوضوء، رقم: ۲۴۷.

سے ڈرتے ہوئے میں نے اپنے آپ کو تیرے سپرد کر دیا اور تجھے اپنا پشت پناہ بنالیا، تجھ سے بھاگ کر کہیں پناہ نہیں مگر تیرے ہی پاس، اے اللہ! میں اس کتاب پر ایمان لایا جو تو نے اتاری اور تیرے اس نبی پر یقین کیا جسے تو نے بھیجا۔ اب اگر تو اس رات مرجائے تو فطرت اسلام پر مروگے، نیز یہ دعائیہ کلمات سب باتوں سے فارغ ہوکر پڑھو، سیّدنا براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے یہ کلمات آپ کے سامنے دہرائے، جب میں اس جگہ پہنچا: ''آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِيْ أَنْزَلْتَ'' اس کے بعد میں نے ''وَرَسُوْلِكَ'' کہہ دیا، تو آپ نے فرمایا: نہیں، بلکہ یوں کہو ''وَنَبِيِّكَ الَّذِيْ أَرْسَلْتَ۔''

۳: ((عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةِ، قَالَ: وَعَظَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَوْمًا بَعْدَ صَلَاةِ الْغَدَاةِ مَوْعِظَةً بَلِيْغَةً ذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُوْنُ وَوَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوْبُ، فَقَالَ رَجُلٌ: إِنَّ هٰذِهِ مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ فَمَاذَا تَعْهَدُ إِلَيْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ أُوْصِيْكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ، وَإِنْ تَأَمَّرَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ حَبَشِيٌّ، فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ فَسَيَرَى اخْتِلَافًا كَثِيْرًا وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُوْرِ فَإِنَّهَا ضَلَالَةٌ فَمَنْ أَدْرَكَ مِنْكُمْ ذَالِكَ فَعَلَيْهِ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ، عَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ.)) [1]

''سیّدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک دن صبح کی نماز کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایسا مؤثر وعظ فرمایا کہ جس سے آنکھیں بہہ پڑیں اور دل کانپ اٹھے۔ ایک شخص نے کہا: یہ الوداعی نصیحت ہے۔ اس کے بعد آپ ﷺ ہمیں کس بات کا حکم فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، احکامات سنو اور اطاعت کرو خواہ تم پر حبشی غلام ہی

[1] سنن ترمذی، کتاب العلم، رقم: ۲۶۷۶۔ سنن ابوداؤد، رقم: ۴۶۰۷۔ سنن ابن ماجہ، رقم: ۴۲۔ امام ترمذی نے اسے ''حسن صحیح'' اور محدث البانی نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

کیوں نہ امیر مقرر کر دیا جائے۔ اس لیے جو تم میں سے زندہ رہیں گے۔ وہ دیکھ لیں گے کہ میری امت میں بڑا اختلاف پیدا ہوگا اور دیکھو دین میں پیدا کردہ نئی بدعات سے بچنا اس لیے کہ یہ گمراہی ہے۔ جو شخص ایسا زمانہ پائے وہ میری اور میرے خلفائے راشدین کی سنت کو مضبوطی کے ساتھ ڈاڑھوں سے پکڑے رکھے۔''

حافظ ابن رجب رحمہ اللہ نے اپنی کتاب جامع العلوم والحکم میں نبی کریم ﷺ کے اس فرمان ''فَاِنَّ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ'' کی شرح کرتے ہوئے رکھا ہے کہ آپ کا مذکورہ فرمان ان جامع کلمات میں سے ہے جن سے کوئی چیز خارج نہیں ہے۔ وہ اصول دین میں ایک عظیم اصل ہے اور نبی اکرم ﷺ کے فرمان ''مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ'' کے مشابہ ہے لہٰذا جس نے بھی کوئی نئی بدعت ایجاد کی اور دین کی طرف اس کی نسبت کی اور دین میں اس کی کوئی اصل مرجع نہیں ہے تو وہ گمراہی ہے اور دین اس سے بری، الگ ہے، خواہ وہ اعتقادی مسائل ہوں یا ظاہری و باطنی اعمال واقوال ہوں۔''

بدعت مردود ہے اور بدعتی بھی مردود ہے۔

چنانچہ اُمّ المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ فِيْهِ فَهُوَ رَدٌّ.)) [1]

''جس نے ہمارے اس دین میں کوئی نئی چیز ایجاد کی جو اس میں نہیں ہے وہ مردود ہے۔''

صحیح مسلم میں یہ حدیث ان الفاظ سے مروی ہے کہ:

((مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ اَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ.))

''جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا امر نہیں وہ مردود ہے۔''

اور امام بغوی رحمہ اللہ نے اسے یوں روایت کیا ہے کہ:

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الصلح، باب اذا اصطلحوا على صلح جور فالصلح مردود، رقم الحديث: ۲۶۹۷۔ صحيح مسلم، كتاب الاقضية، باب نقض الأحكام الباطلة ورد محدثات الأمور: ۱۷۱۸.

((مَنْ اَحْدَثَ فِي دِيْنِنَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ.)) [1]

یعنی اس حدیث میں ''أمرنا'' کی تفسیر ''دیننا'' سے ہے۔ امر سے مراد دین ہے جس نے دین میں کوئی نئی چیز ایجاد کی وہ مردود ہے۔

اس تفسیر کی رو سے دنیاوی ایجادات بدعت شرعی کی تعریف سے خارج ہوگئیں اور اہل بدعت کے شبہات کا ازالہ ہوگیا جو کہتے ہیں کہ گھڑی پہننا، لاؤڈ سپیکر، گاڑیاں وغیرہ بھی تو بدعت ہیں۔ حدیث مذکورہ بالا سے معلوم ہوا کہ بدعت مردود ہے جو دین میں نئی ایجاد کی گئی ہو اور اسے عبادت سمجھ کر تقربِ الٰہی مراد ہو اور یہی بات امام ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ نے ''جامع العلوم والحکم'' حدیث نمبر ۱۵ / ۱۷۶ کے تحت ذکر کی ہے۔

بدعتی پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی لعنت ہے۔

۵: نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

((لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ أَحْدَثَ فِي الْإِسْلَامِ حَدَثًا.)) [2]

''اللہ تعالیٰ اس شخص پر لعنت فرمائے جس نے اسلام میں کوئی نئی بات ایجاد کی۔''

۶: ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ اَحْدَثَ فِيْهَا حَدَثًا أَوْ أَوَى فِيْهَا مُحْدِثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ، لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ.)) [3]

''جس نے اس ''مدینہ'' میں بدعت ایجاد کی یا بدعتی کو اپنے ہاں ٹھکانہ دیا اس پر اللہ کی، اس کے فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے اس سے فرض یا نفل عبادت قبول نہیں کی جائے گی۔'' [3]

۷: سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

[1] شرح السنة، باب رد البدع والأهواء: ۱/ ۲۱۱، رقم: ۱۰۳.

[2] مسند الربیع، رقم: ۳۷۲۔

[3] مسند أحمد: ۱/ ۲۲۔

''مدینہ اس طرح حرام ہے، اس کے درخت نہ کاٹے جائیں اور نہ ہی اس میں کوئی بدعت نکالی جائے۔ جس نے اس میں بدعت نکالی اس پر اللہ تعالیٰ فرشتوں اور تمام بنی نوع انسان کی لعنت ہو۔'' ❶

بدعتی کی توبہ بھی قبول نہیں ہوتی، انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر بدعت والے آدمی سے توبہ کو روک دیا ہے۔''

اس حدیث کو امام طبرانی نے اوسط میں بیان کیا ہے۔ ❷

* * * *

❶ صحیح البخاری، کتاب فضائل المدینۃ، رقم: ۱۸۶۷ و کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، رقم: ۷۳۰۶۔ صحیح مسلم: ۱/۴۴۱.

❷ مجمع الزوائد: ۱۰/۱۹۲۔ طبرانی اوسط: ۵/۱۱۳۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار کی روشنی میں بدعت کی مذمت

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سنت سے محبت کرنے والے اور بدعت سے شدید نفرت کرنے والے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اسی چیز کا درس دیا تھا۔

(۱) سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ:

علامہ ابن سعد رحمہ اللہ نے اپنی سند سے ذکر کیا ہے کہ سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''لوگو! میں متبع سنت ہوں، بدعتی نہیں ہوں، لہٰذا اگر درست کروں تو میری مدد کرو اور اگر انحراف کروں تو میری اصلاح کرو۔''[1]

(۲) سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ:

سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''اصحاب الرائے (بدعتیوں) سے بچو کیونکہ یہ سنتوں کے دشمن ہیں، ان سے حدیثیں نہ یاد ہو سکیں تو انھوں نے اپنی من مانی (جو دل میں آیا) کہنا شروع کر دیا، خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔''[2]

(۳) سیّدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ:

امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ ''اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو ایسے آدمی پر جس نے غیر اللہ کے لیے ذبح کیا اور اس کی لعنت برسے ایسے آدمی پر جس نے زمین کی حدود چوری کر لیں اور اللہ کی لعنت ہو ایسے آدمی پر جس نے اپنے والد پر لعنت کی اور ایسے آدمی پر بھی اللہ کی لعنت ہو جس نے کسی بدعتی کو پناہ دی۔''[3]

---

[1] الطبقات الکبری از ابن سعد: ۱۳۶/۳۔ [2] سنن دارمی: ۴۷/۱۔

[3] صحیح مسلم، کتاب الأضاحی، باب تحریم الذبح لغیر اللّٰہ، رقم: ۱۹۷۸۔ مسند احمد: ۱۱۸/۱۔

سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں بدعت ایجاد کرنے والے اور بدعتی کی عزت وتکریم مرنے والے شخص کے متعلق فرماتے ہیں:

((مَنْ أَحْدَثَ فِيْهَا حَدَثًا أَوْ اٰوٰى فِيْهَا مُحْدِثًا، فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ، وَالْمَلٰئِكَةِ، وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ، لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَدَلٌ.)) ❶

''پس اس ''مدینہ'' میں جو کوئی نئی بات نکالے گا یا کسی بدعتی کو پناہ دے گا، اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے اس سے فرض یا نفل عبادت قبول ہی نہیں کی جائے گی۔''

(۴) سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا:

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ.)) ❷

''جس نے ہمارے اس دین میں کوئی ایسی چیز ایجاد کی جو اس میں سے نہیں ہے تو وہ مردود اور ناقابل قبول ہے۔''

دوسری روایت کے الفاظ اس طرح ہیں:

((مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ.)) ❸

''جس نے کوئی ایسا کام کیا جس پہ ہمارا حکم نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔''

امام نووی رحمہ اللہ اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں: ''یہ حدیث اسلام کا ایک عظیم قاعدہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جامع کلمات میں سے ایک ہے۔ یہ ہر طرح کی بدعت اور خودساختہ امور کی تردید میں صریح ہے۔ دوسری روایت میں مفہوم کی زیادتی ہے اور وہ یہ کہ بعض پہلے سے ایجاد شدہ بدعتوں کو کرنے والے کے خلاف اگر پہلی روایت بطور حجت پیش کی جائے تو وہ بطور عناد کہے

---

❶ صحیح بخاری، رقم: ۳۱۷۲۔ صحیح مسلم، رقم: ۳۳۲۷.

❷ صحیح بخاری: ۹/ ۱۳۲۔ صحیح مسلم: ۳/ ۱۳۴۴.

❸ صحیح مسلم: ۳/ ۱۳۴۴.

گا کہ میں نے تو کچھ ایجاد نہیں کیا، لہٰذا اس کے خلاف دوسری روایت حجت ہوگی، جس میں یہ کہا گیا ہے کہ ہر نئی چیز مردود ہے، خواہ کرنے والے نے اسے از خود ایجاد کیا ہو یا اس سے پہلے اسے کوئی ایجاد کر چکا ہو۔'' [1]

(۵) سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ:

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((اِتَّبِعُوْا وَلَا تَبْتَدِعُوْا فَقَدْ كُفِيْتُمْ.)) [2]

''اتباع کرو بدعت اختیار نہ کرو، تمہاری کفایت کی جا چکی یعنی تمھیں خود رائی کی ضرورت نہیں۔''

عمرو بن یحییٰ اپنے والد سے روایت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم لوگ سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے دروازے پر صبح کی نماز سے پہلے بیٹھے ہوئے تھے کہ وہ باہر نکلیں تو ہم سبھی لوگ ان کے ساتھ مسجد چلیں، اتنے میں سیّدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ آئے اور کہا کہ کیا ابھی ابوعبدالرحمن نہیں نکلے؟ ہم نے کہا کہ نہیں، تو وہ بھی ان کے نکلنے تک بیٹھ گئے، جب وہ نکلے تو ہم سبھی لوگ کھڑے ہوگئے۔ ابوموسیٰ نے کہا: اے ابوعبدالرحمن! میں نے ابھی مسجد میں ایک ایسی چیز دیکھی ہے جو مجھے بہت ناگوار گزری، اور الحمدللہ خیر ہی دیکھی ہے، انھوں نے پوچھا وہ کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ اگر زندہ رہے تو آپ دیکھ لیں گے، انھوں نے کہا: میں نے مسجد میں کچھ لوگوں کو حلقہ لگا کر بیٹھے ہوئے دیکھا، وہ نماز کی انتظار میں تھے، ہر حلقے میں ایک آدمی تھا، اور ان کے ہاتھ میں کنکریاں تھیں جب وہ کہتا کہ سو بار اللہ اکبر کہو تو سب لوگ سو بار ''اللہ اکبر'' کہتے، اور جب وہ کہتا کہ سو بار ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' کہو، تو سو بار ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' کہتے، جب وہ کہتا کہ سو مرتبہ ''سُبْحَانَ اللّٰهِ'' کہو تو وہ سو مرتبہ ''سُبْحَانَ اللّٰهِ'' کہتے۔ انھوں نے کہا، کیوں نہیں تم نے انھیں اپنے گناہوں کو شمار کرنے کو کہا اور تم ضمانت لے لیتے کہ تمھاری کوئی نیکی ضائع نہیں ہوگی۔

پھر وہ چلے ہم بھی ان کے ساتھ چل پڑے یہاں تک کہ ان حلقوں میں سے ایک حلقے کے

---

[1] شرح مسلم للنووی: ۱۶/۱۲.   [2] سنن دارمی، رقم: ۲۱۱.

پاس کھڑے ہوئے اور کہا یہ کیا میں تمھیں کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ اے ابوعبدالرحمن! کنکریاں ہیں جن سے ہم تکبیر وتہلیل، تسبیح اور تحمید کا شمار کرتے ہیں۔ سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: تم لوگ اپنی اپنی خطائیں شمار کرو، تمھارے لیے اس بات کا ضامن ہوں کہ تمھاری کوئی نیکی برباد نہیں ہوگی۔ اے امت محمد! تمھاری تباہی و بربادی ہو، کتنی جلدی تمھاری ہلاکت آ گئی یہ صحابہ کرام کی جماعت موجود ہے، یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے ابھی بوسیدہ نہیں ہوئے اور نہ ہی آپ کے برتن ٹوٹے۔

اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! کیا تم لوگ ایسے طریقے پر ہو جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے سے زیادہ بہتر ہے، یا گمراہی کے دروازے کھولنے والے ہو۔ تو ان لوگوں نے کہا کہ اللہ کی قسم! اے عبدالرحمن ہمارا مقصد صرف خیر کا ہی ہے، انھوں نے کہا کہ: کتنے خیر کے متلاشی اسے ہرگز نہیں پا سکتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو ایک حدیث بیان کی کہ ایک قوم قرآن مجید پڑھے گی لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، اور اللہ کی قسم! مجھے معلوم نہیں ہے، ہوسکتا ہے کہ وہ زیادہ تر تمھیں میں سے ہوں یہ کہہ کر وہاں سے واپس چلے گئے۔

عمرو بن سلمہ کہتے ہیں کہ: ''ہم نے انھیں نہروان کے دن دیکھا کہ وہ خوارج کے ساتھ ہم سے نیزہ زنی کر رہے تھے۔''[1]

علامہ مروزی رحمہ اللہ سیّدنا ابن مسعود اور ابی ابن کعب رضی اللہ عنہما کا قول نقل کرتے ہیں کہ:

((اَلْاِقْتِصَادُ فِي السُّنَّةِ خَيْرٌ مِنَ الْاِجْتِهَادِ فِي الْبِدْعَةِ.))[2]

''سنت کے مطابق تھوڑا عمل کرنا بدعت پر چلتے ہوئے زیادہ عمل کرنے سے بہتر ہے۔''

(۶) سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما:

حضرت نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے:

''اَنَّ رَجُلًا عَطَسَ اِلٰی جَنْبِ ابْنِ عُمَرَ فَقَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلُ

---

[1] سلسلة احادیث صحیحه، رقم: ۲۰۰۵۔ سنن دارمی، حدیث، رقم: ۲۱۰.

[2] السنه للمروزی، حدیث رقم: ۷۶، ۷۷.

اللّٰہِ. قَالَ ابْنُ عُمَرَ وَأَنَا اَقُوْلُ: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ وَلَیْسَ هٰکَذَا عَلَّمَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عَلَّمَنَا اَنْ نَقُوْلَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ۔"[1]

''سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بغل میں بیٹھے ہوئے ایک شخص کو چھینک آئی اس پر اس نے 'اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ' کہا، اس پر سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں بھی کہتا ہوں 'اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ' لیکن رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اس طرح نہیں سکھایا بلکہ ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ ہمیں جب چھینک آئے تو 'الحمد للہ' کہیں۔''

سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے کہ:

((کُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَإِنْ رَآهَا النَّاسُ حَسَنَةً.))[2]

''ہر بدعت گمراہی ہے اگرچہ لوگ اسے اچھا سمجھیں۔''

(۷) سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما:

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''لوگوں پہ کوئی سال ایسا نہ گزرے گا جس میں وہ کوئی بدعت ایجاد نہ کریں گے اور کسی سنت کو مردہ کر چکے ہوں گے۔ یہاں تک کہ بدعتیں زندہ و پائندہ ہوتی رہیں گی اور سنتیں مردہ ہوتی چلی جائیں گی۔''[3]

عثمان بن حاضر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ہاں گیا، ان سے نصیحت کی درخواست کی تو انھوں نے مجھے نصیحت فرمائی کہ اللہ سے تقویٰ کو لازم پکڑو، استقامت اختیار کرو، اتباع کرو اور بدعت سے دور رہو۔[4]

---

[1] سنن ترمذی، کتاب الأدب، رقم: ۲۷۳۸۔ محدث البانی نے اسے ''حسن'' کہا ہے۔

[2] السنة للامام المروزی، رقم: ۸۲۔ شرح اصول اعتقاد اهل السنة والجماعة للالکائی: ۱/۹۲۔ الابانة: ۱/۹۲.

[3] المعجم الکبیر از امام طبرانی: ۱۰/۳۱۹.

[4] سنن دارمی، رقم: ۱۴۱.

اللہ تعالیٰ کے فرمانِ عالیشان: ﴿يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ﴾ (آل عمران:۱۰۶) ''جس دن بعض چہرے سفید ہوں گے اور بعض چہرے سیاہ۔'' کی تفسیر میں سیّدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''یعنی اہل سنت والجماعت کے چہرے سفید ہوں گے اور اہل بدعت وافتراق کے چہرے سیاہ ہوں گے۔'' [1]

کسی نے کیا خوب کہا ہے:

خَيْرُ الْأُمُوْرِ السَّالِفَاتُ عَلَى الْهُدَىٰ
وَشَرُّ الْأُمُوْرِ الْمُحْدَثَاتُ الْبَدَائِعُ

''بہترین کام وہ ہیں جو راہ ہدایت پر چلتے ہوئے کیے جائیں اور بدترین کام وہ ہیں جو نئے اور انوکھے ہوں۔''

سیّدنا یزید بن عمیرہ سیّدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے تھے، یہ سیّدنا معاذ رضی اللہ عنہ کا معمول ذکر کرتے ہیں کہ وہ جب بھی محفل ذکر میں بیٹھتے تو فرماتے: اللہ حکمت اور عدل والا ہے، اور شک کرنے والے ہلاک ہوگئے، ایک دن سیّدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمھارے بعد بہت سارے فتنے ظہور پذیر ہوں گے، جن میں سے ایک فتنہ کثرتِ مال کا ہے اور قرآن کو کھول دیا جائے گا، یہاں تک کہ اس کو مومن ومنافق، مرد اور عورت، چھوٹے اور بڑے، غلام اور آزاد، سب دیکھیں گے، قریب ہے کہ ایک کہنے والا کہے کہ لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ وہ میری اتباع نہیں کرتے حالانکہ میں نے قرآن ہی پڑھا ہے؟ وہ لوگ ہرگز ہرگز اس کی پیروی نہیں کریں گے، حتیٰ کہ (اس قاری قرآن) کے علاوہ کوئی اور شخص ان کے لیے بدعت ایجاد کرے گا (یہ اس کی پیروی کریں گے) تم اس بدعت سے بچتے رہو جس کو وہ گھڑے گا، یقینا جو اس نے بدعت ایجاد کی ہے وہ گمراہی ہے، اور سیّدنا معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تمھیں حکیم (دانا)

[1] اجتماع الجيوش الاسلامية على غزو المعطلة والجهمية، از امام ابن قیم رحمہ اللہ: ۲/ ۳۹.

کے گمراہ کرنے سے ڈراتا ہوں، کیونکہ کبھی کبھار شیطان دانا آدمی کی زبان سے بھی گمراہی کا کلمہ

کہلوا دیتا ہے، اور کبھی کبھار منافق حق بات کہہ دیتا ہے؟ (یزید کہتے ہیں) میں نے سیّدنا معاذ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: اللہ آپ پر رحم کرے، آپ ذرا مجھے پہچان کرا دیں کہ دانا آدمی بھی گمراہی کا کلمہ کہتا ہے اور منافق بھی کلمہ حق کہہ سکتا ہے؟ سیّدنا معاذ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: کیوں نہیں! دانا کے اس کلام سے بچ اور جس کے بارے میں اسے یوں کہا جائے کہ یہ کیا ہے؟ وہ اس گمراہی کو تیرے لیے حق سے علیحدہ بیان نہیں کرے گا، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے اس حکم سے رجوع کرلے یا پھر جب وہ حق کو سنے تو اس کو قبول کرلے، یقینا حق پر نور اور تابناک ہوتا ہے۔'' [1]

(۹) سیّدنا انس رضی اللہ عنہ:

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

((جَاءَ ثَـلَاثَةُ رَهْطٍ إِلَى بُيُوتِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ يَسْأَلُوْنَ عَنْ عِبَادَةِ النَّبِيِّ ﷺ فَلَمَّا أُخْبِرُوا كَأَنَّهُمْ تَقَالُّوهَا فَقَالُوا: وَأَيْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ قَدْ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ، قَالَ أَحَدُهُمْ: أَمَّا أَنَا فَإِنِّي أُصَلِّي اللَّيْلَ أَبَدًا، وَقَالَ آخَرُ: أَنَا أَصُومُ الدَّهْرَ وَلَا أُفْطِرُ، وَقَالَ آخَرُ: أَنَا أَعْتَزِلُ النِّسَاءَ فَلَا أَتَزَوَّجُ أَبَدًا فَجَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِلَيْهِمْ، فَقَالَ: أَنْتُمُ الَّذِينَ قُلْتُمْ كَذَا وَكَذَا، أَمَا وَاللّٰهِ! إِنِّي لَأَخْشَاكُمْ لِلّٰهِ وَأَتْقَاكُمْ لَهُ، لَكِنِّي أَصُومُ وَأُفْطِرُ، وَأُصَلِّي وَأَرْقُدُ، وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي.)) [2]

''ازواج مطہرات کے پاس تین آدمی آئے، اور نبی کریم ﷺ کی عبادت کے سلسلہ میں دریافت کیا، جب ان کو اس کی خبر دی گئی تو انھوں نے اس کو کم تصور کیا اور کہنے لگے: ہماری نبی ﷺ سے کیا نسبت اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے گناہ سب بخش دیے ہیں۔ ان میں سے ایک نے کہا: میں ساری رات نماز پڑھوں

[1] سنن ابی داؤد، کتاب السنة، رقم: ۴۶۱۱۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح الاسناد'' کہا ہے۔
[2] صحیح بخاری، صحیح مسلم.

گا، دوسرے نے کہا: میں ہمیشہ دن میں روزے سے رہوں گا اور تیسرے نے کہا:

میں عورتوں سے الگ رہوں گا کبھی شادی نہ کروں گا (یعنی ہمیشہ عبادت میں مصروف رہوں گا) اچانک نبی ﷺ پہنچ گئے، اور فرمایا: کیا تمھیں لوگوں نے ایسا ایسا کہا ہے؟ خبردار، اللہ کی قسم! میں تم میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور زیادہ تقویٰ اختیار کرنے والا ہوں، نفلی روزہ بھی رکھتا ہوں اور نہیں بھی رکھتا ہوں، رات کو نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں لہٰذا جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں۔''

(۱۰) غضیف بن حارث رضی اللہ عنہ:

جناب غضیف بن حارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب کوئی قوم بدعت ایجاد کرتی ہے تو ان سے ایک سنت اٹھالی جاتی ہے۔ [1]

(۱۱) ابراہیم بن میسرۃ رضی اللہ عنہ:

جناب ابراہیم بن میسرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے صاحب بدعت کی توقیر کی، اس نے اسلام کی عمارت ڈھا دینے میں معاونت کی۔ [2]

---

[1] مسند أحمد: ۱۰۵/۴.

[2] شعب الایمان: ۶۱/۷، رقم: ۹۴۶۴.

ائمہ کرام اور اہل علم کے اقوال کی روشنی میں بدعت کی مذمت

ائمہ کرام اور اہل علم نے بھی بدعت کی مذمت بیان کی ہے۔ ذیل میں دیے گئے اقوال و فتاویٰ ائمہ اس بات پر دلالت کرتے ہیں۔

(۱) امام مالک بن انس رحمہ اللہ :

امام شاطبی رحمہ اللہ نے اپنی مایہ ناز کتاب ''الاعتصام'' میں امام دارالہجرہ سے نقل فرمایا ہے:

''جو شخص اسلام میں کوئی بدعت متعارف کراتا ہے اور یہ گمان کرتا ہے کہ یہ بدعت حسنہ ہے، تو اس شخص کا یقیناً یہ عقیدہ ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اللہ کا پیغام پہنچانے میں جو کہ ان کی ذمہ داری تھی، خیانت کی ہے: (العیاذ باللہ) اور اگر تم دلیل چاہو تو اللہ تعالیٰ کا کلام پڑھو:

﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا﴾ (المائدہ:۳)

''آج کے دن میں نے تمھارا دین تمھارے لیے مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور اسلام کو تمھارے لیے بطور دین پسند کر لیا۔''

آپ نے مزید فرمایا:

''اور اس امت کے آخری (لوگوں) کی اصلاح نہیں ہو سکتی مگر صرف اس طریقے سے جس سے اس امت کے پہلے (لوگوں) کی اصلاح ہوئی تھی۔ پس جو چیز اس وقت دین کا حصہ نہ تھی وہ آج بھی دین کا حصہ نہیں بن سکتی۔'' [1]

پھر امام شاطبی (رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: ''ہم اس روایت کو جو امام مالک (رحمہ اللہ) امام

[1] الشفا للقاضی عیاض: ۲/۶۷۶.

دارالہجرہ سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے، بطور دلیل پیش کرتے ہیں کہ کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ دین میں کوئی بدعت ایجاد کرے، چاہے وہ کتنی ہی چھوٹی اور معمولی کیوں نہ ہو، اور چاہے وہ کردار وسلوک میں ہو یا عبادات و اعتقادات میں اور ہم اس روایت کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں قرآن کریم کی اس آیت پر اعتماد کرتے ہوئے کہ جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہمارے دین یعنی اسلام کو تمام کر کے اس نے ہم پر اپنی نعمت تمام کر دی۔'' [1]

فضیلۃ الشیخ صالح بن فوزان الفوزان حفظہ اللہ اپنی کتاب ''بدعت'' میں امام مالک رحمہ اللہ کا یہ قول لائے ہیں کہ ایک آدمی امام مالک بن انس رحمہ اللہ کے پاس آ کر کہنے لگا کہ میں احرام کہاں سے باندھوں؟ تو آپ نے جواب دیا کہ اس میقات سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر کی ہے آدمی نے کہا، اگر اس سے دور سے احرام باندھوں تو؟ امام مالک رحمہ اللہ نے کہا: یہ میں اچھا نہیں سمجھتا، تو اس آدمی نے کہا: اس میں آپ کیا برا سمجھتے ہیں؟ انھوں نے کہا کہ تمھارے فتنے میں پڑنے کا مجھے خوف ہے، اس آدمی نے کہا کہ خیر کے چاہنے میں فتنہ ہو سکتا ہے؟ تو امام مالک نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○﴾ (النور:۶۳)

''پس چاہیے کہ ڈریں وہ لوگ جو مخالفت کرتے ہیں اور رسول کے حکم کی اس (بات) کہ انھیں دُنیا میں کوئی آزمائش یا آخرت میں دردناک عذاب پہنچے۔''

(۲) امام شافعی رحمہ اللہ:

امام شافعی رحمہ اللہ ارشاد فرماتے ہیں کہ: ''اہل کلام کے بارے میں میرا فیصلہ یہ ہے کہ کھجور کی شاخ سے ان کی پٹائی کی جائے، انھیں اونٹ پر سوار کر کے علاقوں اور قبیلوں میں گھمایا جائے اور اعلان کیا جائے کہ یہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر علم کلام سے جڑ جانے کا انجام ہے۔'' [2]

---

[1] الاعتصام: ۲/ ۳۵.

[2] الحلیہ: ۹/ ۱۱۶.

(۳) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ :

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ''سنت کے اصول ہمارے نزدیک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عقیدہ منہج کو لازم پکڑنا، بدعات سے اجتناب کرنا کہ ہر بدعت گمراہی ہے جھگڑے اور بے جا مباحاثات سے دور رہنا اور اہل بدعت کی ہم نشینی سے احتراز کرنا نیز دین میں اختلاف اور جنگ وجدال سے بچنا ہے۔''[1]

مزید امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا:

''أُصُوْلُ السُّنَّةِ عِنْدَنَا اَلتَّمَسُّكُ بِمَا كَانَ عَلَيْهِ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَالْاِقْتِدَاءُ بِهِمْ وَتَرْكُ الْبِدَعِ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ.''[2]

''اصول سنت ہمارے ہاں یہ ہے کہ صحابہ کرام کے طریقے کو لازم پکڑیں اور ان کی اقتداء کریں اور بدعت کو ترک کر دیں کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے۔''

(۴) امام سفیان ثوری رحمہ اللہ :

امام سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''اَلْبِدْعَةُ اَحَبُّ اِلٰى اِبْلِيْسَ مِنَ الْمَعْصِيَةِ لَانَّ الْمَعْصِيَةُ يُتَابُ مِنْهَا، وَالْبِدْعَةُ لَا يُتَابُ مِنْهَا.''[3]

''شیطان کو بدعت نافرمانی وگناہ سے زیادہ محبوب وپسند ہے کیونکہ گناہ ونافرمانی سے توبہ کر لی جاتی ہے مگر بدعت سے توبہ اکثر طور پر نہیں کی جاتی۔''

مؤرخ اسلام علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے سفیان ثوری رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے کہ: ''جو شخص جان بوجھ کر بدعتی آدمی کی بات توجہ سے سنے وہ اللہ تعالیٰ کی (حفاظت) سے نکل گیا اور اپنے نفس کے سپرد کر دیا گیا۔''[4]

---

[1] شرح اصول اعتقاد اہل السنة والجماعة از لالکائی: ۱/۱۷۶.

[2] القول الرسمی، ص: ۱۳.

[3] منہج سلف صالحین، ص: ۱۱۱.

[4] سير أعلام النبلاء: ۷/۲۶۱.

سفیان ثوری رحمہ اللہ کا ہی ایک اور قول ہے: لکھتے ہیں ''جو شخص کسی بدعت کے بارے میں سنے تو اسے چاہیے کہ وہ اپنے ساتھیوں کو اس بدعت کے متعلق مت بتائے، ان کی توجہ اس طرف مبذول نہ کروائے۔''

پھر امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''اکثر اسلاف اس قدر ڈراتے ہیں؛ ان کا خیال ہے کہ دل کمزور ہوتے ہیں اور شبہات ان میں جلدی داخل ہو جاتے ہیں۔''

(۵) سیّدنا عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ:

سیّدنا عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے کسی آدمی کو خط لکھا:

((سَلَامٌ عَلَيْكَ.))...... ''تجھ پر سلام و سلامتی ہو۔'' اس کے بعد میں تجھے اللہ کے دین پر کاربند رہنے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع پر اکتفا کرنے کی نصیحت کرتا ہوں اور اس سے بچنے کی جسے بعد والوں نے گھڑا ہے، آپ کی سنت جاری ہو چکی اور اس پر ہی تکلیف اُٹھانا کافی ہے، پھر یہ بات بھی تجھے ذہن نشین ہو جائے کہ جب بھی کوئی بدعت آتی ہے تو اس (بدعت) سے پہلے سنت چلی جاتی ہے، کیونکہ سنت وہ چیز ہے جس پر وہ لوگ چلے جو یہ جانتے تھے کہ اس (سنت) کے برعکس اور مقابل و معارض جو چیز ہے وہ گمراہی، غلطی، جہالت اور حماقت و بے وقوفی ہے، اپنے نفس کو اس چیز پر راضی کر جس پر صحابہ نے اپنے نفسوں کو راضی کیا، بے شک انھوں نے علم کی بنا پر توقف اختیار کیا اور گہری بصیرت کی وجہ سے رُکے رہے۔ اور معاملات کا پردہ چاک کرنے پر زیادہ قادر تھے اور اگر اس میں فضیلت ہوتی تو وہ اس کے زیادہ مستحق و حق دار تھے، وہ تم سے پہلے گزرے ہیں اور اگر ہدایت وہ چیز ہے جس پر تم ہو تو کیا تم ہدایت میں ان سے بھی سبقت لے گئے ہو (اور ایسا نہیں ہو سکتا) تو پھر تم عذر پیش کرو کہ یہ معاملات ان کے بعد پیش آئے ہیں تو لامحالہ ان اُمور کو انھوں نے ہی گھڑا ہوگا، جو ان کے راستے کے علاوہ دوسرے راستے کی

پیروی کرتے ہیں اور خود کو ان سے بیزار سمجھتے ہیں۔ پس تحقیق ہم نے صفات کے بارے میں کلام کیا جو ان کے کلام کے علاوہ تھا تو وہ تقصیر وکمی اور توہین ہے اور کچھ ان سے آگے بڑھنے لگے یہ ان کے لیے قیامت کے دن حسرت ہوگی اور کچھ لوگوں نے ان سے کمی کی تو وہ (صراطِ مستقیم پر) قرار نہ پا سکے اور کچھ لوگوں نے ان سے نظریں پھیریں تو انھوں نے غلو کیا۔

اس کے باوجود کہ وہ صراط مستقیم پر تھے اگر تو یہ کہے فلاں فلاں آیت کہاں جائے گی؟ اور اللہ نے ایسے ایسے کیوں کہا؟ تحقیق انھوں نے بھی وہی پڑھا جو تم نے پڑھا اور ان کی تفسیر کو جانا جس کی تفسیر و تاویل سے تم نا آشنا و جاہل ہو پھر ان ساری باتوں کے بعد انھوں نے کہا ''ہدایت یافتہ وہی ہوسکتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت کی توفیق دے کیونکہ ہدایت کی توفیق دینا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے اور وہی جانتا ہے کہ ہدایت کے قابل کون ہے۔''[1]

(۶) حسان بن عطیہ رحمہ اللہ:

تابعی جلیل حضرت حسان بن عطیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''مَا ابْتَدَعَ قَوْمٌ بِدْعَةً فِي دِينِهِمْ إِلَّا نُزِعَ مِنْ سُنَّتِهِمْ مِثْلُهَا.''[2]

''جب بھی کوئی قوم دین میں بدعت ایجاد کرتی ہے تو ان میں سے اس کے مثل سنت اٹھالی جاتی ہے۔''

(۷) احمد بن سنان الواسطی رحمہ اللہ:

امام احمد بن سنان الواسطی (متوفی ۲۵۹ھ) فرماتے ہیں:

''دنیا میں جو بھی بدعتی ہے وہ اہل حدیث سے بغض رکھتا ہے اور آدمی جب بدعتی ہو جاتا ہے تو حدیث کی مٹھاس اس کے دل سے نکل جاتی ہے۔''[3]

[1] منهج سلف صالحين، ص: ۱۱۵، ۱۱۶.　[2] سنن الدارمي: ۱/ ۵۸، رقم: ۹۸.

[3] معرفة علوم الحديث للحاكم، ص: ۴.

(۸) ابوالفضل الھمدانی رحمہ اللہ :

الشیخ ابوالفضل الھمدانی نے فرمایا:

''بدعتی ٹولہ اسلام کے لیے ملحدین سے بھی زیادہ نقصان دہ ہے کیونکہ ملحدین دین کو بیرونی ذرائع سے بگاڑنا چاہتے ہیں جب کہ بدعتی ٹولہ دین کو اندرونی طور پر بگاڑنا چاہتا ہے، ان کی مثال اس شہروالوں کی سی ہے جو شہر کے حالات کو بگاڑنا چاہتے ہیں اور ملحدین کی مثال ان لوگوں کی سی ہے جو باہر سے آ کر ان کا ساتھ دیتے ہیں، تو اہل شہر قلعوں اور شہر کا دروازہ کھولتے ہیں، (تاکہ بیرونی مددگار بھی اندر داخل ہوسکیں) لہٰذا یہ ٹولہ اسلام کے لیے اندرونی دشمن ہونے کی وجہ سے زیادہ خطرناک ہے (یہ آستین کے سانپ ہیں)۔''[1]

(۹) امام ابومحمد حسن بن علی البربہاری رحمہ اللہ :

امام بربہاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''وَهُمْ أَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ، فَمَنْ لَمْ يَأْخُذْ عَنْهُمْ فَقَدْ ضَلَّ وَابْتَدَعَ، وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ، وَالضَّلَالَةُ وَأَهْلُهَا فِي النَّار.''[2]

''صحابہ کرام ہی اہل السنہ والجماعت ہیں جو ان سے دین کے معاملات میں رہنمائی نہیں لیتا، وہ گمراہ ہوگیا اس نے بدعت گھڑی ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور گمراہی اور گمراہ دونوں جہنمی ہیں۔''

علامہ بربہاری رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں کہ یہ بات آپ کے علم میں ہونی چاہیے کہ جب کبھی بھی لوگ بدعت گھڑتے ہیں تو نتیجتاً وہ اس کے بدلے میں اس جیسی ایک سنت کو چھوڑ دیتے ہیں، تو آپ من گھڑت امور سے بچیئے کیونکہ ہر نیا کام من گھڑت اور بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی کا مرتکب جہنم میں جائے گا۔[3]

---

[1] الموافقات: ۱/۵۱.
[2] منہج سلف صالحین، ص: ۲٦.
[3] منہج سلف صالحین، ص: ۱۱۰.

علامہ بربہاری رحمہ اللہ ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ:

''وَاحْذَرْ صِغَارَ الْمُحدِثَاتِ مِنَ الْأُمُوْرِ، فَإِنَّ صَغِيْرَ الْبِدْعِ يَعُوْدُ حَتَّى يَصِيْرَ كَبِيْرًا.'' [1]

''چھوٹی چھوٹی بدعتوں سے بھی بچو کیونکہ چھوٹی بدعتیں ہی چلتے چلتے بڑی ہوجاتی ہیں۔''

امام بربہاری رحمہ اللہ آگے مزید فرماتے ہیں کہ:

''اسی طرح ہر وہ بدعت جو اس امت کے اندر پیدا ہوتی ہے وہ ابتدا میں چھوٹی تھی اور حق کے متشابہ تھی جو اس میں داخل ہوا، اس نے اس سے دھوکہ کھایا پھر اس بدعت سے نکلنے کی اس میں ہمت نہ رہی، پھر یہ بڑھتے بڑھتے ایک الگ دین بن گیا جس کو اس نے اختیار کیا تو اس نے صراطِ مستقیم کی مخالفت کی۔'' [2]

(۱۰) شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ:

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اہل بدعت کی یہ عادت ہے کہ وہ کتاب وسنت اور آثار صحابہ وتابعین پر کاربند نہیں ہوتے، بلکہ ان کا اعتماد و بھروسہ عقل اور لغت عرب پر ہے، ان کا اعتماد ایسی کتب تفسیر پر نہیں ہوتا جو احادیث اور آثارِ صحابہ اور تفسیر بالماثور پر مشتمل ہیں بلکہ اس کی بجائے ان کا بھروسہ کتب ادب و کتب کلام پر ہے جن کتب کو ان کے بڑوں نے لکھا ہے، یہ طریقہ تو ملحد و بے دین لوگوں کا ہے جو کتب فلسفہ و کلام اور کتب لغت کی باتوں کو لیتے ہیں، لیکن کتب احادیث و آثار صحابہ حتیٰ کہ قرآن کی طرف بھی التفات تک نہیں کرتے، یہ لوگ نصوصِ انبیاء علیہم السلام سے بھی انحراف واعراض کرتے ہیں بلکہ ان کے نزدیک تو یہ نصوص (بے فائدہ ہیں) علم کا فائدہ تک نہیں دیتیں۔'' [3]

---

[1] منہج سلف صالحین، ص: ۱۱۲۔ [2] منہج سلف صالحین، ص: ۱۱۴، ۱۱۵۔

[3] منہج سلف صالحین، ص: ۱۳۸۔

(۱۱) علامہ ابن قیم رحمہ اللہ :

علامہ ابن القیم نے لکھا ہے: ''کہ شیطان کا ایک مکر یہ بھی ہے کہ اس نے عوام کو ایک مذہبی لباس، ایک ہیئت اور ایک ہی قسم کے چال چلن اور ایک ہی متعین شیخ اور متعین مذہب کی پابندی کا ایسا عادی بنا دیا ہے کہ لوگ اسے دینی فریضہ کی طرح اختیار کر چکے ہیں اور اس متعین دائرے سے نکلنے کو دین سے نکل جانے کے برابر سمجھتے ہی اور جو لوگ اس تنگ مذہبی دائرے سے نکلنا چاہتے ہیں یا نکل جاتے ہیں، یہ انھیں خارجی اور بے مذہب ہونے کا طعنہ دیتے ہیں، جیسے مقلدین مذاہب اور صوفیاء کے مریدوں کا حال ہے کہ وہ اپنے سلسلوں آسمان سے اترا ہوا دائرہ سمجھتے ہیں اور نقش بندی یا سہروردی یا شاذلی یا تیجانی یا قادری سلسلہ سے باہر رہنے والوں کو دائرہ حق سے باہر سمجھتے ہیں۔ ان لوگوں نے شریعت وطریقت کے نام پر چند موہوم اور من گھڑت رسوم وعادات کو دین کا نام دے کر اپنا لیا ہے۔ جن کا دینی حقائق اور کتاب وسنت سے دور کا واسطہ بھی نہیں، جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کو تلاش کریں گے اور ان خرافات سے اس کا مقابلہ کریں گے ان پر روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے گا کہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور شریعت ربانی کے درمیان اہل بدعت وضلالت کے من گھڑت رسم ورواج میں زمین وآسمان اور سیاہ وسفید بلکہ رات اور دن کا فرق ہے۔''[1]

علامہ ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

> ''مقصود ومطلوبِ شریعت یہ ہے کہ آلاتِ موسیقی اور شراب کے برتنوں کو توڑنے کی بنسبت ان کتب کو جلانا، تلف کرنا اور ختم کرنا زیادہ افضل ہے جن میں جھوٹ اور بدعات بھری پڑی ہیں کیونکہ ان کا نقصان ان سے زیادہ ہے اور جس طرح آلاتِ موسیقی، شراب کی بھٹی اور برتنوں کے توڑنے پر کوئی کفارہ اور تاوان نہیں اسی طرح ان کتب کے ختم کرنے پر بھی کوئی کفارہ وتاوان نہیں ہے۔''[2]

---

[1] اغاثۃ اللھفان: ۱/۱۶۵.

[2] الطرق الحکمیہ، ص: ۲۸۴.

(۱۲) امام شاطبی رحمہ اللہ :

امام شاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یہ بات (روز روشن کی طرح) ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ کو اس وقت تک موت نہیں آئی کہ جب تک انھوں نے ان تمام دینی و دنیاوی امور کو بیان نہیں کر دیا، جن کی طرف (بندہ) محتاج ہوسکتا ہے اور یہ بات مسلّم ہے کہ اہل السنہ میں سے اس کی مخالفت کرنے والا کوئی نہیں ہے اگر معاملہ اس طرح مانیں، اس طرح بدعتی لوگ کہتے ہیں تو گویا وہ اپنی زبان حال یا واضح طور پر یہ کہنا چاہتے ہیں کہ شریعت مکمل نہیں ہے، بلکہ شریعت میں کچھ ایسی چیزیں باقی رہ گئی ہیں جن کا جاننا واجب یا مستحب ہے کیونکہ اگر ان کا یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ شریعت مکمل واکمل اور اتم ہے تو یہ دین میں بدعتیں نہ گھڑتے اور نہ ہی استدراک کی ہر لحاظ سے کوششیں کرتے، جو شخص یہ بات کہتا ہے وہ صراط مستقیم سے بھٹک چکا ہے۔''[1]

علامہ شاطبی مزید فرماتے ہیں کہ:

یہ شریعت کے مخالف اور دشمن ہیں کیونکہ اللہ ربّ العزت نے بندے کے لیے مخصوص مطالب وطرق خاص وجوہات کی بنا پر متعین کیے ہیں اور اللہ نے مخلوق کو پابند کر دیا ہے امر (حکم) دینے کے (ذریعے) اور نہی کے ذریعے اور وعدہ (جنت کی بشارت) کے ذریعے اور وعید (عذاب سے ڈرانے) کے ذریعے اور پھر بتا دیا کہ خیر اس میں ہے اور شر اس سے آگے بڑھ کر دوسروں کی طرف متوجہ ہونے میں ہے کیونکہ اللہ ذوالجلال والاکرام جانتا ہے، ہم نہیں جانتے اور اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ مگر بدعتی ان تمام باتوں کو ٹھکرا کر یہ سمجھتے ہیں کہ اس کے علاوہ کچھ اور بھی یہاں طرقِ خیر موجود ہیں۔[2]

---

[1] منہج سلف صالحین، ص: ۸۷.

[2] الاعتصام: ۱/ ۴۹۔ منہج سلف صالحین، ص: ۸۸.

(۱۳) فضیلۃ الشیخ صالح بن فوزان الفوزان حفظہ اللہ :

فضیلۃ الشیخ اپنی کتاب ''بدعت'' میں رقمطراز ہیں:

- بعض بدعتیں صراحتاً کفر ہیں، جیسے صاحب قبر سے قرب حاصل کرنے کے لیے قبروں کا طواف کرنا اوران پر ذبیحے اور نذر و نیاز پیش کرنا، ان سے مرادیں مانگنا اور فریادرسی کرنا۔
- اور بعض بدعتیں وسائل شرک میں سے ہیں جیسے قبروں پر عمارتیں تعمیر کرنا اور وہاں نماز پڑھنا اور دعائیں مانگنا۔
- اور بعض بدعتیں معصیت و نافرمانی کی ہیں جیسے شادی و بیاہ سے کنارہ کشی اور دھوپ میں کھڑے ہوکر روزہ رکھنے کی بدعت اور شہوت جماع ختم کرنے کی غرض سے خصی کرنے کی بدعت۔

(۱۴) الشیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ :

علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ بدعت کی حقیقت وشناعت کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

۱: ہر وہ قول وفعل واعتقاد جو سنت کے معارض ومخالف ہو۔

۲: ہر وہ کام جو اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لیے کیا جائے حالانکہ شریعت نے اس سے منع کیا ہو۔

۳: ہر وہ عقیدہ جس کی شرعی دلیل موجود نہ ہو۔

۴: ہر وہ عبادت جس کی کیفیت صرف کسی ضعیف یا موضوع روایت میں پائی جاتی ہو۔

۵: ہر وہ عبادت جسے شریعت نے مطلق رکھا ہو مگر لوگوں نے اس پر قیود مثلاً زمان و مکان یا ہیئت وعدد کا اضافہ کردیا ہو۔

۶: ہر وہ کام جو شرعی دلیل ہی سے ثابت ہوسکتا ہو مگر اس کی شرعی دلیل موجود نہ ہو، البتہ عمل صحابہ اس سے مستثنیٰ ہے۔

۷: بعض علماء خصوصاً متاخرین نے جن اعمال کو بلا دلیل مستحب قرار دیا ہے۔

۸: عبادت میں غلو۔ [1]

---

[1] ملاحظہ ہو: أحکام الجنائز للألبانی، ص: ۲۴۲.

بدعت کے اسباب

فضیلۃ الشیخ صالح بن فوزان حفظہ اللہ اپنی کتاب بنام ''بدعت'' میں اسبابِ بدعت بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

۱: دینی احکام سے لاعلمی و جہالت:

جوں جوں زمانہ گزرتا گیا اور لوگ آثار رسالت سے دور ہوتے گئے، علم کم ہوتا رہا اور جہالت عام ہوتی گئی جیسا کہ اس کی خبر نبی کریم ﷺ نے اپنی اس حدیث میں دی ہے:

''تم میں سے زندہ رہنے والا شخص بہت سارے اختلافات دیکھے گا۔''

اور اپنے اس فرمان میں بھی:

''کہ اللہ تعالیٰ علم بندوں سے چھین کر نہیں ختم کرے گا بلکہ علماء کو ختم کر کے علم ختم کرے گا، یہاں تک کہ جب کسی عالم کو زندہ نہیں چھوڑے گا تو لوگ جاہلوں کو روٴسا بنالیں گے اور یہ لوگ مسئلہ پوچھے جانے پر بغیر علم کے فتویٰ دیں گے تو خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔''

تو علم اور علماء ہی بدعت کا منہ توڑ جواب دے سکتے ہیں اور جب علم و علماء ہی کا فقدان ہو جائے تو بدعت کے پھلنے پھولنے اور بدعتیوں کے سرگرم ہونے کے مواقع میسر ہو جاتے ہیں۔

۲: خواہشات کی پیروی:

جو کتاب و سنت سے اعراض کرے گا وہ اپنی خواہشات کی پیروی کرے گا، جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ ؕ وَ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ﴾ (القصص: ۵۰)

''اگر یہ تیری نہ مانیں تو تو یقین کرلے کہ یہ صرف اپنی خواہش کی پیروی کر رہے ہیں اور اس سے بڑھ کر بہکا ہوا کون ہے؟ جو اپنی خواہش کے پیچھے پڑا ہوا بغیر اللہ کی رہنمائی کے۔''

اور فرمایا:

﴿ اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَ اَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّ خَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَ قَلْبِهٖ وَ جَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْ بَعْدِ اللّٰهِ ﴾

(الجاثیہ:۲۳)

''کیا آپ نے اسے بھی دیکھا جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے اور باوجود سمجھ بوجھ کے اللہ نے اسے گمراہ کر دیا ہے اور اس کے کان اور دل پر مہر لگا دی ہے اور اس کی آنکھ پر بھی پردہ ڈال دیا ہے، اب ایسے شخص کو اللہ کے بعد کون ہدایت دے سکتا ہے۔''

اور یہ بدعتیں خواہشات کی پیداوار ہیں۔

۳: مخصوص لوگوں کی رائے کے لیے تعصب برتنا:

کسی کے رائے کی طرف داری کرنا یہ انسان اور دلیل کی پیروی ومعرفت حق کے درمیان بہت بڑی رکاوٹ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَاۤ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ﴾ (البقرہ:۱۷۰)

''اور ان سے جب کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی کتاب کی تابعداری کرو تو جواب دیتے ہیں کہ ہم تو اس طریقے کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔''

اور آج کل یہی حالت متعصبین کی ہے خواہ وہ مذہب وصوفیت کے بعض پیروکار ہوں یا قبوری حضرات جب انھیں کتاب وسنت کی پیروی اور ان دونوں کی مخالف چیزوں کو چھوڑنے کو

کہا جاتا ہے تو یہ حضرات اپنے مذاہب، مشائخ اور آباؤ اجداد کو دلیل بناتے اور بطور حجت پیش کرتے ہیں۔

۴: کافروں سے مشابہت اختیار کرنا:

کافروں سے مشابہت سب سے زیادہ بدعتوں میں مبتلا کرنے والی چیزوں میں سے ہے جیسا کہ ابوواقدالليثی کی حدیث میں ہے، وہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ حنین کی طرف نکلے اور ہمارے کفر کا زمانہ ابھی قریب ہی تھا، مشرکوں کے لیے ایک بیری کا درخت تھا جہاں یہ لوگ ٹھہرتے تھے اور جس کے ساتھ اپنے ہتھیار لٹکاتے تھے، جسے ذات انواط کہا جاتا تھا تو ہمارا گزر بیری کے پاس سے ہوا، ہم لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہمارے لیے بھی ذات انواط بنا دیجیے جیسا کہ ان کے لیے ذات انواط ہے، رسول اللہ ﷺ نے تعجب کرتے ہوئے فرمایا: ''اللہ اکبر''، یہی سنتیں ہیں، کہا، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، تم لوگوں نے ویسے ہی کہا ہے جیسے کہ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ سے کہا تھا:

﴿اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ۚ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ﴾

(الاعراف:۱۳۸)

''ہمارے لیے بھی ایک ایسا معبود مقرر کر دیجیے جیسے ان کے یہ معبود ہیں، آپ نے فرمایا کہ واقعی تم لوگوں میں بڑی جہالت ہے۔''

اس حدیث میں واضح بیان ہے کہ کفار کی مشابہت ہی نے بنی اسرائیل اور بعض صحابہ کو اس بات پر ابھارا کہ وہ اپنے نبی سے ایسا غلط مطالبہ کریں کہ وہ ان کے لیے اللہ کو چھوڑ کر ایک ایسا معبود مقرر کر دیں جس کی وہ پرستش کریں اور اس سے تبرک حاصل کریں۔

اور یہی آج حقیقت میں ہو رہا ہے اس لیے کہ اکثر مسلمانوں نے شرک و بدعت کے ارتکاب میں کافروں کی روش اپنائی ہوئی ہے جیسے برتھ ڈے منانا، مخصوص اعمال کے لیے دنوں اور ہفتوں کی تعین، یادگاری چیزوں اور دینی مناسبتوں سے جلسے جلوس منعقد کرنا، یادگاری تصویریں و مجسّمے قائم کرنا، ماتم کی محفلیں منعقد کرنا، جنازے کی بدعتیں اور قبروں پر تعمیر وغیرہ۔

۵: آباؤاجداد کی اندھی تقلید:

بدعت کے اسباب میں سے تقلید آباء بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا اَوَ لَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْـًٔا وَّ لَا يَهْتَدُوْنَ ○﴾ (البقرہ: ۱۷۰)

''اور جب ان سے کہا جاتا کہ اللہ نے جو نازل فرمایا ہے اس کی اتباع کرو، تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو اس کی اتباع کریں گے جس پر ہم نے اپنے آباء کو پایا، تو کیا اگر چہ اُن کے آباء کچھ نہ سمجھتے ہوں اور نہ راہِ راست پر ہوں (اُنھی کی اتباع کریں گے؟)''

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں بغیر حجت و برھان آباء واجداد کی اتباع سے روکا ہے جو درحقیقت شیطان ہی کی اتباع ہے۔

اس آیت میں اس بات پر سخت نکیر کی گئی ہے کہ صریح قرآن اور صحیح سنت کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے کی بات مانی جائے، اور قرآن وسنت کے مقابلے میں اسے دلیل بنایا جائے، اور حجت یہ پیش کی جائے کہ ہمارے امام، ہمارے مرشد، ہمارے بزرگ، اور ہمارے فقیہ زیادہ سمجھتے تھے، اور یقیناً یہ حدیثیں ان کے علم میں رہی ہوں گی، لیکن کسی اقویٰ دلیل ہی کی وجہ سے انھوں نے ان حدیثوں کا انکار کیا ہوگا۔

اور ستم بالائے ستم یہ کہ ان حضرات نے انکار احادیث کے ان واقعات سے فقہی اصول کشید کیے اور اپنی کتابوں میں مدوّن کر دیا کہ جب بھی کوئی حدیث ان اصولوں کے خلاف پڑے گی اسے ردّ کر دیا جائے گا، اس لیے کہ یا تو وہ ضعیف ہوگی، یا مرجوح یا منسوخ ہوگی۔ قرآن وسنت کے حق میں اس جرم عظیم کا بدترین نتیجہ یہ سامنے آیا کہ امت کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں بہت سی کمزور اور واہیات قسم کی حدیثیں رائج ہوگئیں، اور وہ صحیح حدیثیں جو بخاری ومسلم نے روایت کی ہیں اور جن پر عمل نہ کرنے کا کوئی جواز امت کے پاس موجود نہیں، سینکڑوں سال سے مسلمانوں کا منہ تک رہی ہیں، اور پکار پکار کر کہہ رہی ہیں کہ ہم پر عمل کرو، ہم اللہ کے رسول کی صحیح احادیث ہیں، لیکن مقلدین انھیں درخورِ اعتناء نہیں سمجھتے۔

اسلام میں تمام گمراہ فرقوں کا وجود، شرک وبدعت کا رواج، قبروں، مزاروں اور درگاہوں کی پرستش اور عقائد کی تمام بیماریاں اسی چور دروازے سے داخل ہوئی ہیں کہ قرآن وسنت کو ترک کر کے اپنے بزرگوں، پیروں، مشائخ اور خود ساختہ معبودوں کی بات کو ترجیح دی، ان کی تقلید کی اور کہا کہ یہ حضرات جو کرتے آئے ہیں آخر ان کے پاس بھی تو کوئی دلیل رہی ہوگی، اس لیے ہم وہی کریں گے جو ہمارے بزرگ کرتے آئے ہیں اور ان حدیثوں کو ہم نہیں مانیں گے اس لیے کہ ہم اپنے بزرگوں سے زیادہ فہم نہیں رکھتے۔ یہ روش مشرکین مکہ کی تھی۔

مشرکین مختلف شرکیہ اعمال میں مبتلا تھے، ان سے جب کہا جاتا کہ تم لوگ اپنے آباؤ اجداد کی تقلید چھوڑ دو جنھوں نے اللہ کے بارے میں افترا پردازی کی تھی، اور اللہ اور اس کے رسول کے کہے پر عمل کرو، تو وہ فوراً بول اٹھتے کہ ہم تو اپنے آباؤ اجداد ہی کی تقلید کریں گے، اس کا جواب اللہ نے دیا کہ کیا باپ دادوں کی تقلید ان کے لیے کافی ہوگی، چاہے ان کے وہ باپ دادا حق کو جانتے اور پہچانتے نہ ہوں۔

﴿وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰی مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَی الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَنَا اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ شَیْئًا وَّلَا یَهْتَدُوْنَ۝﴾

(المائدہ:۱۰۴)

''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی نازل کردہ کتاب اور رسول کی طرف آجاؤ، تو وہ کہتے ہیں کہ ہم نے جس دین وعقیدہ پر اپنے آباؤ اجداد کو پایا، وہی ہمارے لیے کافی ہے، کیا (وہ اسی پر قائم رہیں گے) اگرچہ ان کے آباؤ اجداد نہ کچھ جانتے رہے ہوں اور نہ راہِ ہدایت پر رہے ہوں۔''

مشرکین کے فعل شنیع پر مزید نکیر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کے پاس فرشتوں اور بتوں کی عبادت و پرستش کرنے کی کوئی دلیل نہیں ہے، صرف یہ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے آباء واجداد کو اسی دین پر عمل کرتے پایا ہے، لہٰذا ہم بھی اسی دین پر قائم رہیں گے:

﴿اَمْ اٰتَیْنٰهُمْ كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ۝ بَلْ قَالُوْٓا اِنَّا وَجَدْنَآ

اٰبَآءَنَا عَلٰٓی اُمَّۃٍ وَّ اِنَّا عَلٰٓی اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ ○ وَ كَذٰلِكَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَۃٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓی اُمَّۃٍ وَّ اِنَّا عَلٰٓی اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ ○﴾ (الزخرف: ۲۱تا۲۲)

''کیا ہم نے انھیں قرآن سے پہلے کوئی کتاب دی تھی جس سے وہ چمٹے ہوئے ہیں، بلکہ اُن کا کہنا ہے کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک طریقہ پر چلتے پایا ہے، اور ہم یقیناً اُنھی کے نقش قدم کی پیروی کرتے رہیں گے۔ اور اسی طرح ہم نے آپ سے پہلے جب بھی کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا (نبی) بھیجا، تو ان کے عیش پرستوں نے کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک طریقہ پر چلتے پایا ہے، اور ہم یقیناً اُنھی کے نقش قدم پر چلتے رہیں گے۔''

۶: کفار کی مشابہت اختیار کرنا:

بنی اسرائیل جو فرعون کی غلامی سے آزاد ہونے اور سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کے سمندر پار کرنے کے بعد جزیرہ نمائے سینا کے جنوبی علاقے کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں ان کا گزر ایسی قوم کے پاس سے ہوا جو بتوں کی پرستش کرتی تھی۔ انھیں دیکھ کر بنی اسرائیل نے سیّدنا موسیٰ علیہ السلام سے مطالبہ کیا کہ ہمیں بھی ایک ایسا ہی بت چاہیے جس کے سامنے جھکیں۔

﴿وَ جٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰی قَوْمٍ يَّعْكُفُوْنَ عَلٰٓی اَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ قَالُوْا يٰمُوْسَی اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَۃٌ ۭ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ﴾

(الاعراف: ۱۳۸)

''اور ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر عبور کرا دیا، تو ان کا گزر ایسے لوگوں کے پاس سے ہوا جو اپنے بتوں کی عبادت کر رہے تھے، انھوں نے کہا، اے موسیٰ، جس طرح ان کے کچھ معبود ہیں، آپ ہمارے لیے بھی معبود بنا دیجیے، موسیٰ نے کہا کہ واقعی تم لوگ بالکل نادان ہو۔''

مفسر بغوی نے لکھا ہے کہ بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت میں کوئی شبہ نہیں تھا، بلکہ ان

کا مقصد یہ تھا کہ ان بت پرستوں کی طرح ان کے لیے بھی کوئی ایسی چیز ہونی چاہیے جس کی تعظیم کر کے اللہ کا قرب حاصل کریں، اپنی شدت جہالت کی وجہ سے سمجھ بیٹھے تھے کہ اس سے ان کے دین وایمان کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ انتہی (تفسیر بغوی)

امام احمد، ترمذی اور ابن جریر وغیرھم نے ابوواقد اللیثی سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب غزوۂ حنین کے لیے نکلے تو ایک درخت کے پاس سے گزرے جس پر مشرکین اپنے ہتھیار لٹکایا کرتے تھے، اس لیے اسے ''ذاتِ انواط'' کہا کرتے تھے، تو صحابہ میں سے بعض لوگوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! ہمارے لیے بھی ایک ایسا ہی ''ذات انواط'' بنا دیجیے، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''سبحان اللہ! یہ تو وہی قوم موسیٰ کی بات ہے کہ بت پرستوں کے معبودوں کی طرح ہمارے لیے بھی ایک معبود بنا دیجیے۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ تم لوگ گذشتہ قوموں کی راہ پر ضرور چلو گے۔''[1]

یہی وجہ ہے کہ سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مقام حدیبیہ کے اس درخت کو کٹوا دیا تھا جس کے نیچے رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام سے بیعت لی تھی، جسے بیعۃ الرضوان کہا جاتا ہے۔ امام ابوبکر طرطوش مالکی لکھتے ہیں کہ اگر تم کوئی ایسا درخت دیکھو جس کی لوگ زیارت اور تعظیم کرتے ہوں، اسے شفایابی کا سبب مانتے ہوں، اور اس میں کیلیں ٹھونکتے ہوں اور کپڑے کے ٹکڑے لٹکاتے ہوں، تو اسے کاٹ دو، کیونکہ وہ ''ذات انواط'' ہے۔[2]

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا تم اپنے سے پہلے لوگوں کی ضرور بالضرور بالشت اور ہاتھ کی حد تک پیروی کرو گے یہاں تک کہ اگر وہ سانڈھے کے بل میں گھس گئے تو تم بھی ان کے پیچھے چلو گے (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کہتے ہیں کہ) ہم نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! کیا پہلے لوگوں سے مراد یہود ونصاریٰ ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا: تو پھر اور کون ہیں؟[3]

---

[1] تفسیر ابن جریر: ۸۲/۱۳۔ سنن ترمذی، کتاب الفتن، رقم: ۲۱۸۰.

[2] تفسیر ابن کثیر: ۳۹۵/۲، ۳۹۶.

[3] صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، رقم: ۷۳۲۰.

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَيَأْتِيَنَّ عَلٰى أُمَّتِيْ كَمَا أَتٰى عَلٰى بَنِيْ إِسْرَآئِيْلَ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ، حَتّٰى إِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ أَتٰى أُمَّهُ عَلَانِيَةً لَكَانَ فِيْ أُمَّتِيْ مَنْ يَّصْنَعُ ذٰلِكَ، وَإِنَّ بَنِيْ إِسْرَآئِيْلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ مِلَّةً وَّتَفْتَرِقُ أُمَّتِيْ عَلٰى ثَلٰثٍ وَّسَبْعِيْنَ مِلَّةً، كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَّاحِدَةً، قَالُوْا: مَنْ هِيَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِيْ.)) [1]

''سیّدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میری امت پر ایسا وقت آئے گا جیسا کہ بنی اسرائیل پر آیا۔ جس طرح جوتا جوتے کے برابر ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر بنی اسرائیل میں سے کسی نے اپنی ماں سے علانیہ بدکاری کی ہوگی تو میری امت کے (کچھ بدنصیب) لوگ بھی ایسا ہی کریں گے، اور بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں بٹ گئے اور میری اُمت تہتر فرقوں میں تقسیم ہوجائے گی، ایک کے سوا سب دوزخ میں جائیں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا: یارسول اللہ! وہ (نجات پانے والی) کون سی جماعت ہے؟ فرمایا: جو میرے اور میرے اصحاب کے طریق پر ہوگی۔''

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اور ایسی ہی وہ چیزیں ہیں جو بعض لوگ گڑھ کر مناتے ہیں یا میلاد عیسیٰ علیہ السلام میں نصاریٰ کی مشابہت کرتے ہوئے اور یا نبی ﷺ کی محبت اور تعظیم میں آپ کی عید مناتے ہیں، حالانکہ آپ کی تاریخ پیدائش میں لوگوں کا اختلاف ہے کیونکہ اسے سلف کرام نے نہیں کیا ہے اگر اس کا کرنا محض خیر ہوتا یا کرنا راجح ہوتا تو سلف صالحین رحمہم اللہ ہم سے زیادہ اس کے حقدار ہوتے، کیونکہ وہ لوگ ہم سے زیادہ نبی کریم ﷺ سے محبت اور تعظیم کرنے والے تھے اور وہ لوگ خیر کے زیادہ حریص

---

[1] مستدرک حاکم: ۱/۱۲۹۔ سنن ترمذی، کتاب الایمان، رقم: ۲۶۴۱۔ واللفظ له، مشکوٰة، رقم: ۱۷۱۔ سلسلة الصحیحة، رقم: ۱۳۴۸۔

تھے اور نبی کریم ﷺ کی محبت اور تعظیم آپ کی متابعت وفرماں برداری، نیز آپ کے حکم کی پیروی، آپ کی سنت کے احیاء ظاہری اور باطنی طور پر، آپ کی دعوت کو عام کرنے اور اس پر دل، ہاتھ اور زبان سے جہاد کرنے ہی میں ہے، کیونکہ یہی طریقہ مہاجرین وانصار سابقین اوّلین کا ہے اور ان لوگوں کا بھی ہے جنھوں نے اچھائی کے ساتھ اس کی پیروی کی۔‘‘ [1]

۷: غلو:

اللہ تعالیٰ نے عیسائیوں کو دین میں غلو کرنے سے منع فرمایا ہے، اس لیے کہ ہر دور میں یہ برائی ان کے اندر دوسروں کی بہ نسبت زیادہ پائی گئی۔ انھوں نے دین میں رہبانیت اور عورتوں سے کنارہ کشی کو ایجاد کیا، اور عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا مقام دیا، بلکہ اپنے علماء اور راہبوں تک کو اپنا معبود بنالیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ يَاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ اَلْقٰهَا اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ سُبْحٰنَهٗ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴾ (النساء: ۱۷۱)

’’اے اہل کتاب! اپنے دین میں غلو نہ کرو، اور اللہ کی شان میں حق بات کے علاوہ کچھ نہ کہو، مسیح عیسیٰ بن مریم صرف اللہ کے رسول تھے، اور اس کا کلمہ، جسے اس نے مریم کی طرف پہنچادیا، اور اس کی طرف سے ایک روح، پس تم اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لے آؤ، اور تین معبودوں کے قائل نہ بنو، اس سے باز آجاؤ، اسی میں تمھاری بہتری ہے، بے شک اللہ اکیلا معبود ہے، وہ اس سے پاک ہے کہ کوئی اس کی اولاد ہو، آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے، اسی کی ملکیت ہے، اور اللہ

[1] اقتضاء الصراط المستقیم: ۲/۶۱۵.

بحیثیت کارساز کافی ہے۔''

سورۃ التوبہ میں ارشاد فرمایا:

وَ قَالَتِ الْیَهُوْدُ عُزَیْرُ ﹰابْنُ اللّٰهِ وَ قَالَتِ النَّصٰرَی الْمَسِیْحُ ابْنُ اللّٰهِ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ یُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰی یُؤْفَكُوْنَ ○ اِتَّخَذُوْۤا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ الْمَسِیْحَ ابْنَ مَرْیَمَ ۚ وَ مَاۤ اُمِرُوْۤا اِلَّا لِیَعْبُدُوْۤا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ○ (التوبۃ: ۳۰تا۳۱)

''اور یہود نے کہا کہ عزیر اللہ کے بیٹے ہیں، اور نصاریٰ نے کہا کہ مسیح اللہ کے بیٹے ہیں، یہ اُن کے منہ کی بکواس ہے، ان لوگوں کے قول کی مشابہت اختیار کرتے ہیں جنھوں نے ان سے پہلے کفر کیا تھا، اللہ انھیں ہلاک کردے، کس طرح حق سے پھرے جارہے ہیں۔ ان لوگوں نے اپنے عالموں اور درویشوں کو اللہ کے بجائے معبود بنالیا اور مسیح ابن مریم کو بھی، حالانکہ انھیں تو صرف ایک اللہ کی عبادت کا حکم دیا گیا تھا جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، وہ مشرکوں کے شرک سے پاک ہے۔''

امام احمد، ترمذی اور ابن جریر وغیرھم نے سیّدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو ان کی گردن میں چاندی کا صلیب لٹک رہا تھا (انھوں نے جاہلیت کے زمانہ میں عیسائیت کو قبول کرلیا تھا) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت پڑھی: ''اِتَّخَذُوْۤا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ'' ''تو میں نے کہا کہ عیسائیوں نے اپنے عالموں کی عبادت تو نہیں کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، انھوں نے حلال کو حرام اور حرام کو حلال بنایا، تو لوگوں نے ان کی بات مانی اور ان کی پیروی، یہی ان کی عبادت ہے۔ [1]

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کو ممبر پر یہ فرماتے

[1] مسند أحمد: ۳۷۸/۴۔ سنن ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، رقم: ۳۰۹۵۔ تفسیر طبری: ۲۱۲/۱۴۔ محدث البانی نے اسے ''حسن'' قرار دیا ہے۔

سنا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے سنا، آپ نے ارشاد فرمایا:

((لَا تُطْرُوْنِيْ كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارَى ابْنَ مَرْيَمَ فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدُهُ فَقُوْلُوْا: عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ.)) [1]

''مجھے نصاریٰ کی طرح نہ بڑھانا جیسا کہ انھوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے معاملہ میں کیا میں تو اللہ کا نبی اور اس کا رسول ہوں۔''

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

((إِيَّاكُمْ وَالْغُلُوَّ فِي الدِّيْنِ فَإِنَّمَا أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمُ الْغُلُوُّ فِي الدِّيْنِ.)) [2]

''دین میں غلو سے بچو، پس تم سے پہلے لوگوں کو غلو فی الدین نے برباد کر دیا تھا۔''

علامہ امام ابن قیم رحمہ اللہ نے غلو کو کبائر میں شمار کرتے ہوئے فرمایا کہ:

''مخلوق کے بارے میں غلو کرنا حتیٰ کہ اس کے مقام سے تجاوز کیا جائے اور بعض اوقات یہ غلو گناہ کبیرہ سے شرک کی طرف لے جاتا ہے۔'' [3]

سیّدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''میری اُمت کے دو قسم کے افراد کے حق میں میری شفاعت قبول نہیں ہوگی: (۱) انتہائی ظالم حکمران اور (۲) غلو کرتے کرتے دائرہ مذہب سے خارج ہو جانے والا۔'' [4]

مولانا حالی نے کہا:

تم اوروں کی مانند دھوکا نہ کھانا
کسی کو خدا کا بیٹا نہ بنانا

---

[1] صحیح بخاری، کتاب أحادیث الانبیاء، رقم: ۳۴۴۵.

[2] مسند احمد، رقم: ۲۱۵، ۲۴۷.

[3] اعلام الموقعین: ۴/۴۰۷.

[4] سلسلہ احادیث صحیحہ، رقم: ۴۷۰۔ المعجم الاوسط للطبرانی، رقم: ۶۴۴.

میری حد سے رتبہ نہ میرا بڑھانا
بڑھا کر بہت تم نہ مجھ کو گھٹانا
سب انسان ہیں واں جس طرح سرفگندہ
اسی طرح ہوں میں بھی ایک اس کا بندہ
بنانا نہ تربت کو میری صنم تم
نہ کرنا میری قبر پس سر خم تم

۸: استدلالات فاسدہ واتباع متشابہات:

استدلالاتِ فاسدہ اور اتباع مشابہات بھی بدعات کے اسباب ومحرکات میں سے ہیں۔
چنانچہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"يَطْلُبُوْنَ الدُّنْيَا وَقَدِ اعْتَادُوْا تَقْلِيْدَ السَّلَفِ وَأَعْرَضُوْا عَنْ نُصُوْصِ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَتَمَسَّكُوْا بِتَعَمُّقِ عَالِمٍ وَتَشَدُّدِهِ وَاِسْتِحْسَانِهِ فَاعْرَضُوْا كَلَامَ الشَّارِعِ الْمَعْصُوْمِ وَتَمَسَّكُوْا بِأَحَادِيْثَ مَوْضُوْعَةٍ وَتَاوِيْلَاتٍ فَاسِدَةٍ، كَانَتْ سَبَبُ هَلَاكِهِمْ."[1]

"اگر تم یہودیوں کا نمونہ دیکھنا چاہتے ہو تو (ہمارے زمانے کے) علمائے سوء کو دیکھو، جو دنیا کی طلب اور (اپنے) سلف کی تقلید پر جمے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ کتاب وسنت کی نصوص (دلائل) سے منہ پھیرتے اور کسی (اپنے پسندیدہ) عالم کے تعمق، تشدد اور استحسان کو مضبوطی سے پکڑے بیٹھے ہیں۔ انھوں نے رسول اللہ ﷺ جو معصوم ہیں، کے کلام کو چھوڑ کر موضوع روایات اور فاسد تاویلوں کو گلے سے لگا لیا ہے۔ اسی وجہ سے یہ لوگ ہلاک ہو گئے ہیں۔"

جن لوگوں کے دلوں میں کفر ونفاق ہے، وہ متشابہ آیتوں کے در پے ہوتے ہیں، تا کہ لوگوں کو شبہات میں مبتلا کر سکیں، اپنے باطل عقائد ونظریات پر فاسد تاویلات کے ذریعہ ان سے

---

[1] الفوز الکبیر فی اصول التفسیر، ص: ۱۰، ۱۱.

استدلال کر سکیں، اور اسلام میں بدعتوں کو رواج دے سکیں۔ ایسے لوگ یقیناً بیمار عقل والے ہوتے ہیں جو مشتبہ آیتوں کی تلاش میں ہوتے ہیں، تاکہ اپنے باطل افکار کی تائید میں کوئی دلیل لاسکیں، اور مسلمانوں میں شر اور فتنہ پھیلاسکیں۔

﴿فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ ۚ وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ ۘ وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا یَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝﴾

(آل عمران:۷)

''پس جن لوگوں کے دلوں میں کھوٹ پن ہوتا ہے وہ فتنہ انگیزی کی غرض سے اور (اپنی خواہش نفس کے مطابق) تاویل کی غرض سے انہی متشابہ آیتوں کے پیچھے لگ جاتے ہیں، حالانکہ ان کی تاویل اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا، اور راسخ علم والے کہتے ہیں کہ ہم اُن پر ایمان لے آئے، سب ہمارے ربّ کی طرف سے ہیں اور نصیحت تو صرف عقل والے حاصل کرتے ہیں۔''

۹: تعصبِ مذہبی:

تعصب بہت بُری چیز ہے، اس کی وجہ سے اُمت مختلف گروہوں اور فرقوں میں بٹ گئی اور اس کی بنا پر دوستی یا دشمنی کی جانے لگی۔ حالانکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد پاک ہے:

﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا﴾ (آل عمران:۱۰۳)

''اور اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے پکڑلو اور فرقوں میں مت بٹو۔''

تعصب سے افتراق وعداوت اس حد تک بڑھ گئی کہ بعض اصحاب مذہب نے مخالف مذہب کی لڑکی یا اس کے عکس سے نکاح کو ناجائز قرار دیا ہے اور بعض نے مخالف مذہب کی لڑکی کو یہودی یا نصرانی عورت کی طرح سمجھ کر نکاح کو جائز قرار دیا۔ اسی طرح مخالف مذہب کے امام کے پیچھے نماز کو بھی ناجائز قرار دیا ہے۔

چنانچہ ابن ہمام حنفی رقمطراز ہیں کہ: ''ابوالیسر نے کہا ہے: کہ حنفی آدمی کی صلاۃ شافعی کے

پیچھے جائز نہیں! اس کی وجہ یہ ہے کہ مکحول نخعی نے اپنی کتاب ''یشفاع'' میں رقم کیا ہے کہ رکوع کو جاتے اور رکوع سے اٹھتے ہوئے رفع الیدین کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے کیونکہ یہ عمل کثیر ہے۔ [1]

شیخ محمد حیات سندھی حنفی نے کہا ہے:

''ہمارے اہل زمانہ نے جو خاص مذہب کے التزام کی بدعت ایجاد کی ہے کہ ہر ایک کسی ایک مذہب سے منتقل ہو کر دوسرے مذہب میں جانے کو ناجائز کہتا ہے۔ تو یہ جہالت، بدعت اور ظلم ہے۔ ہم نے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے جو صحیح غیر منسوخ احادیث کو چھوڑ کر جن مذاہب کی کوئی سند نہیں انھی سے تمسک کرتے ہیں۔' اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ. [2]

اسی تعصب مذہبی کے نتیجے میں ہی لوگوں نے مسجد الحرام کو چار یا پانچ مصلوں میں بانٹ رکھا تھا۔ جیسا کہ گذشتہ صفحات میں گزرا ہے۔

یہ ملّاں کافروں کو دولت اسلام کیا دے گا
اسے کافر بنانا بس مسلمانوں کو آتا ہے
تعصب نے اس صاف چشم کو آکر
کیا بغض کے خار و خس سے مکدر

۹: بدعتی لوگوں کی ہم نشینی:

ابتلائے اسلام میں مشرکین مکہ صحابہ کرام کو قرآن پڑھتے دیکھتے تو مذاق اُڑاتے، اور باتیں بناتے، انھی حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی اور رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کو منع کیا کہ کفار جب قرآن کا مذاق اڑا رہے ہوں تو ایسی مجلسوں سے اُٹھ جائیں، یہاں تک کہ وہ لوگ کوئی اور بات کرنے لگیں:

﴿ وَاِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰی یَخُوْضُوْا فِیْ

[1] فتح القدیر: ۱/ ۳۱۰.
[2] ایقاظ ھمم أولی الأبصار، ص ۷۰.

حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ۭ وَ اِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ (الانعام:۶۸)

''اور جب آپ اُن لوگوں کو دیکھئے جو ہماری آیتوں کے خلاف باتیں بناتے ہیں، تو آپ ان سے اعراض کیجیے، یہاں تک کہ وہ اس کے علاوہ کوئی اور بات کرنے لگیں، اور اگر شیطان آپ کو بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ظالم لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھئے۔''

اور جب نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام ہجرت کر کے مدینہ شریف پہنچے، تو وہاں بھی جب کفار اور منافقین کا ایسا ہی رویہ تھا کہ وہ لوگ قرآن کریم اور رسول اللہ ﷺ کا مذاق اڑاتے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے ایسی مجلسوں سے اجتناب کرنے کا حکم دیا، جیسا کہ سورۂ نساء میں آیا ہے:

﴿ وَ قَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَ يُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖۤ ۖ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ الْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا ﴾ (النساء:۱۴۰)

''اللہ نے قرآن میں تمھارے لیے اتارا ہے کہ جب تم سنو کہ اللہ کی آیتوں کا انکار کیا جا رہا ہے، اور اس کا مذاق اُڑایا جا رہا ہے، تو اُن کے ساتھ نہ بیٹھو، یہاں تک کہ اس کے علاوہ کوئی اور بات کرنے لگیں، ورنہ تم انھی کے جیسے ہو جاؤ گے۔''

مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ حکم عام ہے، اور اُمت مسلمہ کے ہر فرد کا فرض ہے کہ جہاں کہیں بھی اسلام کا یا قرآن و سنت وغیرہ کا مذاق اُڑایا جا رہا ہو، یا بدعت و خرافات کی طرف دعوت دی جا رہی ہو اس مجلس کا بائیکاٹ کرے، ورنہ اس پر بھی وہی حکم لگے گا جس کا بیان ابھی سورۂ نساء کے آخر میں گزرا کہ ''اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ۭ'' ''تم بھی ان کے مانند ہو جاؤ گے۔''

محمد بن سیرین رحمہ اللہ اسی آیت کریمہ کی روشنی میں اہل بدعت سے مجالست کو مردود قرار دیتے تھے، اور فرماتے کہ یہ آیت انھی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ [1]

فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ جو شخص اہل بدعت کی مجلس اختیار کرتا ہے۔ اسے

[1] سیر أعلام النبلاء: ۴/ ۶۱۰.

حکمت وبصیرت نہیں ملتی۔ [1]

اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّمَا مَثَلُ الْجَلِيْسِ الصَّالِحِ وَالْجَلِيْسِ السُّوْءِ كَحَامِلِ الْمِسْكِ وَنَافِخِ الْكِيْرِ، فَحَامِلُ الْمِسْكِ اِمَّا أَنْ يُحْذِيَكَ، وَاِمَّا أَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ، وَاِمَّا أَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيْحًا طَيِّبَةً، وَنَافِخُ الْكِيْرِ اِمَّا أَنْ يُحْرِقَ ثِيَابَكَ، وَاِمَّا أَنْ تَجِدَ رِيْحًا خَبِيْثَةً.)) [2]

''نیک ہم نشین اور بُرے ہم نشین کی مثال مشک فروش اور آگ کی بھٹی دھونکنے والے کی سی ہے۔ مشک فروش یا تو آپ کو مشک ہدیہ میں دے دے گا، یا آپ اس سے خرید لیں گے، یا کم از کم تمھیں اس سے پاکیزہ خوشبو ضرور ملے گی۔ اور بھٹی دھونکنے والا یا تو تمھارے کپڑے جلا دے گا، یا کم از کم تمھیں اس سے بدبو ملے گی۔''

۱۰: تصوف:

یہ معاملے ہیں نازک، جو تیری رضا ہو تو کر
کہ مجھے تو خوش نہ آیا یہ طریق خانقاہی

تصوف بدعت کی جڑ ہے۔ ائمہ ہدیٰ نے اس سے بڑا ڈرایا ہے، کیونکہ اس کے ذریعہ انسان غیر محسوس طریقے سے گمراہی میں چلا جاتا ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((لَوْ اَنَّ رَجُلًا تَصَوَّفَ أَوَّلَ النَّهَارِ لَا يَأْتِيْ الظُّهْرُ حَتّٰى يَصِيْرَ أَحْمَقَ.))

''اگر کسی نے شروع دن میں صوفیانہ زندگی اختیار کر لی تو وہ دوپہر تک احمق ہو جائے گا۔''

---

[1] سیر أعلام النبلاء: ۸/ ۴۳۰.

[2] صحیح البخاری: کتاب الذبائح والصید، باب السمك، حدیث رقم: ۵۵۳۴۔ صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب استحباب مجالسة الصالحین....، حدیث رقم: ۲۶۲۸، بروایت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ.

مزید فرماتے ہیں:

((مَا لَزِمَ أَحَدَا الصوفيين أَرْبَعِيْنَ يَوْمًا فَعَادَ عَقْلُهُ.))

''جس کسی نے متواتر چالیس دن تک کسی صوفی کی صحبت اختیار کی تو اس کی عقل دوبارہ لوٹ کر نہیں آئے گی۔''

اور امام السنہ احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((حَذِّرُوْا مِنَ الْحَارِثِ أَشَدَّ التَّحْذِيْرِ، الْحَارِثُ أَصْلُ الْبَلْبَلَةِ يَعْنِيْ فِي حَوَادِثِ كَلَامِ جَهْمٍ، ذَاكَ جَالِسُهُ فُلَانٌ وَفُلَانٌ وَأَخْرَجَهُمْ إِلَى رَأْيِ جَهْمٍ مَا زَالَ مَأْوَى أَصْحَابِ الْكَلَامِ، حَارِثٌ بِمَنْزِلَةِ الْأَسَدِ الْمُرَابِطِ أُنْظُرْ أَيَّ يَوْمٍ يَثُبُّ عَلَى النَّاسِ.)) [1]

''حارث صوفی سے جہاں تک ہو سکے بچو، کیوں کہ وہ مصیبت کی جڑ ہے، جہم بن صفوان کے کلام کے حوادث کا شکار ہے، دیکھتے نہیں کہ فلاں اور فلاں اشخاص اس کے ہم جلیس ہیں، جس نے ان کو جہم بن صفوان کی رائے کا پابند بنا دیا ہے، جواب تک علم کلام والوں کا ملجا و ماویٰ ہے، حارث کی مثال گھات میں رہنے والے شیر کی ہے، دیکھو وہ کس دن حملہ آور ہوتا ہے۔''

یہ سلسلے بھی تصوف کے ہیں، ان سے صحبت و مجلس بدعت کی طرف لے جاتی ہے۔

۱: سلسلۂ قادریہ ۲: سلسلہ نقشبندیہ

۳: سلسلہ سہروردیہ ۴: سلسلہ رفاعیہ

۵: سلسلہ تیجانیہ ۶: سلسلہ چشتیہ

۱۱: طمع ولالچ:

طمع ولالچ بھی انسان کو بدعت کی طرف لے جاتا ہے، چنانچہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[1] الفکر الصوفی فی ضوء الکتاب والسنۃ، ص: ۲۸۳/۲۸۴.

((بَادِرُوْا بِالْأَعْمَالِ فِتْنًا كَقَطْعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ، يُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا وَيُمْسِي كَافِرًا، أَوْ يُمْسِي مُؤْمِنًا وَيُصْبِحُ كَافِرًا، يَبِيعُ دِينَهُ بِعَرَضٍ مِنَ الدُّنْيَا.)) [1]

''ان فتنوں کے واقع ہونے سے پہلے نیک اعمال کی طرف سبقت اور جلدی کرو جو شبِ دیجور کے ٹکڑوں کی طرح ہوں گے کہ آدمی صبح کو مومن ہوگا اور شام کو کافر، یا شام کو مومن ہوگا اور صبح کو کافر، اپنے دین کو ایک دنیوی سامان کے عوض فروخت کرے گا۔''

دوسرے مقام پر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

((مَا ذِئْبَانِ جَائِعَانِ أُرْسِلَا فِي غَنَمٍ بِأَفْسَدَ مِنْ حِرْصِ الْمَرْءِ عَلَى الْمَالِ وَالشَّرَفِ لِدِينِهِ.)) [2]

''بکریوں کے کسی ریوڑ میں بھیجے گئے دو بھوکے بھیڑیے اتنا زیادہ نقصان دہ نہیں جتنا مال وشرف کا لالچ آدمی کے دین کو نقصان پہنچاتا ہے۔''

۱۲: اکابر پرستی:

جاہل اور غلو کرنے والے یہودیوں نے سیّدنا عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دیا، جن کا زمانہ عیسیٰ علیہ السلام سے تقریباً ساڑھے پانچ سو سال پہلے کا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ انھوں نے بکھرے ہوئے تورات کو اکٹھا کیا، اور عبرانی زبان میں لکھی ہوئی تمام اسرائیلی کتابوں کو جمع کر کے بنی اسرائیل کے لیے قانون کی ایک عظیم کتاب تیار کی۔ جس سے متاثر ہو کر یہودیوں نے انھیں اللہ کا مجازی بیٹا کہنا شروع کر دیا، جو توحید باری تعالیٰ کی شان کے خلاف تھا۔

اور گمراہ نصاریٰ میں سے کسی نے سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا، کسی نے ان کو بعینہ اللہ اور کسی نے انھیں تین میں سے ایک معبود قرار دیا۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ ذَٰلِكَ

[1] صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم: ۱۱۸.

[2] سنن الترمذی، کتاب الزھد، باب حدثنا سوید، رقم: ۲۳۷۶۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ يُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ۚ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ○﴾ (التوبة:۳۰)

''اور یہود نے کہا کہ عزیر اللہ کے بیٹے ہیں اور نصاریٰ نے کہا کہ مسیح اللہ کے بیٹے ہیں، یہ اُن کے منہ کی بکواس ہے، ان لوگوں کے قول کی مشابہت اختیار کرتے ہیں جنھوں نے ان سے پہلے کفر کیا تھا، اللہ انھیں ہلاک کردے، کس طرح حق سے پھرے جارہے ہیں۔''

قوم نوح صالحین کی عبادت کرنے لگی۔ قوم کے سرغنوں نے عوام الناس کو شرک پر ابھارتے ہوئے کہا کہ جن معبودوں کی ہمارے اور تمھارے آباء پرستش کرتے آئے ہیں، انھیں ہرگز نہیں چھوڑو، اور اُن کی عبادت پر سختی کے ساتھ جمے رہو۔ تم لوگ اپنے معبود وَدّ، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کو کسی حال میں فراموش نہ کرو۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ:

''ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر قوم نوح میں نیک لوگوں کے نام تھے جب وہ لوگ وفات پاگئے تو شیطان نے ان کی قوم کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ ان کے بیٹھنے کی جگہوں پر ان کے ناموں کے مجسّمے بنا کر گاڑ دو، چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا اور جب وہ لوگ مر گئے، اور ان کے درمیان سے علم اُٹھ گیا تو اُن مجسّموں کی عبادت کی جانے لگی۔''[1]

۱۳: عقل پرستی:

عقل پرستی انسان کو گمراہ کردیتی ہے۔ چنانچہ امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

نهايةُ اقدامِ العقولِ عقالُ
وأكثرُ سعى العالمين ضلالُ
وأرواحنُا فى وحشةٍ فى جسومنا

---

[1] صحیح بخاری، رقم: ۴۹۲۰.

وحاصلُ دنیانا أذى ووبالُ

ولم نستفد من بحثنا طولَ عمرنا

سوى أن جمعنا فيه قيل وقالوا

''عقلوں کے گھوڑوں کی منزل ہے بے بسی اور علماء کی زیادہ محنت گمراہی کا سبب ہے۔ ہماری روحیں ہمارے جسموں میں وحشت زدہ ہیں اور ہماری دنیا کا حاصل تکلیف اور مصیبت ہے۔ ہماری عمر بھر کی بحثوں سے ہمیں کوئی فائدہ نہیں ہوا سوائے اس کے کہ ہم نے اس میں قیل اور قالوا کو جمع کر دیا ہے۔'' [1]

اور ان کا ایک دوسرا عالم کہتا ہے:

''میں نے ایک بڑے سمندر میں غوطہ لگا دیا ہے۔ اہل اسلام اور ان کے علوم کو چھوڑ دیا ہے۔ ایک ایسے علم میں مشغول ہو گیا ہوں جس سے لوگوں نے روکا تھا اور اب اگر مجھے میرے رب کی رحمت نے مجھے اپنے دامن میں نہ لیا تو ہلاکت ہو فلاں آدمی کے لیے۔ لہٰذا اب میں اپنی ماں کے عقیدے پر جان دے رہا ہوں۔'' [2]

ان میں سے ایک اور شخص کہتا ہے:

''موت کے وقت سب سے زیادہ شک میں پڑنے والے لوگ اہل کلام ہیں۔''

۱۴: ابتلائے شک وشبہ:

مشرکین مکہ اپنے جھوٹے معبودوں جنھیں انھوں نے اور اُن سے پہلے ان کے آباء واجداد نے اللہ کے ناموں سے مشتق نام دے رکھے تھے، ان میں معبود بننے کی کوئی بھی صفت موجود نہیں تھی، انھوں نے محض اپنی طرف سے ان کے ایسے نام رکھ دیے تھے، جن کا حقیقت سے کوئی

---

[1] یہ ابن خطیب المعروف فخر الدین رازی کے اشعار ہیں، شاطبی نے انھیں ''الافادات والانشادات'' میں (صفحہ ۸۴، ۸۵) پر اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے اور المقری کی کتاب ''نفخ الطیب'' (۱۹/۹) میں اور لسان الدین ابن خطیب کی کتاب ''الاحاطۃ فی اخبار غرناطہ'' (۲۲۲/۲) میں دوسری سند کے ساتھ مروی ہیں۔

[2] یہ ابن جوینی کے الفاظ ہیں۔ جیسا کہ ''المنتظم'' (۹/۱۹)، ''سیر اعلام النبلاء'' (۴۷۱/۱۸)، ''طبقات شافعیہ'' (۲۶۰/۳) اور ''شذرات الذہب'' (۳۶۱/۳) میں ہے۔

تعلق نہیں تھا، اور جن کی اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نہیں نازل کی تھی۔ وہ محض اپنے وہم وگمان اور اپنی خواہش نفس کی اتباع کرتے تھے، حالانکہ اُن کے پاس اُن کے رب کی طرف سے واضح دلیل آ چکی تھی کہ یہ بت اس لائق نہیں کہ ان کی عبادت کی جائے۔ عبادت تو صرف اُس اللہ جل شانہ کے لیے خاص ہے جو ہر چیز کا خالق اور آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی ہر چیز کا مالک ہے۔ مشرکین مکہ کے لیے ان کے رب کی طرف سے نبی کریم ﷺ کے ذریعہ جو ہدایت آئی، اس سے انھوں نے منہ پھیر لیا، اور اپنی من مانی تمناؤں سے رشتہ جوڑ لیا، اور اس خیالِ باطل کو اپنے دل میں جگہ دے دی کہ اُن کے بت اُن کے لیے سفارشی بنیں گے:

﴿اِنْ هِيَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ مَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ ۚ وَ لَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى ؕ﴾ (النجم:۲۳)

''یہ بت تو محض نام ہیں جنھیں تم نے اور تمھارے باپ دادوں نے رکھ لیے ہیں، اللہ نے ان کی کوئی دلیل نازل نہیں کی ہے، وہ لوگ محض وہم وگمان کی پیروی کرتے ہیں، اور اپنی خواہش نفس کی، حالانکہ اُن کے پاس اُن کے رب کی طرف سے ہدایت آ چکی ہے۔''

اور ابونعیم نے شافعی رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ: ''مالک بن انس رحمہ اللہ کے پاس جب بعض اہل اہواء آتے تو کہا کرتے تھے کہ میں اپنے رب اور اپنے دین کی طرف سے بینہ (واضح دلیل) پر ہوں اور تم محض مبتلائے شک ہو، لہٰذا اپنے جیسے شکی کے پاس جاؤ اور اسی سے لڑو جھگڑو۔''

۱۵: کتمانِ حق:

کتمان حق بھی اسبابِ بدعت میں سے بڑا سبب ہے۔ جب حق پس پردہ ہوجائے تو بدعات سے پردہ اٹھ جاتا ہے، جن لوگوں کا شیوہ کتمانِ حق ہو وہ باطل کو بیان کرنے والے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی شدید مذمت فرمائی جو انبیاء ورسل کے ذریعہ بھیجی گئی ہدایت و

رہنمائی کولوگوں سے چھپاتے تھے۔

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَاۤ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِى الْكِتٰبِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ۙ﴾

(البقرہ: ۱۵۹)

''بے شک جولوگ ہماری نازل کردہ نشانیوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں، اس کے باوجود کہ ہم اسے لوگوں کے واسطے کتاب میں بیان کر چکے ہیں، ان پر اللہ اور تمام لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں۔''

یہ آیت کریمہ اگرچہ یہود ونصاریٰ کے ان علماء کے بارے میں نازل ہوئی تھی جنھوں نے نبی کریم ﷺ کی صداقت کی نشانیوں کو چھپایا تھا، لیکن اس کا حکم عام ہے، ہر وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ حق کو چھپاتا ہے، وہ لازمی طور پر اس وعید شدید میں شامل ہوگا۔

چند آیات آگے کتمانِ حق کرنے والوں کے لیے وعید کا دوبارہ ذکر کیا تاکہ امت مسلمہ کے افراد ایسی مذموم صفت سے اپنے آپ کو بچا کر رکھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۙ اُولٰٓئِكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِىْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ (البقرہ: ۱۷۴)

''جولوگ اللہ کی نازل کردہ کتاب کو چھپاتے ہیں، اور اس کے بدلے حقیر سی قیمت قبول کر لیتے ہیں، وہ درحقیقت اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھرتے ہیں، اور روزِ قیامت اللہ اُن سے کلام نہیں فرمائے گا، اور نہ اُنھیں پاک کرے گا، اور اُن کے لیے بڑا دردناک عذاب ہوگا۔''

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ يَعْلَمُهُ فَكَتَمَهُ أُلْجِمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِلِجَامٍ مِّنَ النَّارِ.)) [1]

''جس شخص سے کوئی علم دریافت کیا گیا جسے وہ جانتا ہے اور اس نے اسے چھپا لیا تو اسے قیامت کے روز آگ کی لگام پہنائی جائے گی۔''

۱۶: تحریف:

تحریف بھی بدعت کے اسباب میں سے ہے اور بڑا مذموم فعل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے علمائے یہود کے لیے وعید شدید کا ذکر فرمایا جو تحریف کیا کرتے تھے:

﴿فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَٰذَا مِنْ عِندِ اللَّهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۖ فَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا يَكْسِبُونَ﴾ (البقرہ: ۷۹)

''پس ویل ہے ان لوگوں کے لیے جو اپنے ہاتھ سے کتاب لکھ لیتے ہیں، پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے، تا کہ اس کے بدلے کچھ مال حاصل کریں، پس ان کے لیے خرابی ہے، اپنے ہاتھوں سے لکھی ہوئی (کتاب) کے سبب، ان کے لیے خرابی ہے ان کی اپنی کمائی کے سبب۔''

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر چہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان یہود علماء کی مذمت کی ہے جو تورات کی آیات کو بدل دیتے تھے، لیکن دین اسلام آنے کے بعد ان لوگوں کو بھی شامل ہے جو بدعتوں کو صحیح ثابت کرنے کے لیے قرآن وسنت میں تحریف کرتے ہیں۔ اس میں ان یہود کی مذمت کی گئی ہے جو تورات کا علم نہیں رکھتے تھے، صرف ان کے پاس چند بے بنیاد تمنائیں تھیں، اور اب اس میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو قرآن کریم میں غور وفکر نہیں کرتے صرف حروف کی تلاوت کرتے ہیں، اور وہ لوگ بھی شامل ہیں جو دنیاوی مقاصد

[1] سنن الترمذی، کتاب العلم، باب ما جاء فی کتمان العلم، حدیث نمبر: ۲۶۴۹۔ سنن ابوداؤد، کتاب العلم، باب کراھیة منع العلم، حدیث نمبر: ۳۶۵۸۔ سنن ابن ماجہ، المقدمة، باب من سئل عن علمه فكتمه، حدیث نمبر: ۲۶۶۔ مسند احمد: ۲/ ۲۶۳، ۳۰۵۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

حاصل کرنے کے لیے قرآن کریم کے خلاف کوئی دوسری بات اپنے ہاتھ سے لکھ کر لوگوں میں رائج کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی شریعت اور اللہ کا دین ہے۔ اور وہ لوگ بھی شامل ہیں جو قرآن وسنت کو چھپاتے ہیں، تاکہ ان کا مخالف حق بات پر ان سے استدلال نہ کرے۔ انتہیٰ

❀❀❀❀

بدعت کے نقصانات

ابتداع واحداث، باعث خسارہ وگھاٹا ہے۔ بلکہ سراسر گھاٹا ہے کہ اس سے فائدہ ہو ہی نہیں سکتا۔ ذیل کی سطور میں بدعت کے نقصانات کو بیان کیا جاتا ہے۔

ا: بدعت سے توبہ قبول نہیں ہوتی:

بدعتی آدمی بدعت کو نیکی سمجھ کر رہا ہوتا ہے، لہٰذا نہ وہ اسے گناہ سمجھ کر توبہ کرتا ہے، اور نہ ہی اس کی توبہ قبول ہوتی ہے۔ چنانچہ امام سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''شیطان لعین کو گناہوں کی بہ نسبت بدعت زیادہ محبوب ہے کیونکہ گناہوں سے تو توبہ کر لی جاتی ہے لیکن بدعت سے توبہ نہیں کی جاتی۔'' [1]

اور سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ حَجَبَ التَّوْبَةَ عَنْ صَاحِبِ كُلِّ بِدْعَةٍ.)) [2]

''اللہ تعالیٰ نے ہر بدعتی سے توبہ کو روک دیا ہے۔''

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''البتہ توبہ اس طور پر ممکن اور واقع ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے ہدایت دے کہ اس کی راہنمائی فرمائے یہاں تک کہ حق اس کے لیے آشکارا ہو جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بہت سارے کفار و منافقین اور اہل بدعت وضلالت کو ہدایت عطا فرمائی۔'' [3]

---

[1] شرح السنة از امام بغوي: ۱/۲۱۶.

[2] المعجم الأوسط للطبرانی: ۸/۲۲، حدیث نمبر: ۴۲۱۳۔ سلسلة احادیث صحیحه، حدیث: ۱۶۲۰.

[3] مجموع فتاوی شیخ الاسلام ابن تیمیه: ۱۰/۹.

۲: بدعت سے گناہ ملتا ہے:

سیّدنا کثیر بن عبداللہ بن عمرو بن عوف مزنی بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے میرے باپ نے (میرے باپ سے) میرے دادا نے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جس نے میری سنت سے کوئی ایک سنت زندہ کی اور لوگوں نے اس پر عمل کیا تو سنت زندہ کرنے والے کو بھی اتنا ہی ثواب ملے گا، جتنا اس سنت پر عمل کرنے والے تمام لوگوں کو ملے گا جبکہ لوگوں کے اپنے ثواب میں سے کوئی کمی نہیں کی جائے گی اور جس نے بدعت جاری کی اور پھر اس پر لوگوں نے عمل کیا تو بدعت جاری کرنے والے پر ان تمام لوگوں کا گناہ ہوگا، جو اس بدعت پر عمل کریں گے جبکہ بدعت پر عمل کرنے والے لوگوں کے اپنے گناہوں کی سزا سے کوئی چیز کم نہیں ہوگی (یعنی وہ بھی پوری پوری سزا پائیں گے)۔''[1]

مزید اللہ کے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

((مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً فَعَمِلَ بِهَا بَعْدَهُ كُتِبَ عَلَيْهِ مِثْلُ وِزْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا وَلَا يُنْقَصُ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ.))[2]

''جس نے اسلام کے اندر کوئی برا طریقہ ایجاد کیا اس پر خود اس کا گناہ ہوگا اور اس کے بعد اس پر عمل کرنے والے تمام لوگوں کا گناہ بھی ہوگا اس کے بغیر کہ ان کے گناہوں میں کوئی کمی واقع ہو۔''

۳: بدعت باعث لعنت ہے:

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ أَحْدَثَ فِيهَا حَدَثًا أَوْ آوَى فِيهَا مُحْدِثًا، فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ، وَالْمَلٰئِكَةِ،

---

[1] سنن ابن ماجه، المقدمة، رقم: ۲۰۹، ۲۱۰۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

[2] صحيح مسلم: ۲/ ۷۰۴، ۷۰۵.

وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ، لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ.)) ❶

''جس نے مدینہ میں کوئی بدعت ایجاد کی یا کسی بدعتی کو پناہ دی، اس پر اللہ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے، اللہ تعالیٰ اس کی کوئی فرض یا نفل عبادت قبول نہ فرمائے گا۔''

۴: بدعت کے آنے سے سنت اٹھ جاتی ہے:

حسان بن عطیہ محاربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((مَا ابْتَدَعَ قَوْمٌ بِدْعَةً فِي دِيْنِهِمْ إِلَّا نُزِعَ مِنْ سُنَّتِهِمْ مِثْلِهَا، ثُمَّ لَا يُعِيْدُهَا إِلَيْهِمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ.)) ❷

''جب کوئی قوم اپنے دین میں کوئی بدعت ایجاد کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس جیسی ایک سنت اٹھالیتا ہے پھر تا قیامت اسے ان تک واپس نہیں لوٹاتا۔''

۵: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق کا خاتمہ:

اہل بدعت کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق ٹوٹ جاتا ہے جو کہ زبردست گھاٹا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي.)) ❸

''جو شخص میری سنت سے اعراض کرے وہ مجھ سے نہیں۔''

۶: بدعتی حوض کوثر سے دور ہٹا دیا جائے گا:

سیّدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((أَنَا فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ، مَنْ وَرَدَ شَرِبَ وَمَنْ شَرِبَ لَمْ يَظْمَأْ أَبَدًا، عَلَيَّ

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الاعتصام، باب اثم من آوی محدثا، حدیث نمبر: ۷۳۰۶۔ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فضل المدینة، ودعاء النبی ﷺ فیها بالبرکة، حدیث نمبر: ۱۳۶۶.

❷ سنن الدارمی: ۱/۴۵.

❸ صحیح بخاری، کتاب النکاح، رقم: ۵۰۶۳.

أَقْوَامٌ أَعْرِفُهُمْ وَيَعْرِفُوْنَنِي، ثُمَّ يُحَالُ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ.)) [1]

''میں حوض کوثر پر تمھارا پیش رفت ہوں گا، جو بھی آئے گا نوش کرے گا، اور جو بھی نوش کرے گا اسے پھر کبھی پیاس نہ لگے گی، اور میرے پاس کچھ لوگ ایسے آئیں گے جنھیں میں پہچانتا ہوں اور وہ مجھے پہچانتے ہوں گے، پھر میرے اور ان کے درمیان دیوار حائل کردی جائے گی۔''

اور ایک روایت میں ہے کہ میں کہوں گا: ((اِنَّهُمْ مِنِّي.)) ''یہ میرے امتی ہیں'' تو کہا جائے گا: ((اِنَّكَ لَا تَدْرِيْ مَا أَحْدَثُوْا بَعْدَكَ.)) ''آپ نہیں جانتے کہ ان لوگوں نے آپ کے بعد کیا کیا بدعتیں ایجاد کرلی تھیں'' تو میں کہوں گا: ((سُحْقًا سُحْقًا لِمَنْ غَيَّرَ بَعْدِيْ.)) ''ایسے لوگوں کو مجھ سے دور ہٹاؤ جنھوں نے میرے بعد میرے دین میں تبدیلیاں کرلی تھیں۔'' [2]

اور سیّدنا شقیق سے بروایت سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((يَا رَبِّ أَصْحَابِيْ أَصْحَابِيْ، فَيُقَالُ: اِنَّكَ لَا تَدْرِيْ مَا أَحْدَثُوْا بَعْدَكَ.)) [3]

''(کہ میں کہوں گا) اے میرے رب! یہ میرے اصحاب ہیں، یہ میرے اصحاب ہیں، تو کہا جائے گا: آپ نہیں جانتے کہ ان لوگوں نے آپ کے بعد کیا کیا بدعتیں ایجاد کرلی تھیں۔''

نیز سیّدہ اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اِنِّيْ عَلَى الْحَوْضِ حَتّٰى أَنْظُرَ مَنْ يَّرِدُ عَلَيَّ مِنْكُمْ، وَسَيُؤْخَذُ نَاسٌ مِنْ دُوْنِيْ فَأَقُوْلُ: يَا رَبِّ مِنِّيْ وَمِنْ أُمَّتِيْ، فَيُقَالُ: هَلْ شَعَرْتَ مَا عَمِلُوْا بَعْدَكَ،

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الرقائق، باب فی حوض النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ۷/۲۶۴۔ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب اثبات حوض نبینا صلی اللہ علیہ وسلم وصفاتہ: ۴/۱۷۹۳، حدیث نمبر: ۲۲۹۰.

[2] صحیح البخاری، کتاب الرقائق، باب فی حوض النبی صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث نمبر: ۶۵۸۳.

[3] صحیح البخاری، کتاب الرقائق، باب فی حوض النبی صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث نمبر: ۶۵۷۵۔ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب اثبات حوض نبینا صلی اللہ علیہ وسلم وصفاتہ، حدیث نمبر: ۲۲۹۷.

وَاللّٰهِ مَا بَرِحُوْا يَرْجِعُوْنَ عَلٰى أَعْقَابِهِمْ، فَكَانَ ابْنُ أَبِيْ مُلَيْكَةَ يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَعُوْذُ بِكَ أَنْ نَرْجِعَ عَلٰى أَعْقَابِنَا وَأَنْ نُفْتَنَ فِيْ دِيْنِنَا .)) [1]

''میں حوض کوثر پر رہوں گا تا کہ تم میں جو لوگ میرے پاس آتے ہیں انھیں دیکھوں اور جو کچھ لوگوں کو مجھ سے ہٹا دیا جائے گا تو میں کہوں گا: اے میرے رب! یہ مجھ سے اور میری امت کے لوگ ہیں تو کہا جائے گا: آپ نہیں جانتے کہ ان لوگوں نے آپ کے بعد کیا عمل کیا؟ اللہ کی قسم! یہ اپنی ایڑیوں کے بل پلٹ گئے تھے، چنانچہ حضرت ابن ابوملیکہ رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے: ''اے اللہ! ہم تجھ سے پناہ مانگتے ہیں کہ اپنی ایڑیوں کے بل پلٹیں یا اپنے دین میں فتنہ سے۔''

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

((أَلَا لَيُذَادَنَّ رِجَالٌ عَنْ حَوْضِيْ كَمَا يُذَادُ الْبَعِيْرُ الضَّالُّ أُنَادِيْهِمْ أَلَا هَلُمَّ فَيُقَالُ إِنَّهُمْ قَدْ بَدَّلُوْا بَعْدَكَ فَأَقُوْلُ سُحْقًا سُحْقًا .)) [2]

''سنو! کچھ لوگوں کو میرے حوض سے بھگایا جائے گا جس طرح بھٹکے ہوئے اونٹ کو بھگایا جاتا ہے۔ میں انھیں آواز دوں گا: سنو، ادھر آؤ تو کہا جائے گا: انھوں نے آپ کے بعد تبدیلی کر دی تھی تو میں کہوں گا: دوری ہو، دوری ہو (بھگاؤ، دور کرو)۔''

اہل بدعت کے ساتھ تعلق کا حکم:

اہل بدعت کے ساتھ میل جول گمراہی کا باعث ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَ اِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِی الْاَرْضِ یُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ﴾ (الانعام:۱۱۶)

''اور اگر (اے پیغمبر!) آپ زمین میں بسنے والے اکثر لوگوں کی بات مانیں گے تو وہ آپ کو اللہ کی راہ سے گمراہ کر دیں گے۔''

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب فی حوض النبی ﷺ، حدیث نمبر: ۶۵۹۳۔ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب اثبات حوض نبینا ﷺ وصفاته، حدیث نمبر: ۲۲۹۳.

[2] صحیح مسلم: ۱/۲۱۸.

فضیلۃ الشیخ صالح بن فوزان الفوزان حفظہ اللہ اپنی کتاب ''بدعت'' میں رقمطراز ہیں:

''بدعتیوں کے پاس آنا جانا، ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا حرام ہے، ہاں! اگر مقصد ان کو نصیحت کرنا اور ان کے اس فعل پر نکیر ہو تو جائز ہے۔ اس لیے کہ بدعتی سے ملنا جلنا ملنے والے پر بہت برا اثر چھوڑتی ہے جس کی برائیاں دوسروں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہیں اور جب انھیں بدعت سے روکنے اور گرفت کرنے کی طاقت نہ ہو تو ان سے اور ان کی برائیوں سے ڈرانا ضروری ہے۔ اور ممکن ہونے کی صورت میں مسلم علماء کرام اور ان کے اولی الامر پر ان کی گرفت کرنا، ان کی برائیوں سے انھیں باز رکھنا اور انھیں بدعتوں سے روکنا واجب ہے اس لیے کہ اسلام پر ان کے خطرات بہت سخت ہیں۔

پھر یہ جاننا ضروری ہے کہ کافر ممالک بدعت کی نشر واشاعت میں بدعتیوں کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں مختلف طریقوں سے ان کی مدد کرتے ہیں۔ اس لیے کہ اس میں اسلام کا خاتمہ نظر آتا ہے اور اس کی صورت دوسروں کی نظریں بگاڑنا مقصد ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ہم سوال کرتے ہیں کہ وہ اپنے دین کی مدد فرمائے اور اپنے کلمے کو بلند کرے اور دشمنوں کو رسوا کرے۔''

امام اسماعیلی سلف صالحین کا قول نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

((وَيَرَوْنَ أَهْلَ الْحَدِيثِ مَجَانِبَةَ الْبِدْعَةِ وَالْآثَامِ وَتَرْكَ الْغِيبَةِ إِلَّا لِمَنْ أَظْهَرَ بِدْعَةً وَهُوَ يَدْعُو إِلَيْهَا فَالْقَوْلُ فِيهَا لَيْسَ بِغِيبَةٍ عِنْدَهُمْ.)) [1]

''گناہ اور غیبت سے بچتے تھے ہاں اس شخص کے بارے میں بات چیت کرتے جس کا بدعتی ہونا واضح ہو جاتا، اور وہ شخص اس بدعت کی دعوت بھی دیتا ہو۔ ایسے شخص (کی غیر موجودگی میں اس) کے بارے میں بات چیت کرنا اہل السنہ کے نزدیک غیبت نہیں ہے۔''

---

[1] اعتقاد آئمہ الحدیث: ۷۸.

امام بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یقینا اللہ کے نبی ﷺ نے اس اُمت کے فرقوں میں بٹ جانے اور ان میں خواہشات وبدعات کے پیدا ہوجانے کی بھی خبر دے دی ہے، اور نجات کا فیصلہ اس جماعت کے حق میں کردیا جو نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریقے پر چلے گی۔ اب یہ بات ایک مسلمان پر لازم ہے کہ جب کوئی شخص بدعات و خواہشات کو عقیدہ بنا کر سرانجام دے یا پھر وہ ایسا کرم کرے جو سنت کو کمزور کردے تو اس سے قطع تعلقی کرے اور اس سے برأت و بیگانگی کا اظہار کرے اور اس کو زندگی وموت دونوں صورتوں میں چھوڑ دے (یعنی اس کے خوشی وغمی کے معاملات میں شریک نہ ہو) جب کبھی ملاقات ہو تو سلام بھی نہ کہے اور اگر وہ پہلے سلام کہے تو اس کا جواب نہ دے یہاں تک کہ وہ اس بدعت کو چھوڑ کر حق کی طرف لوٹ آئے، امام بغوی نے اس کا جواب دیتے ہوئے کہا: تین دن سے زیادہ بات چیت چھوڑنا اس وقت حرام ہے جب اس کی وجہ سے محبت اور معاشرت پر منفی اثر ہو، مگر جب دین کے معاملہ میں ہو اور دین کے حق میں ہو تو تب یہ گناہ نہیں بلکہ خواہشات پرست لوگوں سے اس وقت تک بات چیت بند رکھی جائے جب تک وہ توبہ نہ کرلیں۔'' [1]

حسن بصری رحمہ اللہ کہتے ہیں زمانہ ماضی میں اہل سنت اقلیت میں تھے، آئندہ بھی وہ اقلیت میں ہی رہیں گے۔ یہ وہ ہیں جو نہ تو تکبر میں متکبر لوگوں کے ساتھی بنے اور نہ بدعت میں اہل بدعت کے ساتھی بنے بلکہ سنت پر رہ کر صبر کرتے رہے، یہاں تک کہ اپنے رب سے جاملے اور تم بھی ایسے ہی ہوجاؤ۔ [2]

امام فضیل بن عیاض رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۷ھ) نے فرمایا:

---

[1] شرح السنة: ۱/ ۲۲۳، ۲۲۷.

[2] بحوالہ نجات یافتہ کون؟ ص: ۱۴۹.

''یقیناً اللہ کے فرشتے ذکر کے حلقے تلاش کرتے رہتے ہیں، لہٰذا دیکھو کہ تمھارا اُٹھنا بیٹھنا کس کے ساتھ ہے؟ بدعتی کے ساتھ نہ ہو کیونکہ اُن (بدعتیوں) کی طرف (رحمت سے) نہیں دیکھتا اور نفاق کی علامت یہ ہے کہ آدمی کا اٹھنا بیٹھنا بدعتی کے ساتھ ہو۔'' ❶

قاضی فضیل بن عیاض رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

''کہ میں کسی یہودی یا عیسائی کے ہاں کھانا کھاؤں یہ مجھے اس بات سے زیادہ پسند ہے کہ کسی بدعتی کے ہاں سے کھانا کھاؤں، کیونکہ جب میں یہودی و عیسائی کے ہاں کھانا کھاؤں گا تو اس بات میں میری پیروی نہیں کی جائے گی، لیکن جب میں کسی بدعتی کے ہاں کھانا کھاؤں گا تو لوگ اس میں میری پیروی کریں گے، میں تو یہ چاہتا ہوں کہ میرے اور بدعتی کے درمیان لوہے کا قلعہ (یا پردہ) ہو، سنت کے مطابق تھوڑا سا عمل کرنا یہ بدعتی کے (بہت سارے) اعمال سے بہتر ہے، اور جو شخص بدعتی کے ساتھ بیٹھتا ہے تاکہ وہ اس بدعتی کو اللہ سے ڈرائے تو یہ صحیح ورنہ اس کو ڈرنا چاہیے کہ کہیں یہ بھی عذاب کی لپیٹ میں نہ آ جائے، اور بدعتی کو اپنے دین کے بارے میں نہ بتاؤ اور اپنے معاملات میں اس سے مشورہ بھی نہ لو۔'' ❷

ابن مفلح حنبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''متوکل نے اپنے دورِ حکومت میں فتویٰ پوچھنے کے لیے امام احمد رحمہ اللہ کے پاس آدمی کو بھیجا کہ ہم حکومتی کاموں کے لیے عیسائیوں کو مزدور، ملازم رکھیں یا پھر بدعتی اور خواہش پرست لوگوں کو ملازم رکھیں؟ امام احمد بن حنبل نے فتویٰ دیا کہ عیسائیوں کو ملازم رکھنا بدعتیوں کو ملازم رکھنے سے بہتر ہے، پھر جب متوکل کا قاصد چلا گیا تو امام احمد کے پاس بیٹھے ہوئے لوگوں نے آپ سے سوال کیا۔ امام صاحب

---

❶ الطیوریات: ۳۱۸/۲، ح: ۲۵۸۔ حلیۃ الاولیاء: ۱۰۴/۸.

❷ حلیۃ الاولیاء: ۳۰۱/۸.

نے جواب دیا کہ یہود و نصاریٰ تو ذلیل و رسوا کیے ہوئے ہیں اور ان کی برائی واضح ہے، لیکن یہ اہل بدعت لوگوں پر ان کے دین کو خلط ملط کرتے ہیں اور ان سے ان کے صحیح دین کو چھپاتے ہیں۔''[1]

❊❊❊❊

---

[1] الآدب الشرعية: ١٦٥.

اہل بدعت کے شبہات اور ان کا ازالہ

اہل بدعت اپنی ایجاد کردہ بدعات کو تقویت دینے کے لیے، بلکہ انھیں دین کا حصہ ثابت کرنے کے لیے چند شبہات پیش کرتے ہیں، جن کا ازالہ انتہائی ضروری ہے تاکہ سادہ لوح عوام ان خبیث لوگوں کی خباثت سے محفوظ رہ سکیں۔

پہلا مغالطہ اور شبہ:

بدعت سنت حسنہ ہے، جس کے شروع کرنے والے کو ماجور قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ سیّدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ سَنَّ فِی الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَعُمِلَ بِهَا بَعْدَهُ كُتِبَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا وَلَا يَنْقُصُ مِنْ أُجُوْرِهِمْ شَيْءٌ وَمَنْ سَنَّ فِی الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً فَعُمِلَ بِهَا بَعْدَهُ كُتِبَ عَلَيْهِ مِثْلُ وِزْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا وَلَا يَنْقُصُ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ.)) [1]

''جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ شروع کیا خود اسے اس کا اجر ملے گا اور ان تمام لوگوں کا اجر بھی جو اس کے بعد اس پر عمل کریں گے بغیر اس کے کہ ان لوگوں کے اجر میں کسی قسم کی کمی واقع ہو اور جس نے اسلام میں کوئی برا طریقہ شروع کیا تو اس کے اوپر اس کا اپنا گناہ ہوگا اور ان لوگوں کا بھی جنھوں نے اس کے بعد اس پر عمل کیا بغیر اس کے کہ ان لوگوں کے گناہ میں کسی قسم کی کمی واقع ہو۔''

جواب: ...... اسلام مکمل بھی ہے اور محفوظ بھی ہے۔ اسلام میں اگر کسی نے قرآن وسنت کے طریقے کو اپنایا یا متروکہ سنت کو دوبارہ شروع کیا یہ حدیث اس کے لیے خوشخبری ہے اور جس نے اسلام میں کوئی بُرا طریقہ یا بدعت اختیار کی اُس کے لیے وعید ہے۔

---

[1] صحیح مسلم: ۲/۷۰۴، ۷۰۵.

دوسری بات یہ حدیث کا ٹکڑا ہے مکمل حدیث کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ قبیلہ مضر کے لوگوں کے فقر وفاقہ کو دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو صدقہ کی ترغیب دی، صحابہ کرام نے اتنا صدقہ کیا کہ سب سے پہلے ایک انصاری صحابی ایک تھیلی لائے جس کی وجہ سے اُن کے ہاتھ تھک گئے، اس کے بعد یکے بعد دیگرے غلے اور کپڑوں کے دو ڈھیر لگ گئے۔ پھر نبی کریم ﷺ بہت خوش ہوئے اُس وقت نبی کریم ﷺ نے یہ حدیث مبارک ارشاد فرمائی تھی۔ لہٰذا اس کو بدعت ایجاد کرنے کے لیے دلیل بنانا جہالت اور شریعت اسلامیہ سے ناواقفیت کے علاوہ کچھ نہیں۔

دوسرا مغالطہ اور شبہ:

بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ کی تقسیم اور مزید سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا لوگوں کو ایک امام کے پیچھے تراویح پر جمع کرنا اور علیحدہ علیحدہ ائمہ کے پیچھے تراویح کو بدعت حسنہ قرار دینا اس امر کی دلیل ہے کہ بدعت، حسنہ بھی ہوتی ہے اور مذمت تو بدعت سیئہ کی ہے نہ کہ حسنہ کی۔

جواب:...... نبی کریم ﷺ سے مسجد میں باجماعت تراویح پڑھانا، صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ لہٰذا اسے بدعت کہنا جہالت پر مبنی ہے۔

اور اگر سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ایک امام پر جمع کیا تو وہ بھی قابل تعریف اور قابل عمل بات ہے۔ انھوں نے شریعت اسلامیہ میں کوئی بدعت ایجاد نہیں کی تھی، بلکہ سنت ہی سے باجماعت نماز پڑھنا ثابت تھی، اسی سنت کا احیاء کیا تھا تاکہ مسجد میں زیادہ جماعتوں کے بجائے ایک جماعت کروائی جائے، اور یہی سنت طریقہ تھا۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

((عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ.)) [1]

''تم میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو۔''

---

[1] مسند أحمد: ۱۲۷/۴۔ سنن ابوداؤد: ۱۳/۵۔ ۱۵۔ سنن ترمذی، رقم: ۲۶۷۱۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

پس سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا باجماعت تراویح پڑھنے کا حکم دینا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہو جانا ہمارے لیے حجت ہے۔

بعض لوگ سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے قول ''نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هٰذِهِ'' سے دھوکہ دیتے ہیں، کہ بدعت اچھی بھی ہوتی ہے۔ حالانکہ جس عمل کی نص قرآن وسنت میں موجود ہو، وہ بدعت کیسے ہو سکتی ہے، سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ لغوی طور تھے نہ کہ شرعی بدعت کے معنی میں کیونکہ شریعت میں بدعت سیئہ ہی ہوتی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہر خطبہ میں ارشاد فرمایا کرتے تھے:

((وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ.)) [1]

''اور ہر بدعت گمراہی ہے۔''

اور سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

((وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَإِنْ رَآهَا النَّاسُ حَسَنَةً.)) [2]

''ہر بدعت گمراہی ہے، اگرچہ لوگ اس کو اچھا تصور کریں۔''

اس اثر کی روشنی میں بدعت کی تقسیم سیئہ اور حسنہ کے لحاظ سے کرنا قطعی درست نہیں ہے۔

تیسرا مغالطہ اور شبہ:

بدعتی لوگ قرآن مجید کے ایک مصحف میں جمع کو بھی بدعت حسنہ کہہ کر بدعت کی ترویج کرنا چاہتے ہیں۔

جواب:...... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ:

((لَا تَكْتُبُوا عَنِّي غَيْرَ الْقُرْآنِ.)) [3]

''میری طرف سے قرآن کے سوا کچھ نہ لکھو۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلفائے راشدین کے طریقے کو اپنانے کا حکم فرمایا ہے، لہٰذا انھوں

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الجمعة، رقم: ۲۰۰۵.

[2] شرح السنة للمروزی، ص: ۵۸، بتحقیقنا.

[3] صحیح مسلم: ۲۲۹۸/۴.

نے قرآن مجید کو کتابی شکل میں جمع فرمایا اور اس پر تمام صحابہ کرام کا اجماع ہے۔ اور ہم پر فرض ہے کہ خلفائے راشدین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع پر عمل کریں، لہٰذا جمع قرآن کو بدعت قرار دینا کسی لحاظ سے بھی صحیح نہیں اور نہ ہی اس کو دلیل بنا کر دین اسلام میں نئی نئی بدعات و خرافات ایجاد کرنے کی جرات کرنی چاہیے۔